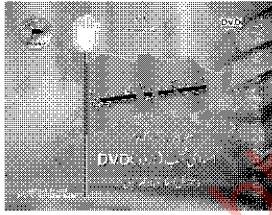


# شہزادہ قاسم کی مہندی

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں  
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



منجانب۔

سیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

Presented by: Rana Jabir Abbas



۷۸۶  
۹۲۱۱۰  
یا صاحب الزماں اور کئی

DVD  
Version

# لبیک یا حسینؑ

نذر عباس  
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

## اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad  
Sindh, Pakistan.

[www.sabeelesakina.page.tl](http://www.sabeelesakina.page.tl)

[sabeelesakina@gmail.com](mailto:sabeelesakina@gmail.com)

Contact : [jabir.abbas@yahoo.com](mailto:jabir.abbas@yahoo.com)

<http://fb.com/ranajabirabbas>

NOT FOR COMMERCIAL

[www.ziaraat.com](http://www.ziaraat.com)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سہیلی سکیٹہ خیر آباد سندھ پاکستان

# شہزادہ قاسم کی مہندی

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی



## جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب :	شہزادہ قاسم کی مہندی
تالیف :	علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی
اشاعت :	۱۴۳۱ھ بمطابق ۲۰۱۰ء
تعداد :	ایک ہزار
کمپوزنگ :	ریحان احمد
قیمت :	Rs. 500/=
ناشر :	مرکز علوم اسلامیہ
I-4 نعمان ٹیرس، فیز-III، گلشن اقبال، بلاک-11	
کراچی۔ فون: 0213-4612868	
0300-2778856	

..... ﴿ کتاب ملنے کا پتہ ﴾ .....  
﴿

## مرکز علوم اسلامیہ

I-4 نعمان ٹیرس، فیز-III، گلشن اقبال، بلاک-11

کراچی۔ فون: 0213-4612868

website: www.allamazameerakhtar.com



## ..... ان آنکھوں نے کیا کیا دیکھا

میرے ذہن میں حضرت علیؑ کا یہ قول گردش کر رہا ہے کہ ”جس شخص پر احسان کرو اس کے شر سے بچو“ پہلے یہ قول کئی جگہ پڑھا اور سنا لیکن اس قول کی تشریح صحیح معنوں میں سمجھ نہیں آئی کہ جس شخص پر احسان کیا جائے کیا وہ بھی احسان کرنے والے کو اپنے شر کا نشانہ بنا سکتا ہے؟ لیکن سانحہ جامعہ بسطین کے بعد یہ قول پوری طرح میری سمجھ میں آ گیا کہ علامہ صاحب پر حملہ کرنے والے وہی لوگ تھے کہ جس قوم پر علامہ صاحب کے لاتعداد احسانات ہیں، سب سے بڑا احسان تو یہی ہے کہ علامہ صاحب نے اپنی مجالس کے ذریعے اس قوم پر علم کے دریا بہا دیئے ہیں نا صرف یہ کہ اپنی مجالس کے ذریعے محمدؐ و آلِ محمدؐ سے متعلق غلط روایات کا مکمل اور مدلل جواب دیا بلکہ اپنی تحقیقی کاوشوں سے حقائق کے نئے باب بھی وا کئے۔ علوم محمدؐ و آلِ محمدؐ کی ہر صنف میں خواہ وہ مرثیہ ہو، سلام ہو، نوحہ ہو، تفسیر ہو یا آئمہ کی سوانح حیات اتنا کام کر دیا ہے کہ جس کے اثرات صدیوں پر محیط ہیں۔ پھر یہ کون سے شیعہ تھے کہ جنہوں نے علامہ صاحب پر برسرِ منبر حملہ کیا، دراصل یہ علامہ صاحب پر حملہ نہیں کیا گیا بلکہ ایک پوری فکر پر حملہ کیا گیا ہے۔ تقریباً چار سال قبل، کراچی کے امام بارگاہوں میں ایک پمفلٹ تقسیم ہوا تھا جسے شکاگو کی کسی انجمن نے شائع کیا تھا۔ اس پمفلٹ میں امریکن سی آئی اے کے ایک افسر کی خودنوشت کا اقتباس تھا۔ اس نے لکھا تھا کہ ہم نے مختلف ممالک میں اپنے ایجنٹ بھیجے تاکہ وہ ملتِ جعفریہ پر تحقیق کر کے اصل نکتہ سامنے لائیں۔ ہمارے ایجنٹوں نے اپنے اپنے انداز میں تحقیق کی مگر ایک ہی بات سامنے آئی کہ شیعہ یان علیؑ میں اجتماعیت ہے اور اس کی وجہ فرشِ عزا ہے اگر اس سے دُور کر دیا جائے تو یہ قوم کبھی سر نہیں اٹھا سکے گی۔ اب اس سانحہ میں یہ دونوں عوامل کار فرما تھے یعنی علامہ صاحب کی تحقیقی اور علمی



کاوشوں کی روک تھام اور شیعوں کی اجتماعیت پر ایسی ضرب کہ وہ منتشر ہو جائیں، سب سے اہم بات جو اس سانحہ میں سامنے آئی وہ یہ کہ اس سارے واقعے میں جو لوگ استعمال ہوئے ان کا تعلق کسی اور فرقے سے نہیں تھا بلکہ وہ بھی شیعہ ہی تھے۔

قابل غور امر یہ ہے کہ وہ کونسے شیعہ ہیں جو امام بارگاہ پر حملہ کر کے منبر پر چڑھ دوڑے، منبر کے دونوں جانب لگے علم حضرت عباسؓ کو شہید کیا، فرشِ عزا کو پا مال کیا، نو جوانوں کے ساتھ ساتھ بچوں اور بزرگوں کو تشدد کا نشانہ بنایا، نہ صرف گھونٹوں، لاتوں سے مومنین کو ظلم کا نشانہ بنایا بلکہ ان پر پتھروں کی بارش بھی کی گئی، ۱۳ صفر جو کہ شہادتِ حضرت سیکندہ سے منسوب ہے اُس دن کا بھی خیال نہ کرتے ہوئے خواتین کی بے حرمتی کی گئی اور انہیں بھی اپنے ظلم سے بچا کر نہ جانے دیا، کیا یہ تمام واقعہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کی تعلیمات کے منافی نہیں! رسولِ خدا اور امیر المومنینؓ خواتین کا اتنا احترام فرماتے تھے کہ کافروں کے مقابلے میں لشکر بھیجے وقت تا کید فرما دیا کرتے تھے کہ خبردار کسی بچے یا عورت پر حملہ آور نہ ہونا اور ان کے معاملے میں غنودہ درگزر سے کام لینا اور انہیں معاف کر دینا۔ وہاں کافر عورتوں اور بچوں تک کے معاملے میں اس قدر تا کید تھی جبکہ جامعہ سطین میں سیدانیوں کے ساتھ ایسا سلوک کیا گیا جو بیان سے باہر ہے۔

ایک ایسی قوم کہ جس کے سامنے آئمہؑ کی حیات کا ہر پہلو ہوا اور وہ اپنی زندگیوں کو آئمہؑ کی حیاتِ طیبہ پر استوار کرنے کے بجائے ظلم و تشدد کا مظاہرہ کر کے دوسرے فرقوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ کیوں تم لوگ ہمیں مہذب کہتے ہو؟ ہمارا اصل روپ تو یہ ہے جو اب تمہارے سامنے آیا ہے۔ یہاں یہ بات کہنا انتہائی ضروری ہے جس طرح ہندوستان کے شیعہ مدرسوں میں زیرِ تعلیم طالب علم علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی کی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں اسی طرح اگر پاکستان کے شیعہ مدرسوں کے طالب علم علامہ صاحب کی کتب کا مطالعہ کریں تو اس طرح کے واقعات کی روک تھام ممکن ہے کیونکہ میرے نزدیک یہ حادثہ کسی حد تک علمی و جہالت کا شاخسانہ ہے۔ (ادارہ مرکز علوم اسلامیہ، کراچی)



# فہرستِ ابواب

☆ مجلس بعنوان: شہزادہ قاسم کی مہندی..... علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی..... ۱۲

باب ۱..... ۳۵ تا ۴۲

عرب میں مہندی لگانے کی رسم

عورت کو ہاتھ میں مہندی لگا کر رکھنا چاہیے..... ۳۵

کربلا میں مہندی کا وجود..... ۳۵

مدینے میں مہندی..... ۳۶

مہندی قاسم کیا ہند و رواج سے عبارت ہے؟..... ۳۶

کیا مہندی قاسم کی شبیہ بنانا جائز ہے؟..... ۳۷

باب ۲..... ۴۳ تا ۴۹

خیمہ گاہ کر بلائے معلیٰ میں جملہ عروسی قاسم

کتاب شہر حسینؑ (نوشتہ محمد باقر مدرس)..... ۴۳

خیمہ گاہ کر بلائے معلیٰ میں جملہ عروسی قاسم سے متعلق

مولانا سید کلب صادق (لکھنؤ) کا بیان..... ۴۹



باب ۳ ..... ۹۳ تا ۵۰

## مہندی کی زیارت کیوں نکلتی ہے؟

عراق میں حضرت قاسمؑ کی مہندی... مولانا سید قائم مہدی (لکھنؤ) -- ۵۰

لکھنؤ میں مہندی کا جلوس.... قومی آواز ----- ۵۴

لکھنؤ میں مہندی کی دھوم.... یوگیش پروین (لکھنؤ) ----- ۵۶

حضرت قاسمؑ کی مہندی... قاسم محمود کے ناول سے اقتباس ----- ۵۷

اجمیر کی مہندی... احمد رئیس ----- ۷۷

بلگرام کی مہندی... پروفیسر اطہر بلگرامی ----- ۷۸

محرم کو مہندی کا ڈنکا ----- ۷۹

مہندی کے جلوس کی تاریخ ----- ۸۱

ریاست رامپور کی مہندی ----- ۸۱

لکھنؤ کی مہندی ----- ۸۲

فیض آباد کی مہندی ----- ۸۲

جونپور کی مہندی ----- ۸۲

ریاست محمود آباد کی مہندی ----- ۸۳

جائے ضلع رائے بریلی کی مہندی ----- ۸۳

نصیر آباد ضلع رائے بریلی کی مہندی ----- ۸۳

پرسدے پور ضلع نصیر آباد کی مہندی ----- ۸۳

کانپور کی مہندی ----- ۸۴

موتکپور ضلع بارہ بنکی کی مہندی ----- ۸۴



- ۸۴ ----- احمد آباد کی مہندی
- ۸۴ ----- ضلع اعظم گڑھ کی مہندی
- ۸۴ ----- محمد پور دہشت پور کی مہندی
- ۸۴ ----- حسین آباد کی مہندی
- ۸۴ ----- کو اتھ کی مہندی
- ۸۵ ----- بھیک پور کی مہندی
- ۸۵ ----- گنگولی کی مہندی
- ۸۵ ----- تاج پور کی مہندی
- ۸۵ ----- نانوتہ کی مہندی
- ۸۵ ----- دہلیہ کی مہندی
- ۸۵ ----- رانی موضع اعظم گڑھ کی مہندی
- ۸۵ ----- بلیتور کی مہندی
- ۸۵ ----- حسو کرہ کی مہندی
- ۸۶ ----- اجودھیا کی مہندی
- ۸۶ ----- زید پور کی مہندی
- ۸۶ ----- آرہ کی مہندی
- ۸۶ ----- ہر دوئی کی مہندی
- ۸۷ ----- مظفر پور کی مہندی
- موضع کلہواہ، موضع داور، موضع میٹھن سرائے، موضع بھیکن پور، موضع  
بڈھن پورہ، ضلع مظفر پور، موضع گورانڈا
- ۹۰ ----- جموں کشمیر کی مہندی
- ۹۰ ----- الہ آباد کی مہندی



- ۹۰ ..... کاٹھیاواڑ کی مہندی
- ۹۰ ..... اصغر آباد کی مہندی
- ۹۰ ..... غازی پور کی مہندی
- ۹۱ ..... کامون پور کی مہندی
- ۹۱ ..... مان، بہوم بنگال
- ۹۱ ..... گھوسی بڑا گاؤں
- ۹۱ ..... جلال پور (یوپی، بھارت) کی مہندی
- ۹۱ ..... افریقہ کی مہندی
- ۹۱ ..... راولپنڈی کی مہندی
- ۹۱ ..... کراچی کی مہندی
- ۹۲ ..... لاہور میں سات محرم کو گوالمنڈی کی قدیم مہندی
- ۹۳ ..... سادات جلالی (یوپی - انڈیا) کے مہندی کے جلوس

## باب ۴ ..... لکھنؤ کی تین مشہور مہندیاں

- ۱۰۰ ..... سلطان جہاں محل صاحبہ کی مہندی
- ۱۰۳ ..... کشمیریوں کی مہندی
- ۱۰۵ ..... شاہی مہندی کا جلوس

## باب ۵ ..... کربلا میں حضرت قاسم کی شادی ہوئی تھی؟

بہمن علی کرمانی براجی (ایران) کی مثنوی ”حملہ حیدری“  
میں حضرت قاسم کے حالات (فارسی سے اردو ترجمہ)



باب ۶..... ۱۴۸.....

## عقد شہزادہ قاسم..... دلائل و براہین

- ۱۵۳ ----- عالمانہ رویہ
- ۱۵۵ ----- علاقائی روایتی حوالہ
- ۱۵۹ ----- اخلاقیاتی حوالہ
- ۱۶۳ ----- غیر شرعی و مذہبی حوالہ
- ۱۶۵ ----- حفظ مراتب کا حوالہ
- ۱۶۵ ----- معروف عام کا حوالہ
- ۱۶۷ ----- اخلاقی دلیل
- ۱۶۷ ----- تائیدات
- ۱۷۳ ----- شادی شہزادہ قاسم

باب ۷..... ۲۴۳ تا ۱۹۰.....

## مرثیے در حال حضرت قاسم

- ۱۔ مرزادکنی ۲۔ اصغر دکنی ۳۔ تحقیق دکنی ۴۔ فتح اللہ دکنی ۵۔ فضل علی فضلی دہلوی ۶۔ علی قلی ندیم دہلوی
- ۷۔ مسکین میر عبداللہ ۸۔ نجم الدین آمرو دہلوی ۹۔ محبت دہلوی ۱۰۔ مرزا محمد رفیع سودا دہلوی
- ۱۱۔ میر تقی میر ۱۲۔ سکندر دہلوی ۱۳۔ خادم علی خادم دہلوی ۱۴۔ مصحفی امر دہلوی ۱۵۔ گدا علی گدا
- ۱۶۔ میر حیدری ۱۷۔ احسان لکھنوی ۱۸۔ افسردہ ۱۹۔ دلگیر ۲۰۔ ناظم لکھنوی ۲۱۔ میر خلیق
- ۲۲۔ مرزا فصیح ۲۳۔ میر ضمیر ۲۴۔ مرزا حسین علی خاں اثر لکھنوی ۲۵۔ مرزا کلب حسین خان نادر
- ۲۶۔ تشریف لکھنوی ۲۷۔ امیر الدولہ ۲۸۔ میر انیس ۲۹۔ مرزا دبیر ۳۰۔ بادشاہ اودھ نصیر الدین حیدر
- ۳۱۔ میر آتش ۳۲۔ میر مونس ۳۳۔ میر عشق ۳۴۔ کلیم لکھنوی ۳۵۔ میر نقیص ۳۶۔ میر ربین
- ۳۷۔ میر سلیم ۳۸۔ میر وحید ۳۹۔ مرزا جعفر اوج لکھنوی ۴۰۔ مرزا شریف بگ شریف دہلوی



- ۴۱۔ نگاہی دہلوی ۴۲۔ نواب سرفراز علی خاں سرفراز ۴۳۔ تیشق ۴۴۔ میر علی محمد عارف لکھنوی  
 ۴۵۔ دولہا صاحب عروج ۴۶۔ بابو صاحب فائق لکھنوی ۴۷۔ شمیم امروہوی ۴۸۔ ظہیر دہلوی  
 ۴۹۔ نفاست زید پوری ۵۰۔ واجد علی شاہ ۵۱۔ بقا لکھنوی ۵۲۔ علی میاں کامل ۵۳۔ وقار زید پوری  
 ۵۴۔ لطیف لکھنوی ۵۵۔ اولیس بگرا می ۵۶۔ آغا ذہین دہلوی ۵۷۔ غیور عظیم آبادی  
 ۵۸۔ سید محمود حسن عقیل ۵۹۔ مشتاق مصطفیٰ آبادی ۶۰۔ عسکری میرزا مودب لکھنوی  
 ۶۱۔ نسیم بھرت پوری ۶۲۔ سید شیر حسن اریس ۶۳۔ سپہر دھوپوری ۶۴۔ بادشاہ مرزا شکر لکھنوی  
 ۶۵۔ شہید لکھنوی ۶۶۔ حیدر سبزواری ۶۷۔ یونس زید پوری ۶۸۔ محسن زید پوری  
 ۶۹۔ عروج بھرت پوری ۷۰۔ نامی جونپوری ۷۱۔ قمر جلالوی

باب ۸ ..... ۳۳۶ تا ۲۲۲

## نوع در حال حضرت قاسم

- ۱۔ دلگیر لکھنوی ۲۔ نواب باقر علی خاں تیشقی لکھنوی ۳۔ میر انیس (دونوے) ۴۔ مرزا دبیر  
 ۵۔ میر مونس ۶۔ نالائ لکھنوی ۷۔ رافت ۸۔ میر نفیس ۹۔ میر وحید ۱۰۔ علی میاں کامل (دونوے)  
 ۱۱۔ طور لکھنوی ۱۲۔ عروج بھرت پوری ۱۳۔ واجد لکھنوی (دونوے) ۱۴۔ مضطر لکھنوی  
 ۱۵۔ نجم لکھنوی ۱۶۔ نواب زہرہ بیگم ۱۷۔ شہزادہ اودھ شریا لکھنوی (۴ نوے) ۱۸۔ سجاد لکھنوی  
 (شاگرداں) ۱۹۔ فرخ لکھنوی ۲۰۔ نجم لکھنوی (شاگرد میر مونس) ۲۱۔ بشیر بجنوری (۵ نوے)  
 ۲۲۔ زائر لکھنوی (۳ نوے) ۲۳۔ متین دہلوی ۲۴۔ نگیس حیدر آبادی (۲ نوے) ۲۵۔ واعظ لکھنوی  
 (۲ نوے) ۲۶۔ رضا عارف رضوی (۲ نوے) ۲۷۔ مضطر تاج پوری ۲۸۔ سجاد زید پوری  
 (۳ نوے) ۲۹۔ مرغوب نقوی ۳۰۔ حیدر لکھنوی (۳ نوے) ۳۱۔ مکرم لکھنوی (۳ نوے)  
 ۳۲۔ شوکت بگرا می (۳ نوے) ۳۳۔ نجم آقندی (۳ نوے) ۳۴۔ فضل نقوی ۳۵۔ اثر سروی  
 ۳۶۔ قیصر لکھنوی ۳۷۔ ذاکرہ لکھنوی ۳۸۔ عادل رضوی (۲ نوے) ۳۹۔ صدر اجتہادی  
 ۴۰۔ شاد زید پوری (۲ نوے) ۴۱۔ شریں بیگم ۴۲۔ گوہر لکھنوی ۴۳۔ گوہر بیگم گوہر (۲ نوے)  
 ۴۴۔ ماہرہ لکھنوی (۲ نوے) ۴۵۔ تنویر کزی باوا ۴۶۔ انیس پھر سری ۴۷۔ سیدہ بیگم شکار پوری  
 (۲ نوے) ۴۸۔ ذکیہ بیگم ۴۹۔ محمد لکھنوی ۵۰۔ شائق دہلوی ۵۱۔ ضمیر اختر نقوی



باب ۹..... ۳۳۷ تا ۳۷۱

### مہندی در حال حضرت قاسمؑ

- ۱۔ شیخ قلندر بخش جرأت دہلوی ۲۔ احسان علی احسان لکھنوی ۳۔ پناہ علی افسردہ ۴۔ ناظم لکھنوی
- ۵۔ دلگیر لکھنوی ۶۔ میر انیس ۷۔ مرزا محمد رضا برق لکھنوی ۸۔ سید علی حسین آزاد لکھنوی
- ۹۔ میر نفیس ۱۰۔ علی میاں کمال ۱۱۔ میر رضا علی قابل لکھنوی ۱۲۔ خوب چند ڈکا دہلوی
- ۱۳۔ امراؤ مرزا انور دہلوی ۱۴۔ لطافت لکھنوی ۱۵۔ ثریا لکھنوی ۱۶۔ واعظ لکھنوی
- ۱۷۔ زائر لکھنوی ۱۸۔ شوکت بگرا می (۲ مہندیاں) ۱۹۔ خفی لکھنوی ۲۰۔ سیفی لکھنوی
- ۲۱۔ مظہر عابدی مچھلی شہری ۲۲۔ طیب لکھنوی ۲۳۔ نادر لکھنوی ۲۴۔ عاجز لکھنوی (۲ مہندیاں)
- ۲۵۔ انیس پہر سری (۲ مہندیاں)

باب ۱۰..... ۳۸۲ تا ۳۷۲

### سہرے در حال حضرت قاسمؑ

- ۱۔ سجاد لکھنوی ۲۔ ثریا لکھنوی (دو سہرے) ۳۔ سید ابن حسن زائر لکھنوی ۴۔ شوکت بگرا می
- ۵۔ مظہر عابدی مچھلی شہری، ۶۔ حمید الدولہ رضا قلی خاں بہادر،

باب ۱۱..... ۳۸۸ تا ۳۸۳

### رباعیات در حال حضرت قاسمؑ

- ۱۔ میر انیس ۲۔ مرزا دبیر ۳۔ مصباح علی گوہر ۴۔ قمر جلاوی، ۵۔ ناصر علی ناصر جلاپوری

باب ۱۲..... ۳۸۹ تا ۳۹۵

### قصیدے در حال حضرت قاسمؑ

- ۱۔ ساجد رضوی ۲۔ شاہ اودھ نصیر الدین حیدر بادشاہ، ۳۔ حبیب حسن حبیب
- ۴۔ ڈاکٹر سید غلّ ثقلین زیدی

باب ۱۳..... کتب حوالہ جات.



علامہ سید ضمیر اختر نقوی:

ساتویں مجلس

## شہزادہ قاسم کی مہندی

امام بارگاہ جامعہ سبطین گشن اقبال کراچی میں عشرہ محرم ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸ء کی ساتویں محرم کو یہ تقریر ہزاروں کے مجمعے میں کی گئی۔ مجمعے نے اس تقریر کی پُر زور تائید کی اور تحسین و آفرین کے نعرے بلند کئے۔ یہ مجلس ”حق و باطل کی پہچان“ کے موضوع پر ہوئی تھیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے درود و سلام محمد و آل محمد کے لئے

۱۴۲۹ھ ہجری کے عشرہ محرم کی امام بارگاہ جامعہ سبطین میں ساتویں تقریر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں۔ آج ساتویں محرم ہے۔ ”حق اور باطل کی پہچان“ اس موضوع پر ہم گفتگو کر رہے ہیں ظاہر ہے کہ ذکر اللہ، ذکر حسینؑ، ذکر آل محمدؑ یہ سب کچھ بہت اولیٰ ہے اور کر بلا سے ہم نے یہی بات سیکھی ہے کہ ذکر اللہ کی کیا عظمت ہے اور اگر اُس کا اثر نہ ہو تو پھر جینے کا فائدہ۔ دیکھئے ابن زیاد نے اپنے دربار میں کہا تھا حضرت زینبؑ سے کہ اللہ نے تمہیں ذلیل کیا رسوا کیا اور تمہارا پورا گھر قتل ہو گیا۔ حضرت زینبؑ نے اُس کا جواب دیا۔ آپ نے خطبہ کو حمد سے شروع کیا کہ قابل



تعریف ہے وہ ذات جس نے ہمیں عزت دی تو یہ ہم جو سب کچھ سنتے ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ کتنی مصیبتیں پڑیں۔ اب کربلا سے بڑی مصیبتیں تو کسی پر نہیں پڑیں گی اور حضرت زینبؓ سے زیادہ بے کس مجبور دنیا میں کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اب ایسا ہوگا ہی نہیں کہ حضرت زینبؓ والی مظلومیت کسی کو مل جائے اور اُس میں بھی وہ شکرِ خدا کر رہی ہیں۔ اور بار بار اللہ ہی کا ذکر کر رہی ہیں۔ یہ ایک ایسا نکتہ ہے کہ جس کو پوری ملتِ اسلامیہ سمجھ لیتی تو آج جانے کہاں یہ سارے مسلمان ہوتے، کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ایسے واقعات جیسے پشاور میں ابھی جلوسِ عزاء پر حملہ ہوا تو اس کا افسوس تو ہمیں ہے دکھ ہے تعزیت ہے کہ غم میں غم ہے۔ یہ احساس دوسروں کو دلائیں جو لوگ یہ احساس کر رہے ہیں ہمارا مجمع تو ماشاء اللہ نارمل ہے اور پہلے دن سے نارمل ہے حالانکہ افواہیں پھیلائی جاتی ہیں اور حالات ملک کے بہر حال کئی سال سے خراب ہیں اور اُس میں کوئی فرق بھی نہیں پڑ رہا ہے تو ہمیں اپنی جگہ پر مضبوط ہونا چاہیے۔ ہر حال میں شکرِ الہی کرنا چاہیے اور یہ بات میں کہتا ہوں کہ بھائی یہاں رہنے کیلئے کوئی نہیں آیا۔ اس دنیا میں ٹھہرنے کے لئے کوئی نہیں آیا۔ آئے ہیں سب جانے کے لئے مسافر ہیں لیکن ایک وقت مقرر ہے اور اُس وقت تک ہم کو یہاں پر رہنا ہے پھر ایک اور دنیا ہے۔ مزے دار بات یہ ہے کہ وہاں بھی دنیا کئی طریقے کی ہے ایک تو بالکل آگ اور جہنم ہے تکلیف دہ دنیا ہے اور ایک بہت آرام دہ ہے اور پھر وہاں پہنچنے کے بعد یہاں نہیں آنا ہے بار بار نہیں آنا ہے۔ اس لئے کہ یہ دنیا رہے گی نہیں زمین ہی نہیں رہے گی تو یہاں پھر کون آئے گا لیکن بہر حال ابھی ایک وقتی مزا ہے یہاں رہنے کا اور وہ مزا جو ہے تو ہر ایک یہ سمجھ رہا ہے کہ ہم ذرا اچھا وقت یہاں گزار لیں حالانکہ کوئی بھی اچھا وقت نہیں گزار رہا۔ سب خراب وقت گزار رہے ہیں۔ اچھا وقت وہی



گزار رہا ہے کہ جو آل محمدؐ کے کہنے پر چل رہا ہے جو سیرتِ آلِ محمدؐ پر عمل کر رہا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ مجلسِ عزاء سے زیادہ اچھا کہیں دنیا میں کوئی اتنا اچھا وقت نہیں گزار رہا ہے کوئی اچھا وقت نہیں گزار رہا ویسے اچھا وقت یہ ہے کہ آپ چاہے گھر میں لیٹ جائیے ڈر کے نہ آئیے مجلس میں کہیں اور چلے جائیے گھر سے نہ نکلیں کہیں اور بیٹھ جائیں سات پردوں میں چلے جائیں اس سے اچھی پائیدار جگہ نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ سب ایک دوسرے سے کہہ رہے ہیں کہ مضبوط رہئے مضبوط رہئے اس سے اچھا تھا کہ انڈیا سے لڑائی ہو رہی ہوتی تو وہ زیادہ مزیدار چیز ہے کہ بھی سائرن ہو رہے ہوتے بلیک آؤٹ ہوتا اب خواہ مخواہ کا بلیک آؤٹ بھی ہوتا ہے روزانہ جنگ بھی نہیں ہو رہی اور بلیک آؤٹ بھی روز ہوتا ہے اور انڈیا کوئی بم بھی نہیں گرا رہا ہے حالانکہ بم بھی پھٹ رہے ہیں تو صورتِ حال تو بالکل ایسی ہے جیسے انڈیا سے لڑائی ہو رہی ہو۔ اب رنگ بدل گیا ہے لڑائی کا میں سمجھتا ہوں وہ زیادہ مزیدار تھا بھارت سے تو دوستی ہوگئی اب لڑائی ہوگئی نہیں اب ملک کے اندر لڑائی شروع ہوگئی اور ملک کے اندر بھی یہ نہیں پتہ کون کس سے لڑ رہا ہے ابھی تک پتہ ہی نہیں چلا بالکل نہیں معلوم ہو پایا ہے بہر حال تو یہ سارے حالات واقعات ہیں بچپن سے یہاں تک یہ عمر گزر گئی یہی سب کچھ دیکھتے دیکھتے ہمارے ایک دوست ہیں شیخ ممتاز حسین لاہور میں رہتے ہیں انھوں نے بہت اچھا جملہ کہا کہ کسی نے کہا بھی اس دفعہ محرم میں بڑی ٹینشن ہے دو سال پہلے کی بات ہے تو وہ کہنے لگے بھائی جب سے پیدا ہوئے ہیں ہوش سنبھالا ہے مجلس میں جانے لگا۔ ہر سال اسی طرح سنا ہے، آپ کہہ رہے ہیں اب کے بڑی ٹینشن ہے تو وہ کب محرم آیا تھا پاکستان میں کہ کسی نے کہا کہ اب کی ٹینشن نہیں ہے ابھی تک تو ایسا کوئی سال آیا نہیں یہ تو امریکہ میں جا کر کہہ سکتے ہیں لندن میں جا کے کہہ سکتے ہیں



ہندوستان میں جا کے کہہ سکتے ہیں ہاں کیا پُر امن محرم ہے بس یہ واحد ملک ہے کہ جہاں یہ آپ خطرناک حالات میں محرم کر رہے ہیں اور اس طرح مشکل عزاداری کر رہے ہیں یہ ہنگامی حالت کہیں نہیں ہے کسی بھی ملک کی عزاداری دیکھئے یعنی کویت کا محرم میں نے دیکھا کویت کا محرم سڑکوں پر کھڑے ہوئے لوگ آرام سے باہر تک فرش بچھے ہوئے ہیں بارش بھی ہو رہی ہے خیمے لگا دیئے گئے بیٹھے ہیں امام باڑے میں جگہ نہیں ہے ساڑھے چار سو امام باڑے بھرے ہوئے ہیں کویت میں یہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھوڑے تھوڑے فاصلے پر مجلس ہو رہی ہے عربوں کی بھی ہندوستانیوں کی بھی ایرانیوں کی بھی ایک دھوم دھام ہے لندن میں بھی دیکھا محرم امریکہ میں بھی دیکھا محرم یہ عالم امریکہ میں بھی دیکھا ہے، نیویارک میں امام باڑہ بھر گیا باہر پولیس نے تمام انتظام کیا اب بارش ہو رہی ہے بارش میں ایسے فرش گورنمنٹ نے دیئے جو دیکھنے میں تو لگتا ہے کہ گھاس ہے اور وہ اس طرح بچھتے ہیں کہ اُس کے نیچے سے پانی بہتا رہتا ہے اور فرش پر بیٹھے رہتے ہیں عجیب عجیب انتظام ہیں مولا کے، کہاں کس طرح عزاداروں کے لئے پورا انتظام ہے لندن میں برف گر رہی ہے محرم ہو رہا ہے اور نہ معلوم کہاں کہاں کے محرم دیکھے اور بچپن سے دیکھے جوانی تک ہندوستان کے محرم دیکھے جو کیف وہاں تھا تو وہ یاد آتا ہے تو کہتے ہیں کہ بھی آپ اتنا کیوں ذکر کرتے ہیں لکھنؤ کا کیا کریں۔ ایسا لگتا تھا جنت میں تھے اور محرم تھا۔ اب یہ دیکھے سات محرم آتی تھی لکھنؤ میں تو شام سے شربت پر نیازیں شروع ہو جاتی تھیں کیونکہ آج کر بلا میں پانی بند ہوا۔ پیاسوں کو ایک قطرہ پانی نہیں دیا صبح سے سات تاریخ سے جگہ جگہ دودھ کے شربت گھروں میں بنائے جاتے تھے لوگ رو رہے ہیں شہزادہ علی اصغر کی نذر ہو رہی ہے، جناب سیکنڈ کی نذر ہو رہی ہے گھر گھر میں



حضرت قاسم کی مجلسیں ہو رہی ہیں یہ بچپن سے جوانی تک لکھنؤ میں دیکھا۔ لکھنؤ میں ساتویں محرم کو بڑی دھوم ہوتی تھی تین بڑے مہندی کے جلوس نکلا کرتے تھے اور سرشام یعنی کہ مغرب سے تیاری ہوتی تھی تو میر واجد علی داروغہ تھے میر واجد علی مرزا دیر کے شاگرد بھی تھے مرثیے بھی کہتے تھے۔ بادشاہ کے یہاں داروغہ تھے تو اُن کے انتقال کو ڈیڑھ دو سو برس ہو چکے تھے جب ہم نے اُن کا مہندی کا جلوس دیکھا یعنی ایک آدمی کو دنیا سے گئے ڈیڑھ سو برس ہو گئے اور اُسی شان سے اُس کا جلوس نکل رہا ہے کیسی بات ہے ذرا آپ سوچئے کہ کیا ہے یہ غم حسینؑ کہ انھیں کے نام سے اب تک یہ مہندی کا جلوس مشہور ہے دیکھئے ایک بھائی نے ہمارے نام لیا محلے کا کہ گولہ گنج میں محلہ گولہ گنج لکھنؤ میں بڑا شاندار امام باڑہ بنا ہوا ہے، امام باڑے کا نام ہے امام باڑہ میر واجد علی اُس امام باڑے میں ہم نے مجلس پڑھی ہے دن کے وقت سردیوں میں دوپہر کی مجلس پڑھی تھی ہلکی ہلکی دھوپ تھی بڑا اچھا لگ رہا تھا۔ امام باڑے میں بڑا صاحبان ہے فوارہ لگا ہوا درخت لگے ہوئے اہل لکھنؤ نے ہر امام باڑے کو جنت بنایا ہوا ہے جہاں بھی آپ چلے جائیں کہتا ہوں میں جوانوں سے کہ کبھی لکھنؤ جائیں اور دیکھ کر آئیں امام باڑوں کی شان کہ یہاں امام حسینؑ کتنے اچھے طریقے سے رکھے گئے ہیں، ہندوستان میں تو تقریباً یہ سمجھئے کہ ڈیڑھ دو میل کے فاصلے سے ایک امام باڑہ ہے۔ افضل محل کے امام باڑے کے فٹ پاتھ اتنے چوڑے چوڑے ہیں کہ جیسے آپ سمجھئے کہ ہمارا پورا یہ صحن اتنے چوڑے فٹ پاتھ ہیں وکٹوریہ اسٹریٹ نحتاس، تو فٹ پاتھ پر مہندی کا انتظام ہوتا تھا شام سے لوگ بس دیکھتے تھے کہ کیا تیاریاں ہیں اُس میں تقریباً پندرہ یا سولہ یا بیس چالیس پچاس کے قریب اونٹ ہوتے تھے ہراونٹ پر ایک علم اور آگے آگے ہاتھی ہوتے تھے اُس کے بعد اونٹ ہوتے تھے اور ہاتھیوں پر



ماہی اور مراتب۔ ماہی کہتے ہیں مچھلی کو مراتب کہتے ہیں سورج کو، بڑا سا ایک سونے کا سورج ہوتا ہے اور وہ نصب ہوتا ہے چھڑ کے اوپر جیسے علم کا پنجہ اور ایک مچھلی ہوتی ہے سونے کی جب پہلے ایران کے بادشاہ اور ہندوستان کے بادشاہوں کا جلوس نکلتا تھا تو اُس کو ماہی مراتب بھی کہتے تھے پہلے مچھلی آتی تھی سورج آتا تھا تو لوگ سمجھ جاتے تھے کہ بادشاہ آرہا ہے، اب بادشاہ نہ رہے ماہی مراتب نہ رہے لیکن حسینؑ کا ماہی مراتب اب تک باقی ہے۔ وہی شاہانہ استقبال سب سے آگے روشن چوکی ہوتی تھی تخت ہوتا تھا تقریباً کوئی پچیس تیس آدمی تخت کو اٹھائے ہوتے تھے اور اُس پہ شہنائی نواز بیٹھے ہوتے تھے اور اُس کو اتنا خوبصورت سجاتے تھے کہ اُس پر سبز رنگ کے مخملی در بنے ہوتے تھے اور اُس کے اوپر خوبصورت زرد دوزی کا کام بنا ہوتا تھا، کارچوب کا بہترین کام چاندی کے تاروں سے سونے کے تاروں سے نقش و نگار بنے ہوتے تھے اور اُس میں جب تک ہمارے بچپن میں تو بسم اللہ خاں جو کہ بنارس میں انتقال کر گئے اور مومن تھے عزادار تھے۔ اور ساری زندگی بنارس میں رہے تو انڈیا والوں نے اپنا سب سے بڑا ایوارڈ جو ہندوستان کا کہلاتا ہے پدم بھوشن وہ اُن کو دیا تھا۔ اُس کے بعد جب وہ بوڑھے ہو گئے تو پھر اُن کے شاگردوں میں یہ سلسلہ آیا اور وہ شہنائی میں مسلسل ایک نوحہ ختم کر کے دوسرا نوحہ پڑھتے جاتے تھے اور مہندی پڑھتے تھے پھر دیگر مشہور اُس دور کے نوحے پڑھے جاتے تھے، اُس سے یہ ہوتا تھا کہ اتنا سوغوار ہو جاتا تھا ماحول نوحوں کی وجہ سے جلوس کے آس پاس میں ماتم شروع ہو جاتا تھا پھر وہ شان کہ یہ ہمارے مولا کی شان ہے۔ وہ ہاتھی وہ گھوڑے بڑھتے جاتے اور پھر پرچم نواز آنا شروع ہوتے یہ میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے اس لئے بتا رہا ہوں میں نے رام پور کی مہندی نہیں دیکھی اس کے پچاس گنا زیادہ شاندار ہوتی تھی اور تفصیل



اگر ہم آپ کو سنائیں تو تقریر طویل ہو جائے گی، میری دو کتابیں حضرت قاسمؑ پر چھپ گئی ہیں تیسری کتاب کا نام ہے ”شہزادہ قاسم کی مہندی“ وہ بھی پانچ چھ صفحے کی کتاب ہے۔ اُس میں میں نے رام پور کے جلوس کی پوری تفصیل بیان کی ہے کتنے سپاہی جلوس دیکھتے چلتے تھے آپ کو سمجھا دیں اس جلوس کا نقشہ کاغذ پر بنا کر دیا جاتا تھا اُس پہ نقشہ بنا ہوتا تھا اور اُس میں لکھا ہوا ہوتا تھا۔ اتنے آدمی اس کے بعد اتنے آدمی اس کے اتنے پرچم نواز اتنے ہاتھی اتنے گھوڑے اتنے بینڈ اتنے باجے یہ سب کچھ اس پہ لکھا ہوا ہوتا تھا تو اب تک پورا ریکارڈ موجود ہے۔ بھرت پور کی مہندی کے جلوس کا بھی نقشہ موجود ہے پہر سر کا بھی موجود ہے۔ راجستھان کے راجے مہاراجے سب ہندو تھے یہ پانچ بستیاں تھیں اور سب جگہ ہندو راجے مہاراجے تھے اور ان کے اپنے جلوس مہندی کے عاشور کے تعزیوں کے نہایت شان سے برآمد ہوتے تھے، ہندوستان کا کوئی صوبہ کوئی شہر ہو وہ ہندو ہو یا سنی ہو کوئی نواب ہو راجہ ہو مہاراجہ ہو جلوس سب کے یہاں نکلتا تھا۔ محرم سب کے یہاں ہوتا تھا، مجلسیں سب کے یہاں ہوتی تھیں۔ ایسا نہیں تھا کوئی شہر سونا رہ جائے سب عزاداری کرتے ہیں آج بھی کرتے ہیں اور اُسی شان سے کرتے ہیں کوئی کمی نہیں ہے محرم میں کوئی فرق ہو جائے کہ آپ زیادہ کر رہے ہیں وہ کم نہیں۔ بڑھ بڑھ کے بڑھ بڑھ کے کر رہے ہیں امام حسینؑ کے بہت سارے معجزات میں سے یہ ایک معجزہ ہے، اور پھر اُس کے بعد جب پرچم نواز گزر جاتے تھے تو کوئی رنگ ایسا نہیں تھا جس کے پرچم نہ ہوں سودو سو پرچم سُرخ پھر سبز پھر زرد اس طرح جب سارے پرچم گزر جاتے تو سب سے آخر میں سوز خوان مرثیہ پڑھ رہے ہوتے تھے میرا نئیں کا میرا نئیں کا اور وہ مخصوص سات تارخ کے مرثیے تھے جو پڑھے جاتے تھے اُن کے ساتھ پورا مجمع چل رہا ہوتا تھا پھر سب سے آخر میں



مہندی آتی تھی۔ مہندی جو ہے وہ شادی کی یادگار ہے، جسے مہندی کہتے ہیں وہ ایک کشتی نما مجمل ہوتی تھی جیسے آپ دیکھئے انٹیس کا چاند ہوتا ہے تو اس شکل کی بنتی تھی وہ اُس کو تختِ رواں کہتے تھے وہ کاغذ اور تیلیوں سے جیسے تعز یہ بنتا ہے اس طرح وہ ہلال نما بنائی جاتی تھی اور وہ اتنی بڑی ہوتی تھی اُس دیوار سے یہاں تک اُس کو تقریباً دس بیس آدمی اٹھائے ہوتے تھے اور اُس میں پردے پڑے ہوتے تھے تو اُسے کہتے تھے تختِ رواں یعنی یہ جسے مہندی کہتے ہیں ہلال نما ہوتی ہے دراصل ایران میں دستور یہ تھا کہ جب کوئی شہزادہ مہر جاتا تھا تو تختِ رواں میں وہ چاند نما جو چیز بنی ہوتی ہے اُس میں شہزادے کا جنازہ اٹھتا تھا عام طریقے سے جنازہ نہیں اٹھاتے تھے تو چونکہ حضرت قاسم شہزادے تھے اس لئے اُن کے جنازے کی یہ شبیہ بنائی گئی ہے تو وہ کشتی نما مہندی سب سے آخر میں آتی ہے اور اُس کے بعد شمعیں روشن ہیں ماحول میں سوگواری کی فضا قائم ہو جاتی تھی اور بڑی بڑی کشتیوں میں مہندی رکھی ہوئی ہے اس طرح یہ جلوس گزرتا تھا سو طریقے کے اُس میں بینڈ باجے ہوتے اور ایسی دھوم نگاہوں میں پھر رہی ہے مہندی کا یہ جلوس تقریباً سات سات بچے نکل جاتا تھا، پھر اُس کے بعد تقریباً سمجھیں کہ بارہ بچے حسین آباد لکھنؤ کی مہندی اٹھتی تھی، محمد علی شاہ نے خواب میں مہندی دیکھی تھی اُن کو دنیا سے گئے ہوئے ڈیڑھ دو سو برس ہو چکے تھے جب ہم نے اُن کی مہندی دیکھی تو وہ مہندی دریا کے کنارے چلتی تھی تو پوری مہندی کا عکس دریا میں نظر آرہا ہوتا تھا۔ ایسا لگتا تھا شمعیں دریا میں جل رہی ہیں۔ مہندی آصف الدولہ کے امام باڑے سے نکل کر حسین آباد کے امام باڑے میں جاتی تھی ہم گولہ گنج کی مہندی کا جلوس دیکھ کر پھر بارہ بچے ادھر پہنچتے تھے کہ حسین آباد کی مہندی کی زیارت کرنا ہے ابھی وہ مہندی ختم نہیں ہوتی تھی کہ دو بچے رات کو ایک مہندی کا جلوس برآمد



ہوتا تھا، ناصر الملت مولانا ناصر حسین صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ کے محلے سے اُن کے گھر کے پیچھے سے یہ مہندی برآمد ہوتی تھی اب اس میں نہ کوئی بینڈ نہ باجانہ پرچم نہ ہاتھی نہ گھوڑے یہ شاہی مہندی نہیں تھی یہ عوامی مہندی تھی۔ اس کا کمال یہ تھا کہ اس میں کشمیری لوگ مہندی کا نوحہ پڑھتے تھے اور اس کے بانی کشمیری تھے یہ مہندی جو دو بجے رات کو نکلتی تھی جنھوں نے پہلی بار یہ مہندی لکھی جو پڑھی جاتی تھی جو ابھی پڑھی جائیگی اُن کا نام میر احسان علی احسان تھا وہ اس مہندی کے بانی تھے اور اُنہی کی مہندی اب تک پڑھی جا رہی ہے سب پڑھتے ہیں۔ ”رن میں بیوہ حسن کی پکاری، میرے قاسم کی آتی ہے مہندی“ یہ میر احسان کی لکھی ہوئی مہندی کو دو ڈھائی سو سال ہو گئے اس کو میں نے اپنی حضرت قاسم والی کتاب پہلی جلد میں یہ پوری مہندی مکمل چھاپ دی ہے تو یہ ایسی مہندی لکھی کہ میں آپ کو کیا بتاؤں کیا بتاؤں کہ سناٹا ایک دم دو بجے رات کو اور آدھی رات گزر چکی ہے اور پھر اس کو پڑھتے ہوئے تمام نوجوان اُس میں ایک اُن کا جو بزرگ تھا پڑھنے والوں میں تو وہ اُس کی عمر جو میں نے دیکھی ۶۷ تک یعنی جب تک میں انڈیا جاتا رہا ہوں یہاں سے مجلسیں پڑھنے تو جب میں ۶۷ میں گیا تقریباً دس برس پندرہ برس کے بعد اس وقت وہ بزرگ اسی پچاسی کا تھا تو وہ پڑھتا نہیں تھا مہندی سب لڑکے پڑھتے تھے لیکن وہ جب مصرع شروع ہو رہا ہوتا تھا مثلاً۔ ”کس نے کہا تھا کہ رن کو جاؤ“ تو اب یہ ”کس نے کہا تھا“ پہلے ایک دم سناٹا ہو جاتا اور مصرع پڑھنے سے پہلے وہ بس اتنا کہتا۔ ”ہائے کس نے کہا تھا“۔ اُس کی جو ”ہائے“ تھی اُس سے اتنی رقت ہوتی تھی کہ میں آپ کو نہیں بتا سکتا اور جب مہندی کا آدھا راستہ طے ہو جاتا تو وہیں سے پھر مہندی کے پیچھے ایک جھولا آتا تھا اور بس پھر وہ ماحول ماتم میں بدل جاتا تھا میر احسان علی کی لوری شروع ہوتی تھی۔ ”سو میرے



اصغر لوری دوں، آمیرے اصغر لوری دوں۔“ اب لوری شروع ہو جاتی تین ساڑھے تین بجے چار بجے اور اس طرح صبح ہوتے ہوتے جلوس پھر وہیں واپس آتا جہاں سے نکلتا تھا یہ میں نے آپ کو ایک شہر کی کہانی سنائی۔ ایک شہر کی کہانی سنائی ورنہ اگر سب جگہ کی مہندی سناؤں مثلاً بلگرام کی مہندی کا انداز، بلگرام میں بڑے بڑے ڈنکے ہوتے تھے اتنے بڑے بڑے اگر آپ سیہون گئے ہیں وہاں رکھے ہوئے آپ نے دیکھے ہوں گے تو محرم کی سات کو صبح سے میدان میں وہ ڈنکے بجتے تھے اور جیسے جیسے ڈنکے بجتے جاتے مومنین اپنے گھروں سے نکلتے آتے اور اُس میدان میں جمع ہوتے تھے۔ جب سب جمع ہو جاتے تو سوز شروع ہوتا تھا۔ ”قاسم بڑا باندھے سہرا سیس کٹاؤں جاوت ہے“ تو وہاں قیامت ہو جاتی تھی یہ بھی میں نے دوسری جلد میں اس کا حال لکھا ہے۔ یہ مہندی شروع ہوتی تھی دن بھر مہندی کے جلوس نکلتے تھے۔ بلگرام جو ہے لکھنؤ کے پاس کچھ دور پر ہے یہ سب اپنی جگہ پر یہ سب شیعہ جلوس اور مہندیاں ہیں۔ اہل سنت میں کوئی ایسا سنتی نہیں ہے کہ جو سات تاریخ کو مہندی نہ نکالے اور سب سے بڑی مہندی اہل سنت کی اجمیر میں معین الدین چشتی اجمیری کے مزار پر نکلتی ہے اور جس وقت مہندی آتی ہے اُن کے مزار پر تو اجمیر میں جگہ نہیں ہوتی لوگ ٹوٹے پڑے ہوتے ہیں جب اُن کے روضے میں حضرت قاسم کی مہندی داخل ہوتی ہے تمام صوفیا گدی نشین اُس مہندی میں حاضر ہوتے ہیں اسی طرح نظام الدین اولیا دہلی میں اُن کے یہاں مہندی آتی ہے یعنی جتنے بھی صوفیا ہیں سب کی وصیتیں ہیں کہ سات تاریخ کو اب یہ ساڑھے سات سو سال ہو چکے نظام الدین اولیا اور معین الدین چشتی اجمیری کو اور مہندی کو بھی ساڑھے سات سو سال ہو چکے نکلتے ہوئے۔

لاہور کے تکیہ مراٹھاں کے امام باڑے میں کئی برس عشرہ پڑھنے کا اتفاق ہوا۔



ساتویں محرم کو بہت غم انگیز ماحول میں مہندی برآمد ہوتی ہے۔ ناظم حسین مرحوم لاہور کے بہترین سوز خوان مہندی کے آگے جب یہ سوز پڑھتے تھے:-

قاسم بڑا باندھے سہرا سیس کٹاون جاوت ہے  
دلھن دکھیا بیٹھی تخت پہ نیناں نیر بہاوت ہے

بے پناہ گریہ ہوتا تھا۔ لاہور کے حضرات مہندی کے سجانے میں بہت اہتمام کرتے ہیں۔ تقریباً دس بارہ برس امام باڑہ خیمہ سادات لاہور میں عشرہ پڑھا وہاں بھی ساتویں محرم کو مہندی برآمد ہوتی ہے اور یہ سلسلہ آج بھی قائم ہے۔ کراچی میں کھارادر کے بڑے امام باڑے میں ہمیشہ ساتویں محرم کو مہندی نکلتی ہے اور آگ کا ماتم ہوتا ہے جس میں عزا دار قاسم دولہا، قاسم دولہا کا ماتم کرتے ہیں۔

اب آج کوئی پاکستان میں احمق اور نادان یہ کہے مہندی کیا ہے یہ تو کوئی آج کی چیز نہیں ہے اب دیکھئے یہ چار پانچ دن سے خواتین کے ٹیلی فون آرہے ہیں کچھ لوگ خواتین کو بہکا رہے ہیں کہ مہندی نہیں نکالو۔ ارے بھی ایک دو کی بات آپ سنتے کیوں ہیں اور آپ سنتی کیوں ہیں بس کہہ دو مہندی سے تبلیغ ہوتی ہے اس لیے مہندی کا جلوس بند نہیں کیا جائے گا۔ اس لئے کہ یہ اتنی قدیم چیزیں ہو چکی ہیں کہ اس میں کوئی ترمیم نہیں ہو سکتی بند نہیں ہو سکتیں اس کو روکا نہیں جاسکتا۔ اس میں اعتراض کیا ہے یہ میں تمہید میں کہہ چکا اعتراض کیا ہے کیا عیب کیا نظر آتا ہے نقصان کیا ہے اب سوال میں قائم کر رہا ہوں۔ اگر کسی کے پاس دلیل ہے تو میری اس تقریر کے بعد کوئی مجھے خط لکھ کے پہنچا دے کہ نقصانات کیا ہیں عیب کیا ہے خوبیاں ہم بتائے دیتے ہیں۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ہزاروں لاکھوں مرادیں آچکی ہیں اگر کسی کی شادی نہیں ہوتی ہے تو منت سے مہندی پہ شادی ہوتی ہے اولاد نہیں ہوتی شہزادہ قاسم



اولاد بھی عطا کرتے ہیں، رزق کی کمی ہے۔ رزق ملتا ہے تین دعائیں تو بر سہا برس سے لوگوں کی قبول مقبول ہوتے دیکھی ہیں یہ ہے فائدہ، نقصان کیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ اصل میں اپنے آپ کو نمایاں کرنے کیلئے یہ ایک نمرود کی مثال ہے جو مغرور زیادہ ہوتا ہے وہ یہ سب کرتا ہے۔ یہ سب بند کرو یہ ہٹا دو یہ ختم کر دو جیسے پچھلے سال متقی جعفری کے یہاں کی مہندی بند کی گئی جو لوگ شریک ہو رہے تھے وہاں انھیں احتجاج کرنا چاہئے تھا کہ بھی ہر سال مہندی نکلتی ہے کسی وجہ سے بند کی گئی اچھا ایک اگر متقی جعفری کے یہاں کی مہندی بند ہو گئی تو پوری دنیا میں جہاں جہاں نکل رہی ہے مہندی بند ہو جائیگی، ایک سے کیا آپ اپنا نقصان کر کے بیٹھ گئے ساری دنیا نقصان کر لے گی یہ بات ہوئی تو بند ہونے کا تو سوال ہی نہیں اس میں اور ترقی انشاء اللہ ہوگی۔ ایران میں بھی ہے عراق میں بھی اور عراق میں تو خیمہ گاہ حسینی بنا ہوا ہے اُس میں خصوصی طور سے یہ جتنی بڑی آپ کی مسجد ہے اتنا بڑا ایک حجرہ بنا ہوا ہے جسے جملہ عروسی قاسم کہتے ہیں ہم دیکھ کے آئے ہیں جن لوگوں نے زیارت کی ہے کب سے بنا ہوا ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں عقد قاسم ہوا کون سا ایسا عالم مجتہد ہے ایران عراق کا جو وہاں نہیں گیا اور وہاں خصوصی طور پر یہ مشہور ہے جس کے اولاد نہیں ہوتی تو اس جملہ عروسی میں آکے بڑے بڑے علماء نے دعا کی ہے اور اُن کے لئے ناممکن بات ممکن ہو گئی اور اولاد ہوئی یہ سب تاریخی باتیں ہیں۔ اب اُس پہ اور بحث بڑھی کہ مقصد کیا ہے مہندی کا تو مقصد ہر چیز کا علمی طور سے آپ پتہ لگائیں عوام میں نہ پوچھتے پھریں عوام میں ہر اس نہ پھیلائیں، آپ کتابیں پڑھیں اور علماء کے پاس بیٹھیں تو کل آپ پوچھیں علم حضرت عباس کا مقصد کیا ہے، تابوت کا مقصد کیا ہے، ذوالجناح کا مقصد کیا ہے، مقصد تو بہت ہیں۔ آپ کو اتنی عقل ہے کہ آپ یہ باتیں



سمجھ سکیں۔ اللہ اتنی عقل بھی دے ہم جب سمجھائیں تو یہ باتیں آپ کی سمجھ میں بھی آجائیں، بجائے اس کے کہ ہم سمجھانے بیٹھ جائیں ہماری عادت تو یہ ہے کہ پوچھنا شروع کرتے ہیں حجرِ اسود کا مقصد کیا ہے فائدہ اُس پتھر کا، فائدہ مقامِ ابراہیمی کا، فائدہ میزاب کا، فائدہ حطیم کا، فائدہ ارے چھوڑیئے کعبہ کا کوئی فائدہ اب تک تو میرے سمجھ میں آیا نہیں کہ کیا فائدہ ہوا اور امت کو اُس سے کیا فائدہ پہنچا۔ مسجدِ نبوی سے فائدہ تو فائدے تلاش کر رہے ہیں آپ۔ ہر چیز میں کوئی نہ کوئی فائدہ ہے جب ہی اللہ نے رکھا ہے۔ اب وہ فائدے گوائے جائیں تو پھر عشرے پڑھے جائیں۔ حجرِ اسود کا فائدہ، چومنے کے لیے ٹوٹے پڑ رہے ہیں کیا مطلب فرشتے کیا نمبر بڑھائیں گے کہ اس نے بہت سارے بوسے دیئے ہیں کیا مطلب ہے کیا پیار ہے حجرِ اسود سے پتھر سے کیا محبت ہے لوگ دل سے محبت نہیں کرتے تو پتھر کیا ہے اور کوئی ایسے کہ بھائی کسی عظیم ہستی سے وہ متعلق ہو وہ بھی ایسا نہیں ہے۔ اب روایتیں ہیں تو روایتیں تو علم حضرت عباسؓ کے لئے بھی ہیں۔ روایتیں تو تابوت کے لئے بھی ہیں، روایتیں مہندی کیلئے بھی ہیں، تو جب روایت پر آپ آگئے۔ تو پھر روایتی انداز سے رہئے، یہ سوالات کا ہے کے لئے ہیں۔ ہم تو یہ پوچھ رہے ہیں کہ اس پتھر کا کیا فائدہ ہے اور یہ پتھر کہاں سے آیا اور اس کی اہمیت کیا ہے۔ کا ہے کیلئے حجرِ اسود چوما جا رہا ہے آپ کہیں گے روایت ہے تو پھر مہندی کی بھی روایت ہے۔ جب وہاں روایت شروع ہو رہی ہے کہ کہاں سے آیا۔ ارے بھی کسی پیغمبر کی انگوٹھی میں لگا ہوتا اب اتنا بڑا پتھر تو نہ ہی کوئی اپنی انگوٹھی میں لگا کے بیٹھا ہوگا۔ مطلب یہ کہ اگر آدمؑ کے پاس تھا بھی تو آدمؑ اس سے کیا کام لیتے تھے میرے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک پتھر کا لکڑا انبیاء کے کس کام آیا نہیں چپ نہ بیٹھیں آپ حیران و پریشان نہ ہوں بس ایسے ہی لگا ہوا ہے۔ بس ہم



دیکھتے آرہے ہیں تو سوال یہ ہے کہ کروڑھا حاجی یہ نہیں جانتے کہ حجرِ اسود کیا ہے بس سب چوم رہے ہیں ہم بھی چوم رہے ہیں۔ تو اب سوالات نہ کرو مہندی نکلے گی بس سب نکال رہے ہیں تم بھی نکالو زیارت کرو، گریہ کرو، ماتم کرو، بوسے دو، احترام کرو، خانہ کعبہ میں جو دروازہ ہے۔ یہ وہی دروازہ ہے جو حضرت ابراہیمؑ کے دور میں لگا تھا یا حضورؐ کے دور میں لگا تھا۔ دروازے بدلتے رہتے ہیں اُس دور میں سونے کا دروازہ نہیں تھا جیسا اب لگا ہے تو دروازے بدل رہے ہیں تو اب وہ دروازہ تو نہیں رہا جو ابراہیمؑ کے دور میں تھا یہ سعودی حکومت کا لگایا ہوا ہے اُسے بھی چوم رہے ہیں۔ بھی میں ایک لکڑی کا دروازہ بنا کے لے جاؤں اور کعبہ میں لگوا دوں اُسے بھی چوم رہے ہیں میرے بنوائے دروازے کا بھی احترام کیا جائے گا اس لیے کہ کعبے میں لگا ہوا ہے۔ کعبے کے غلاف الگ الگ ملکوں میں بن رہے ہیں۔ دوسرے ملکوں سے آرہے ہیں وہ چڑھائے جارہے ہیں سب اُسے چوم رہے ہیں یعنی درزیوں کے سیئے ہوئے غلاف بازار کا خرید اٹھل اور مسلمان چوم رہے ہیں آنکھوں سے لگا رہے ہیں نہیں صاحب نسبت ہو گئی ارے بھائی نسبت ہی کی تو بات ہو رہی ہے کیونکہ مہندی کو شہزادہ قاسم سے نسبت ہے اب کیوں ہے یہ نہیں پوچھنا ہے۔ بس یہ کہ حق ہے۔ وَقُلْ جَاءَ

الْحَقُّ وَرَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۱)

حق ہمیشہ باقی رہے گا باطل مٹنے کیلئے ہے سورہ بنی اسرائیل آیت اکیاسی تو اب کیا اللہ نے پہچان بتائی اللہ نے بتایا کہ باطل کو مٹتے رہنا ہے اور حق کو باقی رہنا ہے میں نے آپ کو بتا دیا صدیوں سے مہندی اُٹھ رہی ہے اس کے معنی حق ہے اگر خدا خواستہ یہ غلط ہوتی تو مٹ چکی ہوتی۔ دیکھئے پھر بات کو سمجھئے اللہ کہہ رہا ہے کہ حق جَاءَ الْحَقُّ-حق باقی رہنے کیلئے ہے یعنی اُسے کوئی باقی نہیں رکھ رہا ”إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا“



تو باطل جو ہے وہ مٹنے کیلئے ہے کوئی مٹا نہیں رہا۔ بھی اللہ نے معیار بتایا کہ بس باطل مٹا جاتا ہے مٹا جاتا ہے۔ ایک عمل ہے اور حق روشن ہوتا جاتا ہے روشن ہوتا جاتا ہے ایک عمل ہے کوئی مدد نہیں کر رہا تو عزاداری نہ کوئی روک رہا ہے نہ بنا رہا ہے وہ بڑھتی جا رہی ہے۔ حق ہے حق ہے اور دشمن جو ہیں یزیدی مٹتے جا رہے ہیں، مٹتے جا رہے ہیں، مٹتے جا رہے ہیں۔ (نعرہ حیدری) ... پورے قرآن میں دو سو چوبیس جگہ حق کا لفظ آیا اور باطل کا لفظ سترہ مرتبہ اور تقریباً چودہ بار لفظ حق پر تشدید لگ گئی ”ہٹا کہ بنائے لا الہ است حسین“ یہ ہٹا کا لفظ قرآن میں چودہ مقامات پر ہے وہیں سے اٹھا کے لایا گیا ہے ”ہٹا کہ بنائے لا الہ است حسین“۔ تو بھی یہ بنائے ”لا الہ“ ہے مہندی نہیں ہے۔ اس کا نام آپ مہندی کیوں لیتے ہیں۔ یہ علم یہ تابوت یہ تعزیہ ذوالجناح یہ الگ الگ بچوں کو پہنچوانے کے لئے نام ہیں ورنہ سب کو ملا کر کیا کہتے ہیں۔ ہٹا کہ بنائے ”لا الہ“ ایک ہے ”لا الہ“۔ اُس کی جو بنیاد ہے وہ یہ چیزیں ہیں یہ ہیں تو ”لا الہ“ ورنہ نہیں ہے۔ مہندی کیا ہے ہٹا کہ بنائے ”لا الہ“ مہندی بنا ہے بنا۔ اب اگر محقق بننے کا کسی کو شوق ہے۔ بھی شادی ہوئی تھی کہ نہیں ہوئی۔ ارے نہ ہو مہندی اپنی جگہ ہے جواز اور دلیل ہر بات میں ہاں یہی تو کہا گیا یعنی جو کر بلا میں نہیں ہوا وہ کرتے ہیں ارے بھی تابوت کا کیا مطلب ہے چونکہ جنازے نہیں اٹھے اس لئے اٹھ رہے ہیں چونکہ علم گر گیا اس لئے اٹھ رہے ہیں چونکہ مہندی نہیں نکلی اس لئے نکل رہی ہے۔ یہ ہے فلسفہ جو نہیں ہوا وہ کرنا ہے کہ ماؤں کی حسرتیں تھیں اب آج کی مائیں وہ رسم پوری کریں اور بیٹے مہندی اٹھائیں مائیں سچائیں بیٹے اٹھائیں یہ رتبہ کوئی کم ہے۔ سمجھیں اسے یہ رتبہ کوئی کم ہے کہ ایک ماں آج کی اٹھی اور کہنے لگی بیٹا اگر اُمّ فروہ مہندی لے کر جاتیں دھن کے گھر تو مہندی



کی کیا شان ہوتی، ایسا ہوا نہیں تو اب تاسی اُم فروہ میں ماں نے بھی مہندی سجادِی بیٹے سے کہا نکالو لے جاؤ۔ دنیا کو بتاؤ قاسم کی مہندی ہے اس میں بدعت کیا غلط کیا اُس ماں کا رتبہ کتنا عظیم ہو گیا اور وہ بیٹے کتنے خوش نصیب ہیں جو قاسم کے بھائی کی طرح بھائی کی مہندی لئے جارہے ہیں یہ رتبوں کی بلندیاں ہیں مہندی نہ دیکھو عزاداروں کو دیکھو۔ پورے تمام عالم میں جہاں جہاں عزاداری ہو رہی ہے کہیں اگر کسی نے مہندی پہ تقریر کی ہو بتائیے گا کیسٹ محفوظ ہو رہا ہے اب یہ سب کے کام آئے گا۔ امریکہ لندن جہاں سے اعتراض اٹھے۔ آپ جواب نہ دینے بیٹھے گا صحیح غلط گفتگو کی ضرورت نہیں ہے بس یہ کہو کہ یہ سی ڈی دیکھو ضمیر اختر نقوی کی لے لیجئے گا ”قاسم کی مہندی“ اور تحفے میں دے دیجئے گا کمپیوٹر میں انٹرنیٹ میں ڈال لیجئے گا۔ ”قاسم کی مہندی“ یہ لو جواب یہ لو جواب اور عورتوں کی جو مجلس پڑھنے والیاں ہیں اگر وہ یہ مخالفت کر رہی ہیں تو اُن کو کیا حق ہے۔ جب وہ تحقیق کی منزل تک نہیں پہنچیں تو ایک دو جملے سن کر بات نہ کریں یا تو میری کتابیں پڑھیں یا میری تقریریں۔ اُن کو یہ مسئلہ سمجھا بھی نہیں سکتا اس لئے کہ اتنی گہری نظر نہیں ہے سننے میں آیا وہ بیٹھے ہیں حسن صغیر کے بیٹے علی نے بتایا کہ کسی ذاکر نے کہا کہ یہ فاطمہ کبریٰ کی شادی تو حسن ثنیٰ سے ہوئی تھی قاسم سے نہیں ہوئی تھی یہ کیا بات ہوئی ارے بھائی حسین کے تین بیٹے تھے تینوں کا نام علی تھا۔ حضرت سید سجاد علی ابن الحسینؑ، علی اکبر علی ابن الحسینؑ، علی اصغر علی ابن الحسینؑ، تینوں بیٹے علی ابن الحسینؑ ہیں، اکبر، اصغر تو مورخ کی پریشانی ہے۔ بھی امام حسینؑ یہ نہیں کہتے تھے کہ اکبر ہیں یہ اصغر ہیں۔ امام حسینؑ سب کو یہی کہہ کر پکارتے تھے علی۔ علیؑ امام حسینؑ کو صرف علیؑ کہنا ہے۔ اکبر اصغر نہیں کہنا ہے۔ یہ تو ہم کہہ رہے ہیں تو اسی طرح حسینؑ کے ہر بیٹے کا نام علیؑ ہے کسی نے کہا علیؑ



کہا ہاں اپنے باپ سے محبت اسی طرح ماں سے محبت اور یہ پتہ لگانا مشکل ہے کہ حسینؑ کو ماں سے زیادہ محبت تھی یا باپ سے اس لئے ہر بیٹی کا نام فاطمہؑ رکھا۔ کبرؑ تو آپ نے نام کا حصہ بنایا صغراؑ تو آپ نے نام کا جزو بنایا صغراؑ تو آپ نے نام فاطمہؑ کے ساتھ کہا حسینؑ ہر بیٹی کو کہتے تھے فاطمہؑ فاطمہؑ۔ بھی کبرا صغراؑ کی بحث تو آپ کر رہے ہیں۔ تو ایک فاطمہ حسنؑ ثنیٰ کی زوجہ ہیں اب اُس کے علاوہ اور فاطمہؑ ایک مدینے میں فاطمہؑ ہیں تو امام حسینؑ علیہ السلام کی تقریباً چھ بیٹیاں تھیں تو یہ کیا بحث کہ کون تھیں یعنی حسنؑ ثنیٰ کی جو زوجہ ہیں آپ صرف انھیں کو تسلیم کیوں کر رہے ہیں امام حسینؑ کی دیگر بیٹیوں کے نام بھی فاطمہؑ ہیں، کتاب پڑھئے پتہ لگائیے۔ دیکھئے امام حسنؑ علیہ السلام کے اٹھارہ بیٹے ہیں گھر میں شادیاں ہو رہی ہیں۔ جو شادی کے لائق تھے دونوں بھائی برابر کے ہیں کوئی فرق نہیں ہے کہ آگے پیچھے شادی ہوئی ہے۔ اولادیں بھی برابر کی ہیں۔ بھی حسنؑ ثنیٰ امام حسنؑ کے بیٹے کر بلا میں چوبیس برس کے ہیں حسینؑ کے فرزند زین العابدینؑ بھی چوبیس برس کے ہیں حسنؑ کی بیٹی فاطمہؑ زین العابدینؑ کی زوجہ ہیں اور حسینؑ کی بیٹی فاطمہؑ حسنؑ ثنیٰ کی زوجہ ہیں۔

اب سن لیجئے امام حسینؑ کی چھ بیٹیاں ہیں اور سب کا نام فاطمہؑ ہے ایک بیٹی حسنؑ ثنیٰ کی زوجہ ہیں چھ بیٹیوں میں ایک بیٹی کا نام زینبؑ بنتِ الحسینؑ، ایک بیٹی کا نام اُمّ کلثومؑ، ایک بیٹی کا نام سکینہؑ، ایک بیٹی کا نام رقیہؑ، یہ ہیں ساری بیٹیاں۔ ان کو ملنا نہیں ہے یعنی سب فاطمہؑ کہی جائیں گی اور شیخ صدوقؑ نے لکھا کہ جو لوگ کہہ رہے ہیں کہ صاحب حسنؑ ثنیٰ کی زوجہ فاطمہؑ تو صاف روایت ہے شیخ صدوقؑ کی چھپی ہوئی کتاب ”امالی“ میں پڑھ لیجئے یہ کہ جن کو فاطمہؑ بنتِ الحسینؑ لکھا شیخ صدوقؑ نے وہ کہتے ہیں کہ دربار میں فاطمہؑ کبرؑ روایت کرتی ہیں کہ جب میری طرف اشارہ ہوا تو



میں نے ڈر کی وجہ سے اپنے سے بڑی بہن کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا اس کے معنی ہیں جو فاطمہ مشہور ہیں جنہیں آپ فاطمہ کبرا کہہ رہے ہیں اُن سے بڑی بھی ایک بہن موجود ہیں اور دو جگہ شیخ صدوق نے جناب کلثوم بنت الحسینؑ کا ذکر کیا۔ تو اتنی تحقیق کہاں ہوئی ہے کہ سب کے نام یاد ہو جائیں کتابیں اٹھا کے دیکھئے۔ اب ظاہر ہے کہ اُن بیٹیوں کی شادیاں بھی کہیں نہ کہیں ہوئی ہوں گی، امام حسینؑ کی چھ بیٹیوں میں دو بیٹیاں کسن معصوم ہیں جناب سیکینہ اور جناب رقیہ لیکن چار بیٹیوں میں تین فاطمہ ہیں ایک فاطمہ بنت الحسینؑ جن کو اُمّ عبداللہؑ بھی کہتے ہیں یہ حضرت حسنؑ کی زوجہ ہیں۔ دوسری فاطمہ کبرا اور تیسری فاطمہ صغرا، چوتھی بیٹی زینب بنت الحسینؑ اور پانچویں بیٹی اُمّ کلثوم بنت الحسینؑ اس طرح چھ کے بجائے سات بیٹیاں ثابت ہیں اور سیکینہ اور رقیہ کو ایک ہی بیٹی کے دو نام تسلیم کریں تو چھ بیٹیاں مستند طریقے سے ثابت ہیں۔

اُن بیٹیوں میں سے کسی ایک کا عقد حضرت قاسمؑ کے ساتھ ہو سکتا ہے اس مسئلے کو اتنا کاہے کے لیے اچھالا جائے اس میں کیا حیرت کی بات ہے شادی ہوئی ہوگی اچھا رہ گیا شادی سے متعلق کہ بھی یہ مہندی جو ہے دراصل مسئلہ یہ ہے کہ کربلا میں ہر شے کو شامل ہونا تھا تا کہ اُسے شکوہ نہ ہو حسینؑ سے اذن لیا ہے ہر شے نے پانی نے کہا آؤں حسینؑ نے کہا ٹھہر جا، لیکن قیامت تک عزاداری میں رہے گا، سبیل کی شکل میں، مٹی نے کہا آؤں حسینؑ نے کہا نہیں ٹھہر جا، اس وقت مدد نہیں برداشت لیکن خاکِ شفا بنا دوں گا۔ ہوانے کہا آؤں حسینؑ نے کہا نہیں ٹھہر جا، لیکن ہوا کے ذریعے ماتم مجلس پہنچاتی رہنا پیغمبر بن جا اے ہوا۔ آگ نے کہا آؤں کہا ابھی نہیں جب عزادار تجھ پہ چلیں تب آنا۔ تو ہر ایک نے اذن لیا کہ حسینؑ میں آپ کے ساتھ نسبت میں عزت دار بن جاؤں۔ گلاب کے پھول نے کہا آؤں، حسینؑ نے کہا ہاں بلندی



ملے گی تجھے تابوت علم تعزیئے میں تجھے سر پر رکھیں گے، شمع نے کہا میں آؤں حسینؑ نے کہا ایسی زندگی دوں گا اتنے بڑے بڑے بلب جل جائیں گے لیکن تو ہمیشہ روشن رہے گی روشنیوں کے شہر میں تجھے روشن کیا جائے گا۔ یہ شمع کو عزت حسینؑ سے ملی، خوشبوؤں نے کہا آئیں حسینؑ نے کہا آؤ لوبان، اگر حسینؑ نے کہا آؤ عزاداری میں شامل ہو جاؤ، چاندی نے کہا آؤں، حسینؑ نے کہا آ جاؤ پنجہ بن جاتا ہے نہ گلٹ نے پیتل نے سونے نے جواہرات نے ہر شے چاہتی تھی عزاداری میں شامل ہو جائیں۔ ہر درخت نے پکارا ہر پہاڑ نے پکارا ہر مٹی نے پکارا ہر زمین نے پکارا، چاند نے پکارا، سورج نے ستاروں نے، آسمان نے، فرشتوں نے، جنوں نے، حسینؑ اپنی عزاداری میں سب کو بلاتے گئے آپ کیا چاہتے ہیں کہ بس آپ رہیں اور کوئی نہ رہے، ایسے میں مہندی نے آواز دی میں آؤں۔ (نعرہ حیدری) مہندی نے یہ کہا کہ چاہے مٹی آئے یا پانی آئے یا ہوا آئے اے آقا حسینؑ مجھ کو ایک شرف حاصل ہے، حسینؑ نے کہا کیا؟ مہندی نے کہا میں دونوں بھائیوں کی یادگار ہوں۔ میں سرخ بھی ہوں میں سبز بھی ہوں، میں حسنؑ کی بھی ہوں میں حسینؑ کی بھی ہوں میں حسنیؑ بھی ہوں حسینیؑ بھی ہوں اور میرا نیس نے کہا۔

دنیا میں ایک شجر ہے جس کو نہیں ہے چین

ظاہر غم حسن ہے تو باطن غم حسینؑ

ظاہر میں مہندی سبز ہے حسنؑ کی ماتم دار ہے۔ اب جو اندر سے سرخی نکلی تو حسینؑ کی ماتم دار بنی۔ رنگ چڑھا شہادت کا اور خوشبو ایسی کہ حسنیؑ بھی حسینیؑ بھی کیونکہ قاسمؑ کے رنگ سے منسوب ہو گئی اس لئے پاکیزہ ہو گئی۔ اب دیکھئے پاکیزہ ایسے ہو گئی کہ ہاتھوں میں لگانے کے بعد خواتین اُس کو سیراتی ہیں پھینکتی نہیں ہیں مہندی کو نہایت پاکیزہ تصور کیا



جاتا ہے۔ مہندی کی رسم عرب، عراق اور ایران میں بھی پائی جاتی ہے۔ آپ عراق چلے جائیں کوئی روضہ ایسا نہیں ہے کہ جہاں مہندی کے چھاپے نظر نہ آتے ہوں۔ امام حسینؑ، حضرت عباسؑ، حضرت خُرق کے روئے پر عراق کی عورتیں ہاتھ میں مہندی لگا کر آتیں ہیں اور دیوار پر چھاپے لگاتی ہیں۔ کہتی ہیں یہ ہماری منت ہے، اب کوئی عراق میں جا کے سارے عوام کو روک لے۔ وہاں تو روضہ خُرق پر حضرت خُرق کی مہندی نکلتی ہے کسی کو کیا پتہ اب یہ مہندی صرف شادی کا سمبل نہیں رہی یہ عزاداری کا سمبل بن گئی تو یہ پیکس شادی کیوں یاد آتی ہے یہ مہندی یہ بتاتی ہے جلوس میں آکر کہ تم سلامت تمہاری اولاد سلامت تمہارے گھروں میں مہندیاں باقی رہیں۔ ایک گھر تھا وہ اجڑ گیا تو میں اُس گھر کے ساتھ ہوں جو اجڑ گیا جہاں مہندی نہیں ہوئی تمہارے گھر کی آبادی اس سے رہے گی پاکیزگی بڑھ گئی اور ابھی آپ پڑھیں گے میری کتاب ”شہزادہ قاسم کی مہندی“ میں کہ شیخ صدوق نے ہی امام جعفر صادق علیہ السلام سے حدیث لکھی ہے کہ مومنہ عورت کو کبھی اپنے ہاتھ خالی نہیں رکھنا چاہئے ہیں ہمیشہ مہندی لگا کر رکھنا چاہئے آگے کا جملہ ہے چاہے وہ اسی برس کی بڑھیا کیوں نہ ہو حضورؐ کی حدیث ہے امام صادقؑ نے سنائی ہے شیخ صدوق نے ”امالی“ میں لکھی ہے کتاب چھپی ہوئی ہے خرید کے پڑھ لو۔ حدیث اُس میں موجود ہے اب رہ گیا صاحب عرب میں مہندی نہیں تھی مشہور عربی کتاب ”مناقب شہر آشوب“ یہ کتاب بھی چھپی ہوئی موجود ہے مولانا ظفر حسن صاحب نے اُس کا ترجمہ کیا ہے۔ اب اُس میں سے سناتا ہوں کہ جب کربلا میں خیام لٹے اُس میں جو سامان لٹا تھا اُس میں مہندی بھی تھی اور جب لشکرِ یزید کی عورتوں نے وہ مہندی لگائی تو اُن کو سفید داغ کوڑھ ہو گیا۔ مہندی خیام میں موجود تھی کوئی کہے عرب میں نہیں ہوتی۔ دورِ وائتیں میں نے سنا دیں ہزار برس پرانے راوی کی تو بات سنا دی میں نے۔ اور یہ شیعوں کی مستند



کتابیں ہیں اُس میں روایت ہے۔ اب کسی کو دیکھنا ہے تو کتاب کو پڑھ کر کے دیکھ لے بات تو ہے مطالعہ کی بات تو ہے پڑھنے کی۔ تقریر ختم ہوئی۔ کیا ہے مہندی سب سے مشہور خطیب شیعوں کے ذاکر جعفر شوستری جنھوں نے ایران عراق میں مجلسیں ایجاد کیں مجلسوں کی کتابوں میں انھوں نے جملہ لکھا ہے کہ نہ ہو مہندی کر بلا میں لیکن قاسم کے ہاتھ میں مہندی لگی اور وہ لہو کی مہندی تھی سہرا بندھا خون کی دھاروں کا سہرا تھا نجم آفندی نے کہا مہندی نوے میں۔

پریم نگر کا پنپتی قاسم موت سے بیاہ رچائے گیا  
ہنسی خوشی کا جانا ٹھہرا دولہا بن کے آئے گیا

نجم آفندی کا مشہور نوحہ ہے۔ اور پھر جعفر شوستری کہتے ہیں کہ دُلہن کے ہاتھوں میں کنگن نہیں تھے اور مہندی نہیں تھی۔ دُلہن کے ہاتھ میں کنگن تھے۔ لیکن رسیوں کے کنگن تھے اور جب کلائی کا خون ہتھیلی تک آیا تو دُلہن کے ہاتھ میں مہندی بھی لگ گئی یہ تو موڈت کی باتیں ہیں۔ ارے بھائی یہ کر بلا کو سمجھنے اور سمجھانے کی باتیں ہیں جس کے دل میں پیار محبت موڈت کا جوش ہوگا جہاں ممتا ہوگی ہونی چاہئے۔ ان باتوں کو سمجھنے کیلئے خواتین ہیں۔ مائیں ہیں جو اچھی طرح سے سمجھیں گی، اگر ان کو اُمّ فروہ سے محبت ہے تو یہ کہ قاسم کو حسینؑ نے جانے نہیں دیا بار بار کہتے تھے تم میرے بھائی کی نشانی ہو قاسمؑ میں تمہیں کیسے جانے دوں تو یہ ماں کا استقلال تھا کہ خیمے سے آواز آئی بیوہ کا ہدیہ ہے حسینؑ رد نہ کیجئے قاسم کو جانے دیجئے اور جس طرح قاسمؑ نے اجازت لی چچا کے گلے میں دونوں باہیں ڈال دیں۔ بہت پیار کرتے تھے قاسمؑ چچا سے بہت راج دارے تھے چونکہ تین برس کی عمر میں یتیم ہو گئے تھے حسینؑ نے بڑا خیال رکھا اور علی اکبرؑ کی طرح قاسمؑ کو چاہا اور جب اجازت نہ ملی قاسمؑ سر کو جھکائے خیمے میں جا کے بیٹھ گئے ماں نے کہا بیٹا



تمہارے بابا حسنؑ نے دنیا سے جاتے وقت ایک تعویذ تمہارے بازو پر باندھا تھا اور کہا تھا جب بلا و مصیبت کا دن آئے تو اسے کھول کر پڑھ لینا قاسمؑ وہ پڑھو باب کا وصیت نامہ پڑھا اُس میں لکھا تھا قاسمؑ ہم کر بلا میں نہیں ہوں گے جب میرے بھائی حسینؑ پر دشمنوں کی یلغار ہوگی اگر میں ہوتا تو حسینؑ پر سے جان فدا کرتا۔ قاسمؑ اپنی جان حسینؑ پر فدا کر دو۔ تحریر کو پڑھتے ہی خوش ہو گئے چہرہ کھل گیا حسینؑ کے پاس آئے کہا چچا یہ دیکھئے بابا کی تحریر۔ حسینؑ نے بھائی کی تحریر کو دیکھا آنکھوں سے لگا یا سر پہ رکھا بوسہ دیا تحریر کو دیکھ کر رونے لگے۔ تو کہا قاسمؑ بھائی نے تمہیں ایک وصیت کی تھی اور ایک ہم سے وصیت کی تھی ایک بار خیمے میں آئے کہا وہ لباس لاؤ جو میرے بھائی حسنؑ کا لباس تھا۔ جناب زینبؑ نے لا کر لباس دیا امام حسینؑ نے کہا ارادہ یہ ہے کہ ہم قاسمؑ کا عقد کریں اور بے اختیار سر پہ عمامہ باندھ کر تحت الحنک کو سر کے اوپر لٹکا دیا لیکن ہائے جہان میں کسی کی ایسی شادی نہیں ہوئی حسینؑ نے تو گریبان پھاڑ دیا۔ قاسمؑ کا گریبان پھٹ گیا ارے یہی قاسمؑ کی بارات ہے یہی دولہا بن کے گھوڑے پہ چڑھے ہیں موت سے بیاہ ہے قاسمؑ کا ارے یہ تو جہاد ہے یہ دین کی خدمت ہے۔ زینبؑ نے کہا گریبان کیوں پھاڑ دیا کہا زینبؑ تاکہ اشتیاق دیکھ لیں بچہ یتیم ہے میرے بچے پہ رحم کریں۔ حسینؑ کا انتظام یہ اور انوارِ شہادت کتابِ مقتل میں یہ جملے لکھے ہیں کہ واحد شہید قاسمؑ ہیں جن پر چاروں طرف سے تیر تو چلے لیکن پتھروں سے بھی مارا گیا اتنے پتھر چلے کہ چودہ برس کا بچہ زخموں سے چور چور ہو گیا۔ ہائے پتھر مارے جا رہے ہیں۔ لو ہوگئی تقریر تم جیو تم سلامت رہو تمہارے گھر آباد رہیں تمہارے بیٹوں کی شادیاں ہوں سہرے بندھیں مہندی نکلے قاسمؑ کے صدقے میں لیکن جب بیٹے کو دولہا بنانا تو قاسمؑ کو نہ بھولنا اُم فروہؑ کو یاد کرنا کہ اُن کا بیٹا دولہا بنا کس طرح میدان میں گیا کچھ دیر کے بعد آواز آئی چچا



آپ پر سلام حسینؑ کو غیظ آیا کہا عباسؑ میرا قاسمؑ گھوڑے سے گر گیا دونوں بھائی چلے  
مگر یہاں گھوڑے سواروں نے قاسمؑ کو زندگی میں پامال کر دیا۔ ادھر کے گھوڑے ادھر  
دوڑائے جارہے تھے اور قاسمؑ کی آواز آرہی تھی۔ چچا بچائیے ارے حسینؑ  
گھوڑے سے اترے اور کہا قاسمؑ مجھ پر بہت شاق ہے کہ تم چچا کو پکارو اور وہ تمہاری  
مدد نہ آ سکے۔

میرا بیٹا کہتے ہیں:-

بھاگڑ میں خوں سے رن کی زمیں لال ہو گئی  
دوہا کی لاش گھوڑوں سے پامال ہو گئی





باب ۱.....

## عرب میں مہندی لگانے کی رسم

عورت کو ہاتھ میں مہندی لگا کر رکھنا چاہیے:

علامہ شیخ صدوق بن بابویہ قمی ”امالی“ میں لکھتے ہیں:-

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى بْنِ الْمُتَوَكِّلِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى  
الْعَطَّارِ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدَ بْنِ عِيسَى عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ أَبِي نَصْرِ  
الْبَزَنْطِيِّ عَنْ دَاوُدَ بْنِ سَرْحَانَ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ لَا يَنْبَغِي لِلْمَرْأَةِ  
أَنْ تَعْطِلَ نَفْسَهَا وَلَوْ أَنْ تُعَلِّقَ فِي عُنُقِهَا قِلَادَةً وَلَا يَنْبَغِي أَنْ تَدْعَ  
يَدَهَا مِنَ الْخَضَابِ وَلَوْ أَنْ تَسْمَهَا بِالْحَنَاءِ مَسَاوَانٍ كَانَتْ مَسْنَةً

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے  
آپ کو (امکان کی صورت میں) بغیر زیور کے رکھے، خواہ وہ گلوبند ہی کیوں نہ ہو اور  
اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو بغیر خضاب کے رکھے خواہ ہاتھوں پر مہندی  
ہی کیوں نہ لگائے اور بوڑھی ہی کیوں نہ ہو چکی ہو۔

کر بلا میں مہندی کا وجود:

علامہ محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی ”مناقب“ میں لکھتے ہیں:-



”جب خیموں کو تاراج کیا گیا اور مال و اسباب لوٹا گیا تو فوج یزید نے مالِ غنیمت میں مہندی بھی پائی اور جس جس عورت نے وہ مہندی اپنے ہاتھوں میں لگائی اُس کے ہاتھ سفید (برص ہو گیا) ہو گئے“۔ (مناقب شہر آشوب)

مدینے میں مہندی:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:-  
واقعہ کربلا کے بعد کسی ہاشمی عورت نے نہ مہندی لگائی نہ سر میں تیل ڈالا نہ آنکھوں میں سرمہ لگایا تا اینکه مختار نے ابن زیاد کا سر روانہ کیا۔ (بحار الانوار جلد دس صفحہ ۲۳۵)

مہندی قاسم کیا ہند و رواج سے عبارت ہے؟

مسئلہ: کیا ارشاد ہے اس مسئلے میں کہ جس طرح مہندی روا سم اہل ہند سے ہے اُسی طرح سے مانجھا، سانچق ۱۔ اور برات بھی اہل ہند کی رسموں میں سے ہے پھر مہندی حضرت قاسم کو کیا خصوصیت ہے؟

جواب: یہ عاصیانہ شبیہ ہے جو قابلِ اعتناء نہیں ہے بہت سے روا سم اہل ہند میں اس قسم کے ہیں چنانچہ دستور ہے کہ بچہ پیدا ہونے پر خوشی کی جاتی ہے۔ شیرینی (۱۔) سانچق ایک رسم ہے جو مانجھا اور مہندی کے بعد ہوتی ہے جس میں بری کے ساتھ میوہ، دہی کی مکلیاں وغیرہ دلہن کے گھر بھیجی جاتی ہیں اور غیریری روٹیاں، بڑھیاں اور چنے کی دال پکا کر دو لہا کے خاندان میں تقسیم کی جاتی ہے۔)

تقسیم ہوتی ہے سٹھورا عوام میں بٹتا ہے، اس لحاظ سے تیرہ رجب کو کوٹڑے شیرینی کے ہوتے ہیں، سٹھورا کیوں نہیں بنتا، چھٹی کیوں نہیں کی جاتی۔ شبِ برات میں حضرت حمزہؑ کی فاتحہ کا دستور ہے روٹی اور حلوہ کیوں بنتا ہے، حاضری کیوں نہیں بنتی، حضرت عباسؑ کا علم اٹھتا ہے، بارہ علمدار لشکر تھے ان کا علم کیوں نہیں اٹھتا۔ جنازہ و



تا بوت اٹھتا ہے غسل و کفن و دفن کیوں نہیں ہوتا۔

یہ سب لغو خیالات ہیں مہندی کو خصوصیت یہی ہے کہ اصل اس کی عرب و عجم سے بھی ہے اضافہ و ترقی اہل ہند نے کی، حنا ہندی عرب و عجم میں بھی ہوتی ہے وہی رسم اہل ہند میں اس طرح ہوتی ہے خصوصاً کاغذی مہندی جو ہند میں مرسوم ہے اس کا وجود صاف بتاتا ہے کہ یہ انھیں اطراف عراق و ایران سے آئی ہے اس لیے کہ مہندی کاغذی شبیہ تخت رواں ہے جو سواری روسا و شاہزادگان عجم سے ہے جس میں روساء اور شاہزادگان علماء و عمائد کی نعشیں اٹھائی جاتی ہیں۔ پس مہندی کا رواج یا اس وجہ سے ہے کہ اس کو تا بوت جناب قاسم قرار دیا ہے یا بغرض سواری ہے جس طرح دلدل، محل، کجاوہ بناتے ہیں۔ مہندی بشکل تخت رواں اسی لئے بناتے ہیں کہ عروس جناب قاسم شتران بے کجاوہ و عماری پر شہر بہ شہر پھرائی گئی۔ پس مہندی کو مثل دلدل و کجاوہ و محل سواری سمجھنا چاہیے۔ اسیران کر بلا نہ محل و کجاوہ پر سوار ہوئے نہ تخت رواں پر، پس جو دلیل اباحت محل و کجاوہ کے واسطے ہے وہی مہندی کی ہے۔ اب رہا مہندی شبیہ تام تخت رواں کی نہیں ہے تو اس کی وجہ مثل تعزیہ و ضریح کے تصرفات و تغیرات اہل ہند ہے۔

کیا مہندی قاسم کی شبیہ بنانا جائز ہے؟

مسئلہ: کیا ارشاد ہے اس مسئلے میں کہ مہندی شبیہ عروسی قاسم ہے یا نہیں اور اگر یہ شبیہ ہے تو اس کا بنانا جائز ہے کہ نہیں؟ علمائے عراق نے فتاویٰ میں فرمایا ہے کہ شبیہ عروسی ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے؟

جواب: علمائے عراق کو سوال کے ذریعے مشتبہ کیا گیا ہے، مہندی کو شبیہ عروسی قرار دے کر یہ باور کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ گویا دلہن و دولہا بھی بنتے ہیں جس کو اشتباہاً حضرات علما نے حرام فرمایا ہے۔ پس اولاً یہ امر قابل غور ہے کہ کیا مطلق شبیہ بنانا جائز



نہیں؟ اگر جواب نفی میں ہے تو پھر تعزیہ، علم، تابوت، دُلّہل، گہوارہ، محمل کجاوہ یہ سب شہیدیں ناجائز ہوں گی۔ ”ولم یقل بہ احد من علمائنا“۔ (ہمارے کسی عالم نے ایسا نہیں کیا) بلکہ علماء کے نزدیک جائز و مباح ہے بلکہ بعض تو مستحب ہیں جو منصوص ہیں۔ اب تک سیرتِ علما میں سے بہ امر تھا کہ مخالفین کے جواب میں برابر ان چیزوں کا مباح ہونا ثابت کرتے تھے اور اِللہ باہرہ و براہینِ قاہرہ سے ساکت اور مجموع (وہ جس پر حجت تمام ہو) فرماتے تھے اس لئے کہ تصویر ذی روح کی مجسم بنانے کو حرام کہا گیا ہے غیر ذی روح کی تصویر کو حرام نہیں کہا گیا ہے، اہلسنت تک مجبور ہیں تعزیہ وغیرہ اور مطلق غیر ذی روح کی تصویر کو جائز ماننے پر اگر تصویرِ روضہ و قبر بدعت و حرام ہوتی تو خود کتبِ معتبرہ اہلسنت میں اس کی تصویر کیوں ہوتی، دلائل الخیرات اور شرح دلائل میں تصویرِ قبرِ رسولؐ اور شیخین کی قبروں کی تصویر بنائی ہے۔ روضۃ الاحباب میں آنحضرتؐ کے نعلین کی تصویر بنائی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ نعلین کی کاغذی تصویر کٹی ہوئی میرے پاس رکھی ہوئی ہے جس پر دستخط و تصدیق حضرت خواجہ ابونصر کے ہاتھ کی ہے اور تصویرِ نعلین کو اپنے پاس رکھنے کے فضائل بھی بیان کئے ہیں اور ایک نظم بھی ابوالخیر محمد بن محمد بن الجوزی کی نقل کی ہے پس جو جلدِ گاؤ سے بنی ہوئی ہو اُس کی تصویر و شبیہ کا بنانا حرام و ناجائز نہیں تو تعزیہ و ضریح تو اُس بزرگ کی قبر کی شبیہ ہے جس کی جلد، جلدِ رسولؐ، جس کا گوشت، گوشتِ رسولؐ، اور خونِ رسولؐ ہے، اُس کا بنانا کس دلیل سے حرام قرار پائے گا۔ فاضل عبدالحق محدث دہلوی نے ”ماثبت بالسنۃ“ میں قبرِ شیخین رسول اکرمؐ کی قبرِ مطہر کی قریب بنائی ہے اور ملا جامی نے فتوح الحرمین میں مکہ معظمہ، جبلِ ابوتیس اور احد و بقیع، صفا و مردہ اور مدینہ منورہ کی صورتیں بنائی ہیں۔ یہ سب کیونکر جائز اور بدعتِ محرمہ نہ ہو اور اس سے بالاتر یہ امر ہے کہ ام الصبیان گڑیاں



کھیاتی تھیں اور رسولِ خدا راضی تھے۔ جمع بین الصَّحیحین میں روایت ہے کہ ”عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ الْعَبَّ الْبَنَاتِ عِنْدَ النَّبِيِّ وَكَانَتْ لِي صَوَاحِبُ تَلْعَبْنَ مَعِيَ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ إِذَا دَخَلَ تَيَقَّنَ مِنْهُ فَيُشِيرُ إِلَيْهِنَّ فَيَلْعَبْنَ مَعِيَ“ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ میں آنحضرتؐ سے شادی کے بعد گڑیوں سے کھیاتی تھی اور میری چند سہیلیاں بھی میرے ساتھ کھیاتی تھیں، جب آنحضرتؐ تشریف لاتے تھے تو وہ چھپ جاتی تھیں (پردہ کرتی تھیں) پھر آپ اشارہ کر دیتے تھے تو وہ پھر میرے ساتھ کھیلنے لگتی تھیں۔ صاحب جامع الاصول ابن اثیر اپنی کتاب النہایہ میں لکھتے ہیں: ”هَكَذَا فِي حَدِيثِ عَائِشَةَ كُنْتُ الْعَبَّ الْبَنَاتِ اِی التَّمَاثِيلِ الَّتِي تَلْعَبُ بِهَا الصَّبَايَا“۔ ایسا ہی حدیث عائشہ میں ہے کہ میں ”البنات“ سے کھیاتی تھی یعنی گڑیوں سے جن سے لڑکیاں کھیاتی ہیں اور فیروز آبادی ”قاموس“ میں لکھتے ہیں کہ۔ ”البنات التماثیل الصنعار تلعب بها الجواری“ (یعنی بنات چھوٹی چھوٹی گڑیوں کو کہتے ہیں جن سے لڑکیاں کھیاتی ہیں) فضل بن روز بہان اپنے ان بڑے بڑے علماء کی تحریروں سے گریز کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ گڑیاں آدمی کی شکل کی نہیں بلکہ گھوڑے کی شکل کی تھیں، بے شک اب جائز ہو گیا گھوڑا۔ فضل بن روز بہان کے نزدیک گھوڑا جاندار نہ تھا اور ضریح و تعزیر و شبیہ ذی روح ہے جو حرام کہا جاتا ہے؟ مختصر یہ ہے کہ اہل سنت کو بھی ان کو حرام کہنے کی مجال نہیں چہ جائیکہ مدعی تشیع ایسا کہے۔ اس واسطے کہ خود علمائے اعلام خلفاً عن سلفِ اجازت دیتے رہے خود بانی بنے اور ہمیشہ مشغول و منہمک رہے، حرمت کیا عدم رجحان کا بھی کوئی قائل نہیں، بلکہ شبیہ قبر و ضریح کا بنانا تو منصوص ہے۔

چنانچہ شیخ مفید، شیخ شہید ثانی اور سید ابن طاووس نے آدابِ زیارتِ قبر رسولِ خدا



بنا کر سامنے رکھنے کا حکم ہے۔ اسی طرح سے شیخ الطائفہ الطوسی نے عبد اللہ بن سنان سے مصباح التہجد میں روزِ عاشورہ کے اعمال میں ایک طویل حدیث امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اُسی کے ذیل میں یہ الفاظ ہیں۔

”ثم اخرج الى الارض المقضرة او مكان لا يراك به احدا و تعمد الى منزل لك فقال او في خلوة منذحين يرتضع النهار فيصل اربع ركعات تحسن ركوعها و سجودها. الى ان قال- ثم تمثل لنفسك مصرعه و من كان معه من ولده و اهله و تسلم و تصلى عليه... الى آخر الحديث“

یعنی پھر تم دور افتادہ زمین کی طرف نکل جاؤ یا ایسے مقام پر چلے جاؤ جہاں کوئی تمہیں دیکھ نہ سکے یا پھر اپنے گھر میں کسی اندرونی کونے میں چلے جاؤ یا فرمایا کہ خلوت میں چلے جاؤ یہاں تک کہ دن نکل آئے پس چار رکعات نماز پڑھو اور اس میں اچھی طرح رکوع و سجدے کرو۔ یہاں تک کہ آپ نے فرمایا۔ پھر اپنے سامنے اُن کی قبر کی اور اُن کے اصحاب و اولاد کی قبروں کی۔ شبیہیں بنا کر رکھ لو پھر اُن پر صلاۃ و سلام بھیجو..... آخر حدیث تک۔ اور اسی حدیث کو باختلاف سند اور تفسیر الفاظ سید ابن طاووس نے کتاب ”الاقبال“ میں درج کیا ہے۔ ”و تمثل بين يديك مصرعه و نفرغ ذهنك و جميع بدنك و تجمع له عقلك“۔ اپنے سامنے اُن کی قبرِ مطہر کی شبیہ بنا لو اور اپنے ذہن اور سارے بدن کو دیگر امور سے بے پرواہ کر لو اور اُس کی طرف پوری عقل مجتمع کر لو۔ یہ کلمات صاف دلیل ہیں شبیہِ ضریح وغیرہ بنانے پر پس شبیہِ ضریح بالخصوص مستحب ہے اور باقی شبیہیں مثل اسی کے جائز ہیں بنا بر اصل امباح کے۔ پس یہی وجہ ہے کہ عراق و ایران و ہندوستان میں ہمیشہ سے رائج و شائع



ہے اور بالتصریح علما اعلام نے ذکر بھی کیا ہے۔ مثل محقق قمی کے انھوں نے بالتصریح حکم جوازِ مجلسِ شبیہ دیا ہے کیونکہ اس کا باعث امرِ حسین کا احیاء ہے اور جناب حاج آقا میرزا ابو الفضل طہرانی نے بھی جائز و مباح لکھا ہے اور ضمناً فتویٰ سرکار میرزا شیرازی رحمۃ اللہ بھی جواز پر معلوم ہوتا ہے خصوصاً وہ مجالسِ شبیہ جو ایران وغیرہ میں مرسوم ہیں جن کا عشرِ عشر بھی برصغیر میں نہیں ہوتا ان کو بھی مطلق جائز کہا ہے۔ البتہ یہ حکم اس وقت تک ہے کہ منکرات کو مضمن نہ ہو اور حق یہ ہے کہ کوئی دلیل عدم جوازِ شبیہ کی نہیں ہے پس اگر رسمِ مہندی کو شبیہِ عروسی بھی قرار دیں تو بھی ناجائز نہیں کیونکہ کسی ذی روح کی شبیہ نہیں بنتی نہ دولہا بنایا جاتا ہے اور نہ ہی دلہن اور نہ ہی رسمِ عقد وغیرہ ادا کی جاتی ہے۔ جن حضرات نے حکم ناجوازی دیا ہے ان سے تدلیس کی گئی ہے کیونکہ ایران میں دولہا اور دلہن بنائے جاتے ہیں جس کی علما مخالفت کرتے ہیں اور کیا فرق ہے شبیہِ عروسی قاسم اور شبیہ شہادت قاسم کی ناجوازی میں جیسا کہ سمجھا گیا ہے؟ ثانیاً یہ مہندی شبیہِ عروسی نہیں ہے بلکہ شبیہِ مقدمہِ عروسی ہے اس لیے کہ دولہا اور دلہن نہیں بناتے نہ عقد خوانی ہوتی ہے جس کی بنا پر عروسی کہی جائے اور مہندی جناب قاسم کو کوئی ربطِ عروسی سے بھی نہیں ہے۔ اس لیے کہ مہندی کو عوام کا لانعام بھی شادی قاسم یا شادی فاطمہ کہی نہیں کہتے بلکہ یہ مہندی عزا کی ہوتی ہے اور موجبِ بکا و ابکاء ہے، خصوصاً سنِ مجملہ رواں ہند بالخصوص رواں سم لکھنؤ سے یہ ہے کہ بن بیا ہے نو جوان کے جنازے پر سہرا باندھتے ہیں جو اُس نو جوان کی شادی کی یاد تازہ کرتا ہے کہ اگر تم زندہ ہوتے تو ہم یوں سہرا باندھتے یوں ارمان نکالتے یوں شان و شوکت سے بیاہ کرتے وغیرہ وغیرہ لہذا مہندی اس امر کو یاد دلاتی ہے کہ اگر جناب قاسم کی شادی ہوتی تو مہندی ہوتی یا یہ کہ شادی بے ساز و سامانی میں ہوئی ہم اُسے مبدل بہ ساز و سامان کرتے ہیں کہ اگر ہم ہوتے تو اس طرح



شان و شوکت سے کرتے۔ اور یہ شبہ کہ پھر مہندی حضرت قاسم سے کیوں مخصوص ہے اور بھی شہزادے بن بیا ہے شہید ہوئے حضرت علی اکبرؑ، حضرت عبداللہ بن حسنؑ وغیرہ اُن کی مہندی کیوں نہیں ہوتی۔ یہ شبہ بھی عصیت کی وجہ سے ہے اس واسطے کہ علمدار لشکر صرف حضرت عباس نہ تھے اور بھی علمدار تھے اُن کے علم کیوں نہیں اُٹھتے۔ ستابیہ بنی فاطمہ صرف حضرت عباس نہ تھے برسرِ صحابی بھی تھے اور اُن کے اصحاب بھی اُن کی مشک بھی علم میں لڑکانی چاہئے۔ حضرت علی اکبرؑ اپنے شیرخوار برادر کے واسطے ایک مرتبہ ڈوہلچے میں پانی لائے تھے اُن کی ڈوہلچے کیوں نہیں بنتی، حاضری حضرت عباس سے کیوں مخصوص ہے دیگر شہدا کی حاضری کیوں نہیں ہوتی۔ بہر حال اس قسم کے شبہات لغو ہیں جن کو کسی شے کی اباحت و حرمت سے کوئی تعلق نہیں اور ایسے ہی عامیانہ خیالات نے عوام کو بہکا رکھا ہے۔ (عروسی قاسم... سید احمد علامہ ہندی صفحہ ۲۳ تا ۲۴)



باب ۲.....

# خیمہ گاہ کربلائے معلیٰ میں جملہ عروسی قاسم

کتاب شہر حسینؑ (نوشتہ محمد باقر مدرس)

شمالی غربی کی جانب۔ صحن میں ایک چھوٹا سا کمرہ بنا ہوا ہے جس کو جملہ قاسم کہا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ تصوراتی ہے۔ اور جب خیمہ گاہ تعمیر کی گئی۔ عام طور پر تو یہ جملہ قاسم خاص طور پر بنایا گیا ہے۔

(حاشیہ: تمام عوام۔ جو اس کو دیکھتی ہے) تو اُن کے ذہن روشن ہوتے ہیں۔ اگرچہ یہ شہرت موہونی تاریخی ہے۔

چونکہ امام حسینؑ بن علیؑ کے صرف دو بیٹیاں تھیں اور اُن کے نام۔ سکینہ بنت ربابؑ وفاطمہؑ اور دوسری بیٹی کا نام بھی سکینہ تھا مگر وہ سکینہ بنت اُم اسحاق بنت طلحہ تھی۔

اس میں سے ایک بیٹی سکینہ کے بارے میں شیخ طبری نے کتاب (اعلام الوریٰ) میں لکھا ہے کہ حادثہ کربلا سے پہلے ہی۔ اپنے چچا کے بیٹے عبداللہ بن حسنؑ سے شادی کی نسبت طے کر دی گئی تھی۔ اور عبداللہ نے (رخصتی سے پہلے ہی) کربلا میں شہادت پائی۔ (مؤلف خیرات الحسان) نے ان سکینہ کے شوہر۔ اول کو۔ عبداللہ بن حسنؑ۔ شہیدِ طف لکھا ہے اور یہ بانو (بیٹی بھی) اور دیگر مستورات کے ساتھ کربلا میں موجود



تھیں۔ موافق۔ خطابِ امام حسینؑ کے آپ نے روزِ عاشورہ ان کو خیرالنساء کہا ہے اور اے بہترین زنان کہہ کر مخاطب کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بھی زمرہٴ زنان میں تھیں۔

جملہٴ قاسمؑ کے بارے میں کسی کو بھی کبھی کوئی اعتراض نہیں ہوا اور ایسا ہوگا بھی نہیں۔ کیونکہ یہ نشانیاں شوکتِ اسلام کا سبب ہیں۔ ان سے دین و ایمان روشن ہوتا ہے۔ اب فاطمہؑ کی شادی کے بارے میں امام حسینؑ نے حضرت حسنؑ ثنیٰ فرزندِ امام حسنؑ کو یہ اختیار دے دیا تھا کہ وہ سیکندہ سے شادی کریں یا فاطمہؑ سے۔ تو حضرت حسنؑ ثنیٰ کو شرمِ دامن گیر ہوئی۔ پھر امام حسینؑ نے ہی فرمایا کہ فاطمہؑ بیٹی کو جو میری مادرِ گرامی سے شباہت رکھتی ہے۔ تم سے تزویج کرتا ہوں۔ اس لیے حسنؑ ثنیٰ مع اہل و عیال کے (فاطمہؑ) کے کر بلا میں موجود تھے۔ اور ان کی نسل سے ہی۔ ساداتِ حسینیٰ اور طباطبائی ہیں۔ اور جناب حسنؑ ثنیٰ کے بارے میں (تاریخِ مقاتل) نے لکھا ہے کہ کر بلا میں بہت زیادہ زخمی ہو کر بے ہوش ہو کر لاشوں کے درمیان پڑے ہوئے تھے ان کے بازو بھی کاٹ دئے گئے تھے۔ اور رِق جان ہی باقی تھی۔ ایسی ناگفتہ بہ حالت میں اسماء بنتِ خارجہؑ فرازی ان کی دائی موجود تھیں انھوں نے عمر بنِ سعد سے سفارش کی اور اُس نے ان کی سفارش قبول کر لی اور جناب حسنؑ ثنیٰ کو لاشوں میں سے اُٹھوا کر کوفے لایا گیا اور علاج کرایا گیا۔ جس سے انھوں نے صحت پائی اور یہ حسنؑ ثنیٰ نیک، متقی فاضل لوگوں میں سے تھے اور حضرت علیؑ کے شعبہٴ صدقات کے منتظم بھی تھے۔

سعید صاحب نے (کتابِ طوف میں) یہ واقعاتِ حسنؑ ثنیٰ، زخمی ہونا، ہاتھ قطع ہونا۔ اور اسماء بنتِ خارجہؑ فرازی کی سفارش وغیرہ حالات درج کئے ہیں۔ اس بناء پر فاطمہؑ و سیکندہ کہ جو واقعاتِ کر بلا تک شادی شدہ تھیں ان دو بیٹیوں کے علاوہ تاریخ نے



اور کوئی بیٹی نہیں بتائی ہے۔ مگر بعض کتب مقاتل میں بنام فاطمہ صغریٰ کہ جس کو بیماری کے سبب مدینے میں چھوڑا تھا۔ (ان کے لیے ایسا کہا گیا ہے) اور اگر یہ بات صحیح بھی ہوئی تو فاطمہ صغریٰ تو کر بلا میں موجود ہی نہیں تھیں کہ اُس کے بارے میں بساطِ عروسی بچھائی جائے۔ پس یہ بات دریافت طلب ہے کہ کونسی بیٹی کی روزِ عاشورہ امام حسینؑ نے تزویج کی حضرت قاسمؑ سے لیکن۔ خیال ایک اور طرف جاتا ہے کہ سید الشہدائ کی ایک بیٹی زینبؑ تھی۔ ان کے بارے میں کچھ کتابوں میں حالات مرقوم ہیں البتہ وہ صفر میں انتقال کر گئیں تھیں۔

اب یہاں کچھ شکوک پیدا ہوتے ہیں کہ جو ان سالہ بیٹی کو اگر کم عمر بچے سے تزویج کر دیا جائے تو ایجاب کی ضرورت ہے۔

اور یہ بھی بات مناسب معلوم نہیں ہوتی کہ جب قاسمؑ بن الحسن سے بڑے بھائی موجود ہوں۔ مثل حسن اور عبد اللہ کے احمد کے عمر کے کہ بڑے بھتیجوں کو چھوڑ کر۔ چھوٹے بھتیجے حضرت قاسمؑ سے تزویج کی جائے۔

امام حسینؑ کو ایسی کیا ضرورت درپیش آگئی تھی کہ ایسا بے ضرورت عمل ایسے وقت میں بجالانا ضروری تھا۔ جب کہ امام حسینؑ زمانے بھر کے تجربہ کار تھے۔ اور جناب شیخ جعفر شومتری صاحب نے اپنی کتاب (فوائد المشاہد) میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ جھوٹا ہے اور عقل اس بات کی گواہی نہیں دیتی ہے۔

سبیل سکینہؑ حیدرہ بالطف آباد

کتبِ تاریخ سے اس کا ثبوت نہیں ملتا ہے۔ (صرف شیخ فخر الدین نے ہی ذکر کیا ہے)۔ اور اس جگہ کے بارے میں کوئی عیب یا نقص بیان نہیں کیا گیا ہے اس لیے کہ تاریخی ان شواہد سے بہترین خدمتِ اسلام ہوتی ہے۔

حاجی بکناش جو شیعوں کے لیے بھی قابل اعتبار ہیں۔ مذہبِ صوفیہ کے زبردست



عالم ہیں اور (عبدالؤمن الدودہ) کے نام سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ انھوں نے امام زین العابدین کے تذکرے میں کچھ باتیں لکھی ہیں۔

فخر الدین طریخی صاحب نے مجمع البحرین میں (منتخب) میں کہ جو مرثیے وغیرہ سے تعلق رکھتا ہے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب میں کوئی مدرک بات نہیں پائی۔ اسم مولف (منتخب)

فخر الدین بن محمد بن علی بن احمد بن طریح: جو کمیل کی طرح کے فاضل علما سے ہیں۔ طرح مشہور ہو گئے ہیں اور یہ شیخ مجلسی اور حضرت حرّ عالمی کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ اور اکتیس کتابیں اُن کی یادگار ہیں۔ مثلاً مجمع البحرین۔ جو لغت ہے۔ اور یہ عراق کے قریے رماح سے متعلق ہیں اور سال ۱۰۸۵ میں۔ رماحیہ میں ہیں انتقال کر گئے اور ان کی لاش کو نجف لے گئے تھے وہیں دفن کر دیا۔ (ریحانۃ الادب ج ۳، صفحہ ۳۰)

اور مرحوم علامہ مقانی نے (شفیع المقال) میں ترجمہ قاسم بن الحسن کے بارے میں لکھا ہے کہ میں نے اور کافی علماء نے اس بارے میں کوئی کتاب نہیں دیکھی۔

اور یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ یہ بانو (فاطمہ عروس) کی نسبت کتھرائی۔ ان کے چچا زاد بھائی سے نزدیک ہی قرار پائی ہو۔ اور یہ بانو کربلا کے دشت میں الحرم کے ساتھ ہو۔ (یہ فاطمہ نہ تھی) اور عروس کہنا تو ایک عام رواج ہے۔ البتہ تاریخ کربلا میں ذکر ضرور آیا ہے کہ قاسم بن الحسن سے تزوج ہوئی ہے۔

ابو نصیر بخاری کا کہنا ہے کہ فاطمہ کے۔ حسن ثنیٰ سے تین بیٹے۔ عبداللہ محض، ابراہیم، حسن تھے اور بیٹیاں زینب و اُمّ کلثوم تھیں۔ اور عبداللہ محض سے دو بیٹے بنام محمد نفس ذکیہ و ابراہیم قتیل باخرا تھے۔ اور اکثر سادات حسنی اور طباطبائی۔ یہ سب حسن ثنیٰ کی ہی نسل سے ہیں اور یہی وجہ تھی کہ جد بزرگوار حضرت علیؑ نے اُن کے حق میں



فرمایا تھا کہ بقیۃ السیف اولاد میری نسل میں ہوگی اور باقی بقیۃ السیف ہوگی جو کہ بلا میں ہوگی۔ سید محمد موسوی خراسانی کہ جن کا سلسلہ ابراہیمؑ حجاب تک جاتا ہے اور بعض کے مطابق امام رضا تک اور یہ بات نسبی سلسلے والی نہیں ہے۔

اور یہ آخر قرن دہم میں تعمیر ہوئی ہے اور اس کے پہلو میں دوسرا کمرہ بنادیا گیا ہے اور اس دوسرے کمرے کو اپنا عبادت خانہ قرار دے لیا اور اس کے چاروں طرف کچھ درخت خرمہ لگائے تھے جو ابھی تک خرمہ کے باغ کی شکل میں موجود ہیں اور یہ باغ خرمہ خیمہ گاہ کے چاروں طرف ہے۔ جس کو بستان الدہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

اب یہاں ہر کچھ مختلف رائے ہو گئی ہیں کہ ان دونوں میں سے کون سی جگہ کو امام زین العابدینؑ کی یادگار کہا جائے۔ آیا اُسے جو خیمہ گاہ میں داخل ہے۔ یا اُس کو جو کہ غرب کی طرف عمارت بنائی گئی ہے اور اسے ہی جملہ قاسم کہا جاتا ہے۔

اور بکلتاشی (صوفی عالم دین نے) ان تاریخی باتوں کو سچا نہیں مانا ہے۔ اور اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے کیونکہ یہ وحی کے عقیدے والے لوگ ہیں اور تاریخی اعتبار سے قابل اعتماد نہیں مانا ہے۔ شاہد سوم: مرزا ابوطالب جو اپنے زمانے کے مشہور عالم ہیں جن کو (میر طاہری) کہتے تھے۔ کہ بلائے معلیٰ کی زیارت کو ۱۲۱۷ ہجری میں گئے تو آپ نے فرمایا کہ جناب آصف الدولہ لکھنوی ہندی نے امام زین العابدینؑ کا مقام بنانے کے لیے ایک خاص (فنڈ) مقرر فرمایا تھا۔ حالانکہ اُس وقت ترمیمات مکمل نہیں ہوئی تھیں۔

اور پتہ چلتا ہے کہ مقام زین العابدینؑ خیمہ گاہ میں مخصوص ہے اور دوسری کسی بات کا تذکرہ نہیں ہے۔

شاہد چہارم: سید محمد حسین بردار۔ آل طعمہ۔ عالم بزرگ نے اپنی پوری کی پوری



زندگانی حادثہ کربلا کے لکھنے میں صرف کردی۔ انھوں نے بھی خیمہ گاہ کی تفصیل نہیں بتائی ہے۔

اور مدارک قدیمہ۔ موجود۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ محل خیمہ گاہ سے تا آخر سال ۱۲۷۲ء یہ مقام محلہ آل عیسیٰ کہلاتا تھا۔ پھر اس کا نام محلہ مخیم یا مقبرہ مخیم رکھا گیا۔ بلکہ نسبت اصطلاحی، بمعنی سرسلسلہ۔ خرقة ہے۔ اس لیے مشائخ حضرات سلسلہ بمعرف کرنی سے ملاتے ہیں۔ انھوں نے بھی اس فرقے کی غرض کے لیے امام رضا سے حاصل کیا ہے۔ (مدینۃ الحسین) سلسلہ ۲۔ صفحہ ۲۴۔ امیر طالبی۔

پانچویں گواہی: قوانین جنگ ہمیشہ بدلتے رہے ہیں۔ کیونکہ لڑنے والی دونوں فوجوں کا کم از کم فاصلہ ایک میل یا دو میل ہوتا تھا کیونکہ اگر ہم قتل حسینؑ سے اندازہ لگاتے ہیں تو ۳۵۰ میٹر کا فاصلہ جنگ گاہ سے قتل گاہ تک ہے۔ اور ایک یا دو میل کا فاصلہ تو لازمی رکھا جاتا تھا خواہ وہ جنگ تیر کی ہو تلواری کی ہو یا نیزے کی ہو کیونکہ دونوں پہلوانوں کا میدان جنگ میں گھوڑا دوڑانا۔ تیر چلانا لازمی تھا اور یہ فاصلہ ۲ میل تک اسی لیے رکھا جاتا تھا کہ اگر تیروں کی جنگ ہوگی تو خیموں تک تیر نہیں آئیں گے اور لوگ محفوظ رہیں گے۔ اور جگہ کافی مل جائے گی۔

اگر اس طرح خیال کیا جائے کہ دونوں فوجوں کے درمیان کم از کم فاصلہ ایک میل ہونا چاہیے تو کم از کم ۱۶۰۹ میٹر کا فاصلہ ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ جنگ گاہ میں دونوں فوجوں کا درمیانی فاصلہ اگر آدھا میل قرار دیا جائے تو ۱۶۰۹ میٹر کا آدھا ۸۰۴ میٹر فاصلہ بنتا ہے جبکہ امام حسینؑ کی جنگ گاہ سے قتل گاہ کا کل فاصلہ ۳۵۰ میٹر ہے۔ اور بالکل سیدھ میں ہے اس طرح خیمہ گاہ کی جگہ اور کوئی قرار دی جائے کہ فاصلہ صحیح قرار پائے اور تاریخ کے اعتبار سے اور جغرافیائی اعتبار سے صحیح جگہ مقرر ہو سکے۔ پس ان شواہدات سے پتہ



چلتا ہے کہ خیمہ گاہ حسینؑ اور قل گاہ شمال غرب میں باب السلام کی پشت کی طرف ہے اور یہی ہمارا نظریہ ہے۔ (”شہر حسین“ صفحہ نمبر ۳۳۰ تا ۳۳۳)

## خیمہ گاہِ کربلا میں جلہ عروسیٰ قاسم سے متعلق

### مولانا سید کلب صادق (لکھنؤ) کا بیان

جناب قاسمؑ کے عقد کے بارے میں زبردست اختلاف ہے۔ طرفین سے کئی رسالے اثبات و انکار میں شائع ہوئے۔ میرے خیال میں یقین کا دعویٰ طرفین سے بے محل ہے لہذا جس طرح اکثر و بیشتر واقعاتِ کربلا کا ذکر تسامح فی اولۃ السنن کی بناء پر جائز و صحیح ہے اسی طرح ذکر عروسیٰ قاسم بھی ہے۔ کربلائے معلیٰ میں جلہ عروسیٰ اب تک موجود ہے اور مشہور ہے کہ اولاد کے واسطے دعا اس جملہ میں ضرور قبول ہوتی ہے۔ چنانچہ جب پانچ چھ برس قبل میں زیارت سے مشرف ہوا تو بعض معتبر حضرات نے بیان کیا کہ علمائے ہند میں سے بھی ایک بزرگ نے اس جملہ میں دعا کی۔ دعا ان کی مستجاب ہوئی۔ عروسیٰ جناب قاسمؑ کے ثبوت میں جناب مولانا آغا مہدی صاحب قبلہ دامت برکاتہ نے بہت ہی مفصل و مدلل کتابیں عبارت الانوار کے نام سے تالیف فرمائی ہیں جن میں سے دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں جس کی کوئی رد اب تک نہیں ہوئی ہے۔ (کلب صادق نقوی)





باب ۳۰۰

## مہندی کی زیارت کیوں نکلتی ہے؟

عراق میں حضرت قاسم کی مہندی:

مولانا سید قائم مہدی نقوی، لکھنوی مجتہد العصر لکھتے ہیں:-

حضرت قاسم بھی معرکہ کربلا میں اپنے چچا حضرت امام حسینؑ کے ساتھ شریک تھے اگرچہ آپ کا سن ۱۳ سال سے زائد نہ تھا لیکن جوانوں سے زیادہ ہمت اور یوڑھوں سے زیادہ عزم رکھتے تھے ورنہ شب عاشور اپنے چچا سے یہ نہ دریافت کرتے کہ میرا نام بھی دفتر شہداء میں ہے یا نہیں اور حسینؑ کے اس سوال پر کہ یا بنی کیف الموت عندک تم موت کو کیسا سمجھتے ہو جناب قاسم کا یہ جواب دینا کہ یا عم اعلیٰ من العسل چچا جان موت کو شہد سے زیادہ شیریں سمجھتا ہوں کتنی بہادری ثابت کرتا ہے لیکن اس جواب میں دو نکتے بھی پوشیدہ ہیں اولاً یہ کہ جناب قاسم نے اپنے چچا کو یہ جواب دے کر کہ یا عم اعلیٰ من العسل چچا جان میں موت کو شہد سے زیادہ شیریں سمجھتا ہوں۔ دنیا کو یہ بتا دیا کہ قرآن کی یہ آیت کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ سب ہی قاریان قرآن نے پڑھا ہوگا لیکن اس کے بعد بھی موت کا مزہ کسی کو نہ معلوم ہوا ہوگا تو میں بتائے دیتا ہوں کہ موت کا مزہ شہد سے زیادہ شیریں ہے اور دوسرا نکتہ یہ پوشیدہ تھا کہ عام عقلیں یہ سمجھیں گی کہ بچے عموماً مٹھاس سے رغبت رکھتے ہیں اور جناب قاسم بھی بچہ تھے لہذا بچپن کا جواب



بھی ویسا ہی ہے لیکن نہیں ایسا نہیں ہے۔ اگر جناب قاسم کا بچپن کی فطرت کے مطابق جواب ہوتا تو وہ یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ چچا میں موت کو رطب سے زیادہ شیریں سمجھتا ہوں قند اور حلوے سے زیادہ لذیذ جانتا ہوں کیوں کہ رطب۔ قند۔ حلوہ۔ یہ شیرینیاں عرب میں زیادہ مستعمل تھیں پھر شہد کی خصوصیت سے کیا فائدہ؟

لیکن اہل بیتؑ اور قرآن دونوں کو ماننے والے جناب قاسم کے اس جواب پر کہ موت کو شہد سے زیادہ شیریں سمجھتا ہوں جب غور کرتے ہیں تو صاف نظر آتا ہے کہ شہد کے لیے قرآن میں یہ آیت موجود ہے کہ **فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ** یعنی شہد میں لوگوں کے لیے شفاء بخشی گئی ہے شاید اسی لیے جناب قاسم نے میدان کر بلا میں شب عاشور موت کو شہد سے زیادہ شیریں کہہ کے یہ بتا دیا کہ چچا جان آپ پر کل جان دینے والوں ہی کو تو حیات ابدی ملے گی جب جناب قاسم شب عاشور امام حسینؑ کے سوال کا جواب دے کے اُمت رسول کو سبق دے دیں تو حسینؑ کیوں نہ عاشور کے دن ایک ایسا عمل بھی پیش کرتے جائیں کہ جو اُن کے نانا کی اُمت کے لیے ہمیشہ وجہ سکون قرار پاسکے اور وہ عظیم مصیبت بیٹی کی بیوگی ہے۔ حسینؑ نے روز عاشور اپنی صاحبزادی فاطمہ کبریٰ کا جناب قاسم کے ساتھ عقد کر کے (۱) اپنے غلاموں اپنے عقیدت مندوں کے لیے ایک راہ صبر اور بھی متعین کر دی۔ اس مقام پر ہمارے مخالفین شیعہ عوام کو دھوکہ دینے کے لیے یوں سمجھاتے ہیں کہ میدان کارزار میں جہاں لاشوں پر لاشیں گر رہی ہوں وہاں شادی بیاہ کا کیا تنگ لہذا یہ واقعہ غلط و بے بنیاد ہے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ واقعہ بالکل صحیح ہے۔ پہلے تو میں عوام الناس کے ذہنوں کو الفاظ کے اُن گورکھ دھندوں سے نجات دلانے کی کوشش کروں گا جو لفظ شادی بیاہ سے پیدا کئے گئے ہیں یا کئے جاتے ہیں۔ جو لوگ عراق کا سفر کر چکے ہیں اور وہاں ان کو قیام کا بھی موقع ملا ہے تو انھوں نے خود دیکھا



ہوگا کہ عربوں میں عروسی کے موقع پر ہندوستان کی طرح نہ مانجھا ہے نہ ساجق نہ برات ہے، نہ دیگر رواسم بلکہ وہاں دولہا دولہن سہرا بندی سے بھی مستثنیٰ رہتے ہیں۔ دونوں سادے کپڑوں میں ملبوس ہوتے ہیں اور دو علماء اور کبھی ایک عالم طرفین کا وکیل ہو کر ایجاب و قبول یعنی انکحت اور قبلت کہہ دیتا ہے۔

بس اسی کا نام عقد ہے اور یہ ہر وقت۔ ہر عالم اور ہر صورت میں ہو سکتا ہے، چاہے لاشیں گر رہی ہوں چاہے شادیاں بچ رہے ہوں۔ البتہ یہ سوال ضرور ہوتا ہے کہ ایسے نازک وقت میں ایجاب و قبول ہی کی کیا ضرورت؟ تو امام کے کسی بھی فعل کی اصلیت سمجھنا یا اُس کا بننا دینا مجھ ایسے جاہل کا کام نہیں ہے اور نہ یہ امام کے کسی فعل پر اعتراض کرنے کی جرات کر سکتا ہوں نہ اس سے انحراف کرنے کی ہمت کر سکتا ہوں البتہ عقد جناب قاسمؑ پر دو عقلی دلیلیں پیش کر سکتا ہوں۔ پہلی دلیل تو یہ ہے کہ امام کو اُمت والوں سے ہر طرح افضل و ارفع ہونا واجب ہے اسی طرح ہر واجب و مستحب فعل میں بھی ہر شخص سے بلند ہونا ضروری ہے اس میں کسی طرح کی بھی کمی نہیں ہو سکتی عاشور کے دن حسینؑ مظلوم پر فدا ہونے والوں میں وہب ابن عبد اللہ کلبی بھی تھے جن کی شادی کو صرف سترہ دن ہوئے تھے اور وہب کلبی کا کر بلا پہنچ کر مع ماں اور زوجہ کے اسلام لانا ہر تاریخ میں موجود ہے اور جب اسلام لا چکے تو ان پر واجب ہو گیا کہ یہ اپنے آقا حضرت امام حسینؑ کی نصرت میں اپنی جان فدا کر دیں اور جب وہ اپنی جان فدا کر دیں گے تو ان کی بیوی راند ہو گئی اور وہ ابھی نو عروس تھی لہذا نئی دولہن کے بیوہ ہونے کی مصیبت میں وہب تمام شہداء پر سبقت و فضیلت لے جاتے جس میں حضرت امام حسینؑ بھی شریک تھے لہذا ہو سکتا ہے کہ امام حسینؑ نے اپنی بیٹی فاطمہؑ کبریٰ کا عقد کر کے وہب کی بیوی کے لیے راہ صبر نکال دی ہو اور دوسری دلیل عقلی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ واقعہ



کر بلا جہاں ہم کو بہت سے سبق سکھاتا ہے وہاں ہمارے مرنے والوں کے لیے وجہ صبر و سکون پیدا کرتا ہے۔ اگر دنیا میں کسی کا باپ مر جاتا ہے تو وہ حسینؑ مظلوم کے مصائب یاد کر کے صبر کرتا ہے اگر کسی کا بھائی اٹھ جاتا ہے تو وہ حضرت ابوالفضل العباسؑ کو یاد کر کے صبر کر لیتا ہے اگر کسی کا جوان بیٹا داغ مفارقت دے جاتا ہے تو وہ علیؑ اکبر کی جوانی یاد کر کے صبر کر لیتا ہے اگر کسی کی بہن جدا ہو جاتی ہے تو وہ زینبؑ و ام کلثومؑ کے مصائب سے اپنی مصیبت کو کم کر لیتا ہے اگر کسی کا کمن بچہ مر جاتا ہے تو وہ علیؑ اصغر کی تشنگی و بے زبانی میں شہید ہو جانے کو یاد کر کے صبر کر لیتا ہے یہ سب نظیریں تو امام حسینؑ کر بلا میں مہیا کر چکے تھے اور اپنے نانا کی امت کے لیے صبر و سکون کی راہیں معین کر چکے تھے لیکن جن لوگوں کی بیٹیاں کمسنی میں بیوہ ہو جاتی ہیں اُن کے لیے صبر و سکون کی راہ نہ ہوتی اگر حسینؑ اپنی بیٹی فاطمہؑ گبریٰ کا عقد جناب قاسمؑ کی شہادت سے کچھ پہلے نہ کر دیتے لہذا حسینؑ نے اپنی بیٹی کی بیوگی کی عظیم مصیبت بھی برداشت کر کے امت گناہگار کے لیے صبر و سکون کا ذریعہ مہیا کر دیا۔ اور اسی واقعہ کی یاد میں ہندوستان بھر میں ۷ محرم کو مہندی کے جلوس نکالے جاتے ہیں، اگرچہ یہ رسم عراقی رواں کے خلاف معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ عربوں میں مانجھا۔ سانچ۔ بری وغیرہ کی رسمیں نہیں ہیں لیکن ہاتھوں میں مہندی لگانے کی رسم ضرور ہے۔ میں خود جب نجف اشرف میں بسلسلہ تعلیم مقیم تھا تو بعض عرب دوستوں کی شادیوں میں بھی شرکت کی تو میں نے دیکھا کہ نوشاہ بہت گہری مہندی دونوں ہاتھوں میں لگائے تھے اس سے معلوم ہوا کہ عربوں میں بھی شادی کے موقع پر مہندی ضرور لگائی جاتی ہے لیکن قاسم ابن حسنؑ کو (حنا) مہندی لگانا بھی ممکن نہ ہوا اس لیے کہ اُن کے ہاتھوں میں تو خون کی مہندی لگی تھی لہذا اہل ہندوستان نے اپنے ملک کی رسم کے مطابق



اس ناشاد دودھا کے عقد کی یاد میں مہندی اٹھانے کی یادگار قائم کی اور ہے بھی یہی کہ ہر ملک کی رسمیں الگ الگ ہوتی ہیں لیکن میں نے کربلائے معلیٰ عراق میں یہ خود دیکھا کہ، محرم سے عاشور تک روزانہ مہندی کے جلوس نکلتے ہیں جس طرح ہندوستان میں مختلف ناموں کی انجمنیں علم تابوت اٹھاتی ہیں اسی طرح عراق میں ماتمی دستے جن کو عربی میں ”مرکب“ کہتے ہیں ماتم پڑھتے ہوئے نکلتے ہیں اور جس طرح ہندوستان میں کاغذ کی مہندیاں بنائی جاتی ہیں بالکل اسی طرح عراق میں جتہ وغیرہ کی مہندیاں بنی ہوتی ہیں جو طول و عرض میں یہاں کی مہندیوں سے بیچ گئی زیادہ ہوتی ہیں جن میں بڑے بڑے بجلی کے بلب آویزاں ہوتے ہیں یوں تو سب ہی ماتمی دستے ۷ محرم سے کربلا میں مہندیاں اٹھانا شروع کر دیتے ہیں اور شب عاشور رات بھر یہ سلسلہ جاری رہتا ہے لیکن دستہ عباسیہ عراق کی مہندی کا جلوس بڑے نرک و احتشام سے اٹھتا تھا میں بھی اس دستے کے ماتم میں بڑی دیر تک شریک رہا تھا اس کے علاوہ عقد جناب قاسم پر جملہ عروسی جو خیمہ گاہ سے متصل بنا ہوا ہے گواہ ہے اور میں نے کربلائے معلیٰ میں بعض اہل علم کی زبان سے سنا ہے کہ جس شخص کے یہاں اولاد نہ ہوتی ہو اور وہ تجلہ قاسم میں ۲۷ شعبین روشن کر کے دعا کرے تو خداوند عالم اس کو اولاد عطا کرتا ہے۔

(چودھوہارے صفحہ نمبر ۴۳ تا ۴۷)

## لکھنؤ میں مہندی کا جلوس

(اسٹاف رپورٹر ”قومی آواز“ لکھنؤ ۱۹۶۶ء)

لکھنؤ ۳۰ اپریل۔ ایام عزاکا ولولہ انگیز سرگرمیوں کے آخری چار دنوں کے پہلے دن کل، مہندی کے تین قدیم جلوسوں نے عزاداروں کی ساری توجہ اپنی طرف کھینچی۔ شان و شوکت کی قدیم روایات کے برعکس اس دفعہ ہاتھیوں کی شرکت سے مہندی کے جلوس یکساں خالی رہے جب کہ لکھنؤ میں شاہی کے خاتمے کے بعد بھی حسب



روایت رتن ناتھ سرشار لکھنوی مہندی کے جلوس میں ۴۵ ہاتھی ہوا کرتے تھے۔

مہندی جو لکھنؤ کے قدیم باشندوں کی رسم کے مطابق ہونے والی دلہن کے لیے تقریب عقد سے پہلے دولہا کے یہاں سے جلوس کے ساتھ دلہن کے گھر آتی ہے۔ حضرت امام حسینؑ کے بھتیجے اور داماد حضرت قاسمؑ کی اس شادی کی یادگار ہے جو ایک روایت کے مطابق روز شہادت سے دو تین روز پہلے دشت کربلا میں حسب وصیت امام حسنؑ انجام پائی تھی۔

مہندی کا پہلا جلوس جو عموماً قریب مغرب امام باڑہ ناظم صاحب (وکتوریہ اسٹریٹ) سے اٹھ کر گولہ گنج میں داروغہ واجد علی ممتاز الدولہ کے امام باڑے آتا ہے اس دفعہ کافی تاخیر سے روانہ ہوا۔

بتایا جاتا ہے کہ ہاتھیوں کے انتظار میں یہ تاخیر کی گئی جو پھر بھی نہ آ سکے اس لیے کہ وہ دوسری تقریب میں خود مالکال فیل کے ہی ساتھ لگے ہوئے تھے۔

اس وقت خاصی سراسمبگی پھیل گئی جب مہندی نے۔ کاغذ کی بنی ہوئی علامتی کشتی نے اس گیس بتی سے جو ساتھ ساتھ جل رہی تھی آگ پکڑ لی اور اچانک شعلے اٹھنے لگے، فوراً ہی گلاب پاش سے جو جلوس کے لوازم میں ہے گلاب چھڑک کر آگ بجھا دی گئی۔ اپنے مقررہ راستے۔ وکتوریہ اسٹریٹ پل فرنگی محل پاٹا نالہ آغا میر کی ڈیوڑھی اور وزیر گنج ہوتا ہوا دس بجے رات کے بعد مہندی کا جلوس گولہ گنج پہنچا۔

اس دفعہ پہلی بار گولہ گنج کے متوازی گزرنے والی سڑک جگت نرائن روڈ پر کرپچن کالج کے چوراہے پر پولیس نے ٹریفک کی آمد و رفت جاری رکھنے کے لیے انتظام کر دیا تھا جب کہ سالہائے مابقی میں اس وقت یہ سڑک گھنٹوں بند رہتی تھی جب مہندی کا جلوس وزیر گنج کی چڑھائی سے گزر کر جگت نرائن روڈ پر چند گز چل کر گولہ گنج کی طرف



رخ کرتا تھا۔

دوسرا جلوس، تمام لوازم جلوس سے بے نیاز، اپنی روایتی سادگی کے ساتھ کشمیریوں کی مہندی کا جلوس تھا جو رات گئے نکلا اور قدیم زمانے سے پڑھے جانے والے نوحے ”میرے قاسم کی آتی ہے مہندی“ کی پر تاثر آواز کے ساتھ علاقہ چوک میں گشت کر کے وہیں واپس ہو گیا جہاں سے چلا تھا۔

یہ بھی پہلی مرتبہ ہوا کہ مہندی کے اس جلوس کے راستے کو کارپوریشن نے دن بھر محنت کر کے کوڑے کرکٹ سے صاف کر دیا تھا۔

مہندی کا تیسرا جلوس آدھی رات کے بعد امام باڑہ آصفی سے اٹھ کر چھوٹے امام باڑے حسین آباد گیا۔

آج آٹھویں محرم کا سارا دن جگہ جگہ ہونے والی مجلسوں میں شرکت کرنے والوں کی جوق در جوق آمد و رفت کے پہلو سے خاصی اہمیت کا دن ثابت ہوا۔

اور سات کو شاہی امام باڑے آصف الدولہ کا امام باڑہ شاہ نجف کا اور حسین آباد کا امام باڑہ، سارے شہریوں مردوں، عورتوں اور بچوں کی توجہ کا مرکز رہے جن کی روشنی دیکھنے والوں میں ہر مذہب و ملت کے افراد بلا امتیاز آئے جن میں حکومت کے سربراہ بھی شامل ہیں۔

لکھنؤ میں مہندی کی دھوم

ہندو مضمون نگار یوگیش پروین

محرم کی ۷ کو سارے شہر میں مہندی کی دھوم رہتی ہے حضرت امام حسینؑ کی بیٹی جناب کبریٰ اور حضرت قاسمؑ کے نکاح کی اسمرتی (یاد) میں بارات نکلتی ہے اس بارات میں پاکی ہوتی ہے اور ہوتا ہے ذوالجناح (متبرک گھوڑا) جسے عام بول چال میں دلہل کہا



جاتا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ لکھنؤ کے نواب، رئیس، بیگم یا خواص کے دروازے پر دلدل ہوا کرتے تھے، اصل نسل کے ان گھوڑوں کی نقدیر کا کیا کہنا کہ ان کی کھلائی پلائی اور خدمتیں باقاعدہ ہوتی تھیں، لیکن امام حسینؑ کی نذر ہو جانے کے کارن اس پر سواری نہیں کی جاتی، مہندی کے جلوس میں دلدل کو راستے راستے دودھ جلیبی کھلائی جاتی ہے۔ ان جلوسوں میں اودھ کی پٹ رانی (ملکہ) ملکہ زامانی کے نوچندی جمہرات والے جلوس کی پرچھائیاں ملتی ہیں، جہاں جہاں تعزیہ داری ہوتی ہے، اس تاریخ کو شادی کے شگون نذر کئے جاتے ہیں (ہندوستانی پر تھاؤں) (رسوم) سے تھالوں میں سات پھل، سات ترکاریاں، مہندی، مسمی، سرمہ، چاندی کے چھلے، پان، پھول عطر وغیرہ سہاگ کا سامان چڑھتا ہے۔ مجلس و ماتم میں لکھنوی ادب و تہذیب کی بھی ایک نرالی ادا ہے۔ بڑی ریاستوں کی رانیاں اور بیگمیں فرش حسینؑ کے مہمانوں کا سواگت (استقبال) خود کرتی ہیں انھیں اپنے ہاتھوں پان دیتی ہیں آنے والوں کے جوتے گھر کے لوگ خوشی خوشی اٹھاتے ہیں اور ہر طرح سے ان کا آدر (عزت) کرتے ہیں۔ سوز پڑھنے والے غریب گوتوں (سوز خوانوں) کو بھی طرح طرح کے انعام اور نذریں دی جاتی ہیں۔ اخبار ”دھرم یوگ“ (ہندی) لکھنؤ ۱۸ دسمبر ۱۹۷۷ء

## حضرت قاسمؑ کی مہندی

”سید قاسم محمود کے ناول سے اقتباس“

لڑکوں نے بہت روکا، لیکن قاسم کو خدا جانے کس بات کی ضد تھی، نہ مانا پر نہ مانا اپنی مہندی کو خود ہی سر پہ اٹھا برہمنوں کی گلی میں گھستا چلا گیا۔ ایک لڑکا لالٹین لے کر اُس کے پیچھے پیچھے چلا، لیکن خوفزدہ ہو کر جلد ہی پلٹ آیا اور آکر لڑکوں سے کہنے لگا ”قاسم کا تو پتہ نہیں کہاں چلا گیا، دکھائی نہیں دیتا“ اتنا سننا تھا کہ عابد اُلٹے پاؤں بھاگا چھوٹے



بازار کو عبور کر کے بڑے بازار میں آیا، دائیں بائیں بند دکانوں کے کالے کالے ستون اُسے ڈرانہ سکے۔ یہاں سے شیخوں کے چوک میں آیا۔ راجوں کی گلی کو چیرتے ہوئے بڑی مسجد کے چوک میں نکلا۔ بڑی مسجد کے عقب سے جب مغلوں کے محلے کی طرف مڑنے لگا تو آدھی رات کے اندھیرے میں ایک پتھر سے ٹھوکر کھا کر گر پڑا۔ کپڑوں کو جھاڑے بغیر وہ اُسی طرح تیر بنا بھاگتا رہا۔ میر شجاعت علی کی حویلی کے ایک دروازے سے نکل کر روشنی باہر آرہی تھی۔ دو منٹ کے لیے ٹھہر گیا۔ غصے کی ایک تیز نگاہ حویلی کے اندر ڈال کر پھر بھاگا۔ تعزیہ والوں کے مکان کے آگے سے گزرتا ہوا، قصائیوں کی مسجد کے دروازے پر آن نکلا۔ مسجد کے دروازے کے طاق میں کڑوے تیل کا دیا ٹمٹما رہا تھا۔ اپنی دونوں جوتیاں اتار کر ادھر ادھر دیکھا اور نیم کے پیڑ کی کھوہ میں رکھ کر پھر دوڑنے لگا۔ علم والوں کے مکان کے آگے سے گزرتے ہوئے اُس نے دیکھا کہ پانچ سات آدمی پرانے دھرانے موٹدھوں پر بیٹھے حقہ گزگڑا رہے ہیں اور سیاست حاضرہ پر گفتگو کر رہے ہیں۔ انھی میں اُس کا باپ محمد حسین قریشی بھی بیٹھا ہوا تھا۔ باپ نے پوچھا ”کیا بات ہے عابد، یوں کیوں بھاگ رہا ہے؟“ عابد نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا ”قاسم برہمنوں کی گلی میں چلا گیا“۔ باپ چیختا رہ گیا کہ ”ٹھہر جتا تو سہی، آخر ہوا کیا“، لیکن وہ دور بھاگتا ہی رہا۔ دو چار پتلی پتلی اندھیری گلیوں کو طے کرتا ہوا مہندی والوں کے مکان پر آیا۔ دروازے کی چوکھٹ کے ساتھ لگ کر اپنے آپ برقا بپانے کی کوشش کرنے لگا۔ سوچنے لگا، کیسے کہوں، کیا کہوں۔

مکان کے صحن میں سیدوں، قریشیوں، شیخوں اور مغلوں کے محلوں اور گلیوں کی عورتیں جاجم پر بیٹھی، خانوادہ رسول کا سوگ منا رہی تھیں۔ دالان کے تینوں ستونوں کی قدیم طرز کی کھونٹیوں پر لائین لگی ہوئی تھیں، ساتھ والی کوٹھری میں موم بتیاں جل رہی



تھیں جن کی کانپتی ہوئی روشنی دالان کے فرش پر آ کر جیسے ماتم کر رہی تھی صحن کے وسط میں ایک تخت پر سرخ کفن کی صورت میں عروسی کا جوڑا رکھا ہوا تھا۔ کوٹھڑے میں نکاح کے چھوڑے تھے تانبے کے براق طباق میں سوکھی مہندی تھی جس پر مٹی کا ایک پیالہ تھا۔ پیالے سے لوبان اور اگر بتی کا خوشبودار دھواں بل کھاتا ہوا اُٹھ رہا تھا۔ ایک سینی میں چاندی کا کٹورا تھا۔ کٹورے میں حضرت قاسم کے نام کا گڑ کا شربت چمک رہا تھا سینی کے ارد گرد، عین کناروں پر موم بیتاں جل رہی تھیں۔ مجلس میں سے اکا دکا عورت اُٹھتی اور اپنے گھر کی طرف سے ایک نئی موم بتی جلا کر عروسی کے جوڑے کو چوم کر چپ چاپ واپس چلی جاتی۔ تخت کے پہلو میں، نیچے جاہم پر پانچ عورتیں دکھ بھرے لہجے میں مہندی پڑھ رہی تھیں۔

رن میں بیوہ حسن یوں پکاری میرے قاسم کی آتی ہے مہندی  
 آج کے دن پہ جاؤں میں واری میرے قاسم کی آتی ہے مہندی  
 مہندی پڑھنے والی عورتوں میں سے ایک عابد کی ماں تھی، عابد دروازے میں کھڑا  
 قاسم کی والدہ یعنی اپنی خالہ کو ڈھونڈ رہا تھا۔ دیکھا کہ خالہ دالان کی طرف سے، ہاتھ  
 میں اگر بیتاں جلائے آ رہی ہیں۔ آگے بڑھا، لیکن فوراً ہی پیچھے ہٹ گیا اور دروازے کی  
 اوٹ میں ہو کر خالہ کے اس طرف آنے کا انتظار کرنے لگا کیونکہ وہ اُن سے اکیلے میں  
 بات کرنا چاہتا تھا۔ اُس کی خالہ کو تخت کے پاس جانے کی جگہ نہ ملی تو وہ مجلس کے  
 کنارے کنارے ہوتی ہوئی دروازے کے پاس نکل آئی۔ عابد نے چپکے سے آواز دی  
 ”خالہ جی!“ اُس کی خالہ نے مڑ کر دیکھا۔ عابد عجب پراسرار انداز میں سہا کھڑا تھا۔ دل  
 اپنی جگہ سے ہل کر رہ گیا۔ بولی ”کیا ہے عابد گشت ختم ہو گیا کیا؟“ عابد نے ڈرتے  
 ڈرتے کہا ”قاسم برہمنوں کی گلی میں چلا گیا“ قاسم کی ماں نے اُس کا ڈرا ہوا فقرہ



توڑتے ہوئے چیخ کر کہا ”یامشکل کشایہ کیا کیا تو نے“ چیخ کی آواز سن کر کچھ قریب کی عورتیں اٹھ اٹھ کر۔ ”کیا ہوا کیا ہوا“ کا شور بلند کرتی ہوئی وہاں پہنچیں۔ عابد کی ماں نے مہندی پڑھتے پڑھتے نگاہ ادھر ڈالی تو عابد کا چہرہ نظر آیا جس پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں مہندی کی کتاب ساتھ والی عورت کو دے کر ننگے سر ننگے پاؤں جلدی جلدی آئی۔ بہن سے پوچھا ”کیا ہوا فردوسی؟“

فردوسی نے بہن کو سینے سے لگا لیا۔ آواز گلے میں رُندھ گئی۔ ”بتول، میری سولہ برس کی کمائی لٹ گئی۔“

بتول نے اپنے بیٹے سے کہا ”جانہار، تو پیغام لاتا مر نہ گیا۔ کل سے بیٹھ رہی تھی، مہندی نہیں نکالنی، نہیں نکالنی، لیکن نامراد“ اُس نے اپنا فقرہ ادھورا چھوڑ کر، دانت کچکا کر زن سے ایک تھپڑ عابد کے گلے پر رسید کیا۔ عابد کلا سہلا تارہ گیا۔ ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ قاسم کی ماں نے آگے بڑھ کر دونوں ہاتھوں سے عابد کا سر بھینچ لیا۔ پھر انگلیوں سے چٹ چٹ اُس کی بلائیں لینے لگی ”اُسے کیا کہے ہے بتول میرا ہی نصیبہ پھوٹا ہوا ہے“ یہ کہہ اُس نے پھر مشکل کشا کی دہائی دی۔ پھر وہیں کچی مٹی پر سجدے میں جا گری۔ گہرے سیاہ رنگ کا دوپٹہ اُس کے وجود پر پڑا ہوا ایسی مقدس فضا پیدا کر رہا تھا کسی عورت کو بھی اُسے دلاسا دینے کی جرأت نہ ہوئی۔ آپس ہی میں باتیں کرتی رہیں۔ ایک بولی ”ہائے ہائے بیچاری کا اکلوتا ہے“،

دوسری بولی ”شوہر کو مرے ابھی تین ماہ بھی نہیں ہوئے ہیں۔“

تیسری بولی ”دو قاسموں کا ماتم ہو گیا“

قاسم کی ماں اُسی طرح سجدے میں پڑی اپنے دل سے خاموش دعائیں مانگ رہی تھی ”اے پروردگار، اس گھر کی لاج تیرے ہاتھ ہے۔ میرے قاسم کو خیر سے گھر بھیجو!



نہیں تو ”بتول نے آگے بڑھ کر اپنی بہن فردوسی کو سجدے سے اٹھانے کی کوشش کی، لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ عورتیں بولیں، ”رہنے دے بہن۔ آخر مانتا کلیجہ کیسے ٹھنڈا کرے۔“ یہ فقرہ سن کر فردوسی خود بخود اٹھی اور دوپٹے کا پلو پھیلا کر چیخنے لگی ”مشکل کشا!“ اس گھر کا چراغ بجھ گیا تو میں تیرا گریبان پکڑ لوں گی۔“ عورتیں رونے لگیں۔ روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔ دوپٹوں کے کنارے آنسوؤں میں بھیگ گئے۔ قاسم کی ماں کو ایک لہر آئی اور پھر سجدے میں جا گری۔ بتول نے آنسو ضبط کرتے ہوئے کہا ”اس گھر پر اللہ میاں کا کچھ ایسا کرم ہے کہ۔۔۔“ آنسو ضبط نہ ہو سکے، فقرہ نامکمل رہ گیا اور ”کیا بتاؤں“ کے دو لفظ حلق میں اٹک کر رہ گئے۔ فردوسی نے سجدے میں ایک ہوک بلند کی اور دل ہی دل میں منت مانگی، یا قاسم! میرا قاسم صحیح سلامت گھر آ گیا تو میں اگلے برس تیری مہندی سونے کے کلس سے نکالوں گی!“

عابد نے جب یہ دیکھا کہ خالہ کسی طرح سجدے سے سر اٹھا کر اُس کی باتیں نہیں سنتی ہیں اور ماں برابر اُسے غصے کی نظروں سے کھائے جا رہی ہے، تو وہ چپ چاپ آنسو بہاتا ہوا گھر سے باہر نکلا اور دروازے پر بنی ہوئی چوکی پر بیٹھ گیا۔ گلی میں گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اندر سے رونے اور سسکنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ اُس نے اُنکی سے اپنا ایک موٹا سا آنسو پونچھ کر، اپنا سر دیوار کے ساتھ لگا لیا۔ دروازے کے دوسری طرف کی چوکی خالی پڑی تھی، حالانکہ آج صبح وہاں قاسم بیٹھا ہوا مہندی نکالنے کی سخت مخالفت کر رہا تھا۔ سن چھیا لیس کا زمانہ تھا۔ عام انتخاب سر پر کھڑے تھے، ہندوستان بھر میں ہندو مسلم فسادات کی آگ بھڑکی ہوئی تھی جس کے شعلے حسن گڑھ کی گلیوں اور دکانوں میں بھی آگئے تھے۔ قاسم ان شعلوں سے تو نہیں ڈرتا تھا کیونکہ وہ ان کے مفہوم ہی سے آگاہ نہ تھا۔ وہ تو اس بات سے سہا ہوا تھا کہ تین ماہ پہلے اُس کا باپ انہی شعلوں



کی لپیٹ میں آکر جھلس گیا تھا۔ گاؤں میں گنوکشی کے مسئلے پر اچانک ہندوؤں اور مسلمانوں میں جھگڑا ہو گیا تھا۔ جھگڑا ختم ہوا چاہتا تھا کہ چند رہبان نمبردار نے ایک اور قضیہ کھڑا کر دیا۔ کہنے لگا ”اب کے تعزیہ برہمنوں کی گلی سے گزرا تو ہم ٹخنے توڑ دیں گے“ قاسم کے باپ کاظم علی کو جوش آگیا ”تعزیہ تو نکلے گا سو نکلے گا، میں ابھی جاتا ہوں، دیکھتا ہوں کون میرے ٹخنے توڑتا ہے“، اتنا کہہ کر وہ تیزی سے چلتا ہوا برہمنوں کی گلی میں گھس گیا۔ پنچایت کے ہندو مسلم ارکان اُس کے پیچھے بھاگے، تھوڑی دیر بعد گلی سے اُس کی لاش ہی واپس آئی تھی، قاسم نے اسی لیے کہا تھا ”عابد، اگر میں مہندی نکالوں گا تو برہمنوں کی گلی میں ضرور جاؤں گا تم حضرت عباسؑ کی“

عابد بولا ”ہاں یار، ہم کیا کسی سے ڈرتے ہیں۔ سُروں کا بھر کس نکال دیں گے“ قاسم نے اپنے اندیشے کا اظہار کیا ”بھئی۔ اب کے تعزیے اور علم نکالنے پر بھی پابندی ہے۔ ہم نے مہندی نکالی تو مارے جائیں گے تم مولائی کی۔“

عابد نے ہمت بندھائی ”بڑا ہی ڈر پوک ہے یار۔ مہندی تو ہم بچے نکالیں گے۔ شور نہیں مچائیں گے۔ بس اپنی گلی کے بچے ہوں گے۔“

قاسم کہنے لگا ”اچھا ایک ترکیب کر ضلع سے پولیس آئی ہوئی ہے ہم دونوں تھانیدار کے پاس چلتے ہیں۔ اُس سے کہتے ہیں کہ مہندی نکالنے دو۔ چپ چاپ تے نکالیں گے۔ کر بلا تک جائیں گے اور آجائیں گے۔ ایک دو سپاہی مانگ لیں گے اُس سے۔“

عابد کا منہ بن گیا ”تھانیدار ہندو ہے۔ وہ کبھی نہیں مانے گا۔“

قاسم یہ برداشت کر سکتا تھا کہ مہندی نکال کر اور برہمنوں کی گلی میں جا کر مر جائے، لیکن یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ اُس کا خالہ زاد بھائی اُس سے روٹھ جائے۔

عابد نے ایک لمبی آہ بھری، جس کا مطلب یہ تھا کہ میں قاسم کے ساتھ ہی برہمنوں



کی گلی میں کیوں نہ چلا گیا۔ سر کو جھٹکا دے کر وہ تیزی سے اٹھا اور گلی کے گھپ اندھیرے میں آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ قاسم کی تصویر آنکھوں میں پھرنے لگی تو واپس مڑ گیا ”وہ مجھے بے وفا کہے گا۔“ صبح جب دونوں دروازے کی چوکیوں پر بیٹھے، مہندی نکالنے نہ نکالنے کے مسئلے پر غور کر رہے تھے، اُس وقت قاسم نے ازراہ مذاق کہا تھا ”دیکھ میں تو گلی میں چلا بھی جاؤں گا، لیکن تو ایسا بے وفا ہے کہ وہیں کھڑا تماشا دیکھتا رہے گا۔“ عابد کو پھر جوش آیا اور پھر واپس پلٹ گیا ”میں بھی اُس کے ساتھ ہی مرجاؤں گا“

اپنی گلی کا موڑ مڑ کر وہ دوسری گلی میں آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا چل رہا تھا ننگے پاؤں زمین پر اتنی خاموشی سے پڑتے کہ ہلکی سی آواز بھی بلند نہ ہوتی کبھی کبھی کوئی اینٹ، کوئی روڑا اُس کے پیروں سے ٹکرا جاتا تھا تو ایک ہلکی سی، طبیعت کو جھنجھوڑنے والی آواز پیدا ہو جاتی تھی۔ گزرے ہوئے دن کے واقعات اُس کے دماغ میں تیزی سے گھوم رہے تھے قاسم نے عابد کے بنے ہوئے منہ کو ہنسانے کی خاطر کہہ دیا تھا، ”اچھا میاں تیری مرضی۔“ دروازے کی چوکیوں پر سے اٹھ کر دونوں گھر میں چلے گئے۔ والدہ سے ضد کر کے چابیوں کا گچھا لیا۔ دالان کے ساتھ والی کوٹھری کا قفل کھولا کوٹھری عجیب و غریب گھٹی ہوئی خوشبوؤں سے مہکی ہوئی تھی۔ مہندی پچھلے برس سے آج تک جوں کی توں رکھی تھی۔ چاروں کونوں پر بانس کی کپھچیاں تھیں، کپھچیوں کے سروں پر چاندی کے چمکتے ہوئے چھوٹے چھوٹے نقشین کلس تھے۔ دونوں نے مہندی کا ڈھانچا اٹھایا اور صحن میں لا کر رکھ دیا۔ خوب غور سے چاروں طرف سے مہندی کا معائنہ ہوا۔ قاسم اپنے بستے سے کاپی اور پنسل اٹھا لایا۔ اخراجات کا تخمینہ لگایا گیا۔

۱۶۔ سبز کاغذ ایک روپے آٹھ آنے کا

۶۔ کاغذ سرخ بارہ آنے کا



۶۔ سیاہ کاغذ برائے پردہ دس آنے کا

نشتی چار آنے کی

دھاگہ آٹھ آنے کا

قاسم نے سراٹھا کر پوچھا ”اور کیا آئے گا؟“

عابد نے سوال کرتے ہوئے جواب دیا ”گنبد پر کیسا کاغذ چڑھانا ہے؟ چمکیلا یا سادہ، چمکیلا تو چھ آنے کا ایک آتا ہے بھیا۔“

قاسم کہنے لگا ”سادہ ہی چڑھالیں گے یار۔ اگلے برس دیکھا جائے گا۔ اب کے اباجی بھی توفوت ہوئے ہیں۔ سادہ ہی ٹھیک ہے۔“

عابد بولا ”ہاں سادہ ہی ٹھیک ہے میں اپنے گھر سے لے آؤں گا۔“

”جاتو پھر جلدی سے لے آ۔ میں اتنے میں امی سے پیسے مانگتا ہوں۔“

عابد اپنے گھر سے سادہ کاغذوں کے ساتھ ساتھ ایک پھنسا پرانا بانس بھی اٹھالایا۔ سارا مسئلہ ہی ختم ہو گیا۔ دونوں بھاگے بھاگے چھوٹے بازار گئے اور بھگوان سنگھ کی دوکان سے رنگ برنگے کاغذ خرید لائے۔ آٹا چھان کر لٹی پکائی اور مہندی سجانے بیٹھ گئے۔ دھوپ کے ساتھ ساتھ وہ اور ان کی مہندی بھی سرکتی رہتی، بانس کی چھوٹی چھوٹی کچھیاں دھاگوں سے کس کر باندھیں۔ سبز کاغذ کی کئی کئی تھیں کر کے بال کاٹیں اور کچھیاں پر چسپاں کر دیں۔ چاروں طرف عین وسط میں سیاہ کاغذ کے پردے لٹکا دیئے۔ گنبد پر سادہ کاغذ چڑھایا اور اوپر سے نیچے تک چند رنگین لڑیاں گرائیں۔ مہندی سجا کر دلہن بن گئی تو ماں کو بھی احساس ہوا کہ یہ سچ محج ہو رہا ہے۔ گرجنے لگی ”ارے میرے ڈولہا، ایک تو چلا گیا تو بھی جائے گا۔“ اس پڑوس میں سرگوشیاں ہونے لگیں۔ محلّے کی بی بیاں ایک ایک کر کے جمع ہوئیں۔ عابد کی دادی نے کہا ”اری فردوس، تیرا کیا بگڑے ہے۔“



بچے خوش ہو رہے ہیں تو ہونے دے۔“

”ماں بی بی، یہ خوشی کا کون سا مقام ہے کوئی میلہ ٹھیلہ تو ہے نہیں۔“

دوسری آوازیں بڑھیا کی آواز سے متفق تھیں۔ ”مہندی ضرور لگنی چاہیے۔ بڑے تھوڑا ہی نکال رہے ہیں۔ بڑی مسجد کے چوک تک جائیں گے۔ ایک دوسرے پڑھ کر واپس آجائیں گے۔“

فردوسی بولی، شجاعت علی پھر اپنے چہیتوں کے پاس پہنچ جائے گا تعزیے تو رکوادے ہیں اُس نے مہندی بھی رکوادے گا۔“

محلے کی ایک عورت کڑکی۔ ”اجی لو، رکوادے گا۔ اُسی کمینے کا راج ہو گیا جیسے اپنی ریسیت بگھارتا پھرتا ہے۔ عورتوں کی مجلس کو کوئی نہیں کہہ سکتا۔“

رفتہ رفتہ قاسم کی ماں کا دل بھی موم ہو گیا۔ وہ پتھر تھا ہی کب۔ وہ تو پہلے ہی یہ چاہتی تھی کہ مہندی ہر قیمت پر لگنی چاہیے۔ اگر اس دفعہ مہندی نہ لگی تو اُس کے مرحوم شوہر کی رُوح تڑپے گی۔ کہے گا کہ میں نہیں تھا تو بیوی نے میرے باپ دادا کی روایت کو ختم کر دیا۔ وہ تو ایسا جانہار تھا کہ چندر بھان کی ایک ذرا سی لکار پر چل بسا۔ اُسے البتہ قدرے یہ اطمینان تھا کہ تعزیے والوں اور علم والوں نے بھی تو چپ سادہ رکھی ہے اب کے۔ لیکن مرحوم شوہر کے خیال سے وہ تڑپ کے رہ گئی۔ اپنے اکلوتے قاسم کی طرف دیکھا جو ابھی تک مہندی سجا رہا تھا۔ اُس کے پاس گئی ”قاسم مہندی نکالنی ہے تو ایک شرط پر“ ”کیا؟“

”برہمنوں کی گلی میں نہ جانا اور چپ چاپ واپس آ جانا“

عابد نے پوچھا ”تو خالہ، کیا مرثیہ بھی نہ پڑھیں؟“

قاسم نے ماں سے کہا ”ہمارے پاس نیچے کا کپڑا تو ہے نہیں۔“ ماں نے اپنا دھلا ہوا



ریشمین سرخ دوپٹہ دے دیا۔ دوپٹے کے چاروں پلے مہندی کے چاروں کونوں سے باندھے گئے۔ مسلمان محلوں کی عورتیں پہلے ہی اپنی اپنی مُرادیں دل میں چھپائے جمع ہو گئی تھیں۔ سب سے پہلے قاسم کی ماں نے پڑیا کھول کر سوکھی مہندی کپڑے پر ڈال دی۔ اس کے بعد تو تانتا بندھ گیا۔ ایک ایک عورت نے سوکھی مہندی پڑیا کھول کھول کر کپڑے میں ڈھیر کر دی۔ عورتیں کپڑے میں مہندی ڈالتے وقت بڑے مقدس انداز میں آنکھیں بند کر لیتی تھیں اور دل ہی دل میں حضرت قاسمؑ کی منت ماننے ہوئے کچھ بڑبڑاتی تھیں۔ کپڑا بوجھ سے لٹک گیا، مہندی کا اگلا سرا قاسم کے کندھے پر تھا اور دوسرا سرا عابد کے کندھے پر کچھ عورتوں نے جن کی منٹیں اور مُرادیں اُن کے نزدیک خاص الخالص تھیں، مہندی کی چھت پر موم بتیاں جلا دیں۔ کسی عورت نے مہندی پر گلاب چھڑکا اور چاروں کلسوں پر عطر لگایا تو ایک بچے نے باواز بلند کہا، ”بول نعرہ یا حسینؑ۔“ سب بچوں نے ”یا حسینؑ یا حسینؑ“ کے نعرے بلند کرنے شروع کر دیئے۔ ادھر زبان پر حسینؑ کا نام آتا تھا ادھر اُن کا ہاتھ چھاتی پر جاتا تھا۔ اونچی نیچی آوازوں کے تال میل نے ایسا سماں باندھا کہ مائیں اور بہنیں اپنے اپنے پیار کو ضبط نہ کر سکیں۔ آنسوؤں کی جھڑیاں لگ گئیں۔ قاسم کی ماں نے کہا ”چلو بی بیو، چل کر مجلس برپا کرو۔ بتول مرثیہ شروع کرے گی۔“ بچے باری باری مہندی کو کندھا دیتے ہوئے باہر جانے لگے تو قاسم کی ماں نے بیٹے سے کہا اب دس بجے ہیں۔ ایک بجے تک واپس آ جانا۔ رات بھر کا گشت اگلے برس لگانا میرے چاند۔

باہر نکل کر مہندی گلی میں رکھ دی گئی۔ ایک بچہ دوڑ کر اپنے گھر سے لالٹین اٹھا لایا۔ کل تین لالٹینیں ہو گئیں۔

دوسرا بچہ، جو خاصا خوش گلو تھا اور ہر برس مرثیہ پڑھا کرتا تھا، کہنے لگا ”ہاں بھئی



مہندی والوں کی اجازت ہو تو شروع کریں۔

کاظم علی کی جگہ قاسم علی نے سنبھال رکھی تھی۔ بولا ”اجازت ہے۔ عابد والا نوحہ پڑھیں“ اُس کے ساتھ دو بچے اور بھی مل گئے تینوں نے بیک آواز ہو کر سوز کی طرز میں شروع کیا:- ”رورو کے یہ عابد کہتے تھے“ باقی تمام بچوں نے اسی طرز میں دہرایا ”رورو کے یہ عابد کہتے تھے“ تینوں نے اس مصرع کی خوب تکرار کرائی اور جب سب کا دل متوجہ ہو گیا تو انھوں نے لہجہ تیز کر کے کہا، کعبے کے مسافر لوٹ لیے۔ بچوں نے اُسی تیز لہجے سے جواب دیا ”کعبے کے مسافر لوٹ لیے“

آواز کی یہ تکرار جب ان کی روحوں پر چھا گئی تو قاسم کو ایک جھرجھری سی آئی۔ دوڑا دوڑا گھر آیا اور عورتوں سے بچتا بچتا کمرے میں چلا گیا۔ الماری سے زنجیر نکال کر گرتے کے نیچے چھپا رہا تھا کہ ماں آگئی ”نہیں قاسم، یہ حرکت نہیں ہوگی۔“ قاسم نے رحم طلب نگاہوں سے دیکھتے ہوئے ماں سے اجازت چاہی اباجی ماتم کیا کرتے تھے ان سے“

”ہاں ہاں کیا کرتے تھے۔ تو بھی کر لیجو۔ ساری عمر پڑی ہے ابھی ماں نے زنجیر چھیننے وقت ایک بار پھر تاکید کی کہ برہمنوں کی گلی میں نہ جانا چاند، جان کا خطرہ ہے۔“ قاسم واپس آیا۔ دونوں بھائیوں نے ”یا حسین“ کا نعرہ لگا کر مہندی اٹھائی۔ بچے آپ ہی آپ دو قطاروں میں بٹ گئے۔ مرثیہ کے بول دہراتے ہوئے یہ چھوٹا سا جلوس گلی سے نکل کر علم والوں کے پاس آیا تو مونڈھوں پر بیٹھے ہوئے لوگوں نے خوش ہو کر کہا ”شاباش شاباش“

ایک شخص جو زنجیر کے ماتم کی وجہ سے دُور دُور تک مشہور تھا، کہنے لگا ڈپٹی کمشنر نے تھاندار بھیج کر کیا کر لیا۔ ہمیں قید کر کے بٹھا دیا، یہ نہ دیکھا کہ ہمارے اولاد بھی ہے“



خالو محمد حسین نے بھی اُن کے دماغ پر نصیحت کا ایک ہتھوڑا جمایا تھا قاسم! برہمنوں کی گلی میں نہ جانا چوک سے واپس آ جانا۔“

قاسم نے ”اچھا جی“ کہہ کر عابد سے چپکے سے کہا تھا۔ ہم بھی اصل کے ہوئے تو برہمنوں کی گلی چھوڑ، کر بلا تک جائیں گے۔ ضرور جائیں گے۔“

عابد نے باپ کی طرف دیکھ کر کہا تھا ”ہاں یار، یہ ہمارے بڑے پتانیں اتنا کیوں ڈرتے ہیں۔ دیکھا جائے گا جو کچھ ہوگا۔“

اندھیرے میں عابد کا پاؤں گلی کے چونچے میں جا پڑا۔ پاؤں زمین پر رگڑتے ہوئے اُس نے علم والوں کی بیٹھک کی طرف دیکھا۔ وہاں اب کوئی بھی نہیں تھا۔ مونڈھے رکھے تھے۔ حقہ بھی بیچ میں رکھا تھا۔ حقے کی پتھروں نے چلم پر رکھی تھی، لیکن اُن پانچ سات آدمیوں میں سے ایک بھی نہ تھا جو تھوڑی دیر پہلے یہاں بیٹھے سیاست حاضرہ پر گفتگو کر رہے تھے۔ عابد سمجھا کہ ہونہ ہو برہمنوں کی گلی گئے ہوں گے۔ اُس کے جسم پر کپکپاہٹ طاری ہوگئی۔ آج کے سارے ہنگامے کا ذمہ دار وہ خود کو سمجھ رہا تھا۔ اُسی نے علی الصباح قاسم کو سوتے سے جگا کر کہا تھا ”ابے آج ساتویں ہے۔ ابھی تک سویا پڑا ہے، مہندی نہیں نکالنی قاسم نے جواب دیا تھا ”نہیں نکالنی بھائی۔ پابندی لگی ہوئی ہے۔“ اور رفتہ رفتہ اُس نے قاسم چھوڑ، قاسم کی ماں اور محلے کی عورتوں کو بھی منالیا تھا۔ برہمنوں کی گلی جانے کی ترغیب اُسی نے دی تھی۔ جب بچوں کا جلوس بڑی مسجد کے چوک میں جا کر ٹھہر گیا تھا تو اُسی نے قاسم کو ایک طرف لے جا کر کہا تھا۔

”برہمنوں کی گلی نہ جانا“

قاسم نے کہا تھا جانا ہے، ضرور جانا ہے“

عابد نے اُسکے ارادے کو مزید مضبوط کر دیا تھا ”تیرے ابا جی کو بھی اُنھوں نے ہی



مارا تھا۔ ہم انھی سالوں کی گلی سے گزریں گے۔ دیکھیں گے کیا کریں گے۔

جلوس برہمنوں کی گلی کے منہ پر جا کر ٹھہر گیا تھا۔ ماتم بھی رُک گیا تھا۔ بچے ڈر گئے تھے سبھی کہہ رہے تھے، ”ہم اندر نہیں جائیں گے، واپس چلو“

قاسم بولا ”مہندی کر بلا تک جائے گی جائے گی کوئی نہیں روک سکتا“ ایک لڑکے نے کہا ”کر بلا تک جانا ہے تو کیا یہی راستہ رہ گیا ہے۔ باہر کھیتوں کی طرف سے چلتے ہیں۔

قاسم گرجا ”چپ رہ بے مرغی کے یہ گلی کا ہے کے لیے بنی ہے“

برہمنوں کی گلی واقعی اسی لیے بنی تھی۔ کبھی بچھلے وقتوں میں حسن گڑھ میں اسی بات پر جھگڑا ہوا تھا کہ تعزیہ کا راستہ کون سا ہونا چاہیے مسلمانوں کا مطالبہ تھا کہ ہمارے باپ دادا کے زمانوں سے یہی راستہ ہے تو ہم کیوں بدلیں۔ غیر مسلم بالخصوص باہمن اور جاٹ یہ کہتے تھے کہ راستہ بدل دیا جائے گا تو کون سی قیامت آجائے گی۔ کافی عرصہ مقدمہ چلا۔ آخر ایک انگریز افسر نے آکر فیصلہ دیا کہ تعزیہ اگلی گلی سے گزرے گا کیونکہ ماضی میں یہیں سے گزرتا آیا ہے۔ برہمنوں نے چار و ناچار قبول کر لیا۔ لیکن وہ شرارت سے باز آنے والے کب تھے۔

انھوں نے اپنے مکانوں کے آگے چھجے اس ترکیب سے بڑھائے کہ اس طرف کے چھجے دوسری طرف کے چھجوں سے ملتے ہوئے نظر آتے تھے۔ بمشکل ایک فٹ کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ ادھر سے راجوں نے اپنے تعزیوں کی تعمیر کا نمونہ بدل دیا۔ انھوں نے بچاس فٹ کا تعزیہ بنایا۔ کرسی چار گز لمبی اور تین گز چوڑی رکھی۔ کرسی پر چار منزلیں اوپر تلے باندھ دیں جو ایک دوسری سے چھوٹی ہوتی چلی جاتی تھیں۔ چوتھی منزل کے اوپر روضہ تھا۔ روضے کے اوپر چھتری تھی۔ چھتری گلی کے چھجوں تک پہنچ جاتی تھی۔ چھجوں سے اوپر کا بندوبست انھوں نے یہ کیا کہ ایک ایسا خرطی مینار چھتری پر رکھ دیا جس کا



اوپر کا سرا بالکل نوکیلا تھا۔ اس تعزیے کو برہمنوں کی پتلی گلی عبور کرنے میں چار چار گھنٹے لگ جاتے تھے۔ دھانک کہا رجن کے کندھوں پر اس تعزیے کا بوجھ ہوتا۔ تھک تھک جاتے۔ لیکن ثواب کمانے کی خاطر وہ برداشت کرتے رہتے۔ بعض اوقات یہ جذبہ اُن پر اتنا طاری ہوتا کہ وہ تعزیے کا بوجھ قصداً بیساکھیوں کے بجائے اپنے کندھوں پر ڈالے رکھتے قریشیوں اور سیدیوں کے تعزیے قد و قامت میں اتنے چھوٹے ہوتے تھے کہ گلی میں سے آسانی سے گزر جاتے، مشکل صرف راجوں والے تعزیے کو پیش آتی تھی، اُس وقت سے پچھلے برس تک یہ عالم رہا تھا کہ کسی کو چیٹر خانی کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ چیٹر خانی تو کیا، اُلٹا وہ اسے ثواب کا وسیلہ سمجھنے لگے تھے، ہندو عورتیں تعزیے کی چھتری پر پھولوں کے ہار ڈال کر اور مخرولی مینار کو چھونے سے یہ سمجھتی تھیں کہ پاک ہو گئیں۔ وہ سارا سال اپنے دل میں کوئی منت پکارتی رہتیں اور عاشورے کو گلی کے چھجوں پر جمع ہو جاتیں، اُن کے مرد جلوس کے لیے راستہ چھوڑنا معاشرتی کیانڈہ ہی فرض سمجھتے تھے۔ لیکن اب کے حالات نے پھر پلٹا کھایا تھا۔ محرم سے تین ماہ پیشتر ہی انھوں نے قاسم کے والد کو ڈھیر کر دیا تھا اور آج رات کے اندھیر میں جب عابد ڈرتا کانپتا خود مجرمی کے احساس کو دل میں لیے برہمنوں کی گلی میں پہنچا تو وہاں پورے حسن گڑھ کے مسلمان جمع تھے، گلی کے نلڑ پر چبوترے پر تھانیدار آرام سے کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ ساتھ ہی ایک کرسی پر میر شجاعت علی بیٹھا مسکرا رہا تھا۔ پیچھے تین سپاہی بندوقین تانے کھڑے تھے۔ عابد بچوں کے ساتھ جا ملا، ”سپاہی اندر گلی میں گئے ہوئے ہیں۔ بڑی دیر ہو گئی۔ ابھی تک کچھ پتا نہیں چلا“۔ عابد ہجوم کو چیرتا ہوا آگے نکلا۔ دیکھا کہ پاس ہی باپ کھڑا ہے۔ بیٹے سے پوچھا، ”گھر بتا آیا؟“ عابد بولا ”ہاں“ محمد حسین نے اپنے باپ سے کہا اُس کی ماں مر جائے گی غریب یہ کہہ کر آگے بڑھا اور تھانیدار سے



کہا ”جناب، آپ خود تکلیف کر کے اندر جائیں، وہ آپ کے بغیر نہیں مانیں گے“ ایک سپاہی نے ٹارچ کی تیز روشنی محمد حسین پر پھینکی۔ عابد کی آنکھیں چندھیا کر رہ گئیں۔ خاموشی پھر چھا گئی، تھوڑی دیر بعد چند سپاہی، جن میں ہندو بھی تھے اور مسلمان بھی، ہاتھوں میں پٹی ہوئی مہندی اٹھائے نمودار ہوئے۔ سیاہ کاغذ کے پردوں کا وجود تک نہ تھا۔ گنبد بھی غائب تھے۔

چاندی کے کلس الگ ندارد۔ وہ کپڑا بھی، جس میں مرادوں بھری سُوکی مہندی کا ڈھیر لگا ہوا تھا، موجود نہیں تھا۔ وہ مہندی جسے سارا سال پیاروں بھتیجیوں اور حاجت مندوں میں چٹکی چٹکی تقسیم ہونا تھا۔ بانس کی پچھلیوں کا ایک ڈھانچا تھا جو انھوں نے تھانیدار کے آگے لا کر رکھ دیا۔ کسی کو جوش آ گیا۔ باواز بلند چیخا!

”نعرہ تکبیر“، مجمع نے جواب میں ایک ہی آواز نکالی ”اللہ اکبر“ تھانیدار سٹیٹا کر کھڑا ہو گیا۔ جیب سے پستول نکال لی ”خاموش رہو، ورنہ مجھے کوئی اور طریقہ استعمال کرنا پڑے گا“۔ سب خاموش ہو گئے۔ محمد حسین ایک آدمی کے ہاتھ سے لائین چھین کر آگے بڑھا اور دھیمی روشنی میں مہندی کا حلیہ دیکھنے لگا۔ ایک سپاہی نے بندوق کا بٹ اُس کے کندھے پر رکھتے ہوئے کہا ”پرے رہو“ تھانیدار نے نرم لہجہ اختیار کر لیا ”صبر کرو۔ ابھی آپ ہی کے حوالے کر دی جائے گی“ سپاہیوں کو ساتھ لے کر وہ خود گلی میں چلا گیا اور چند سپاہیوں کو وہ مکڑ پر کھڑا ہونے کا حکم دے گیا۔ چند ہی منٹوں کے بعد واپس آیا۔ اُس کے پیچھے پیچھے چار پانچ سپاہی قاسم کو اٹھائے لا رہے تھے ایک سپاہی نے دونوں ہاتھوں سے اُس کا سر تھاما ہوا تھا۔ دو سپاہیوں نے اُس کی دونوں ٹانگیں اور باقیوں نے جسم کے مختلف حصوں کو سہارا رکھا تھا۔ زمین پر لٹا دیا پیشانی سے ابھی تک خون بہہ رہا تھا۔ کپڑوں پر جگہ جگہ تازہ خون کے چھینٹے پڑے ہوئے تھے۔ ناک بالکل پس گئی تھی



بازوؤں اور گردن پر گہرے زخم لگے تھے۔

تھانیدار نے ہیڈ کانسٹیبل سے پوچھا۔ ”کیا ٹائم ہوا ہے؟“

ہیڈ کانسٹیبل نے جواب دیا ”ایک بجاہے حضور“ اسمیل سیکینہ حیدر آبادلیفٹ

تھانیدار اپنی جیب سے ڈائری نکال کر کچھ لکھنے لگا۔ ایک شخص قریب ترین گھر سے ایک چارپائی اور چادر لے کر آیا۔ سپاہیوں نے قاسم کو چارپائی پر لٹا دیا۔ ایک سپاہی نے اُس پر چادر ڈال دی۔ چند معززین محمد حسین کے ہمراہ آگے بڑھے۔ ایک تجربہ کار اور مرتی ہوئی زندگی کے نباض بوڑھے شخص نے نبض ٹولی اور محمد حسین کی طرف مایوس نظریں اٹھا کر بولا ”اللہ کو پیارا ہوا“ محمد حسین کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب اُمٹا آیا۔ عابد دوڑ کر قاسم کے پاس پہنچا۔ سر ہانے کی طرف پیٹھ کر چادر کا پٹو اٹھایا۔ اندھیرے میں انگلیوں سے چہرے کے نقش ٹٹولے تو گیلے گیلے گاڑھے خون کا لیس انگلیوں میں چپ چپانے لگا۔ عابد کی چیخ نکل گئی۔ ”بھائی قاسم“۔ دفعتاً ہجوم کے ایک گوشے سے ایک آواز بلند ہوئی ”نعرہ تکبیر“ تمام آوازیں جواب دینے کے لیے پہلے ہی تیار تھیں ”اللہ اکبر“۔ عابد نے کھڑے ہو کر قاسم سے کہا۔ میں بھی تیرے ساتھ ہی جاؤں گا۔ کچھ ایسے ہی جذباتی فقرے اپنے آپ سے کہتا ہوا۔ برہمنوں کی گلی میں دوڑتا ہوا چلا گیا۔ اُس کے پیچھے پیچھے بچے بھی نعرے لگاتے ہوئے اندر گس گئے۔ ہجوم مشتعل ہو کر قاسم اور مہندی کی طرف لپکا۔ دو آدمیوں نے مہندی اٹھائی کچھ آدمیوں نے قاسم کی چارپائی کو کندھا دیا۔ تھانیدار نے سپاہیوں کو فائر کا حکم دیا لیکن کسی سپاہی نے بھی اُس کے حکم کی تعمیل نہ کی۔ تھانیدار نے ایک گہرائی ہوئی نظر میر شجاعت علی پر ڈالی اور پستول نکال کر گلی کے نلٹر پر کھڑا ہو گیا۔ ایک کالی ڈاڑھی والا شخص تھانیدار کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہو گیا اور ہجوم سے کہا۔ ”تم کسی کی پرواہ نہ کرو“۔ پھر اُس نے مرثیہ خوانوں سے چیخ کر کہا ”مرثیہ



کیوں نہیں پڑھتے، آخر کس دن کام آؤ گے۔“ مرثیہ خوانوں نے آپس میں مشورہ کیا اور نوحہ پڑھنا شروع کیا۔

رن میں قاسم کی شادی رچی ہے  
ہجوم بیک جنبش لمحہ جلوس بن گیا۔ ایک ایک شخص نے جواب دیا۔

رن میں قاسم کی شادی رچی ہے  
یہی ایک بول دہراتے ہوئے جلوس برہمنوں کی گلی میں گھستا چلا گیا۔ تھانیدار وہاں سے ہٹ کر پھرو ہیں اپنی آرام دہ کرسی کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ پندرہ کے پندرہ سپاہی اُس کے پیچھے قطار باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ میر شجاعت علی تھانیدار کو سلام کیے بغیر کھسک کر اپنی حویلی چلا گیا۔ دیکھتے دیکھتے سارا جلوس برہمنوں کی گلی میں اٹا اٹ بھر گیا۔ برہمنوں نے دروازوں میں تالے چڑھا دیئے۔ پتلی گلی کے اندھیرے میں چار لالٹینوں کی ہلتی ہوئی اندھی روشنی فضا میں ماتم کے رنگ پر رنگ چڑھا رہی تھی۔ گلی کے اگلے سرے پر بچے ماتم کر رہے تھے، اُن کا نوحہ بڑوں کے نوحے سے مختلف تھا۔ اُن کی زبانوں پر بس ایک ہی بول تھا،

اٹھا کوئی جنازہ پھر فاطمہ کے گھر سے

پوری گلی حسن گڑھ کے تمام مسلمان مردوں سے بھری ہوئی تھی۔ خلاف معمول اب کے صف بندی کا دستور قائم نہ رہ سکا تھا۔ ماتم کے لیے اٹھے ہوئے ہاتھ دوسرے ماتمیوں کے ہاتھوں میں اُلجھ اُلجھ جاتے تھے۔ چھاتی کوٹنے کی آواز میں بھی خاصی بے ترتیبی تھی، پاؤں الگ کچھڑ میں لت پت ہو گئے تھے لیکن زبانوں پر ایک ہی صدا تھی۔

رن میں قاسم کی شادی رچی ہے

گھنٹوں اس مصرع کی تکرار ہوتی رہی۔ آخر جب پڑھنے والوں نے مرثیہ آگے



بڑھاتے ہوئے اپنی مخصوص طرز میں کہا!

”دو دلوں میں قیامت اُٹھی ہے“

تو محمد حسین بولا ”آگے بڑھتے جاؤ، آگے بڑھتے جاؤ“ جلوس جوگلی میں جم کر رہ گیا تھا، اب قدم بہ قدم آگے سرکنے لگا۔ گلی سے نکلتے ہی ایک ٹیلہ آتا تھا۔ جلوس ٹیلے پر چڑھتا ہوا نیچے اتر اکھیتوں کے بچوں بچ ایک پگڈنڈی پر ہوتا ہوا کر بلا پہنچا جو گاؤں سے کوئی نصف میل پر تھی۔ کر بلا کا میدان کافی وسیع تھا۔ چاروں طرف کوئی ایک ایک گز اونچی دیوار بنی ہوئی تھی۔ صدر دروازے میں داخل ہوتے ہی ماتم کا جوش عروج پر پہنچ گیا۔ ”یا حسین یا حسین“ قاسم کی چار پائی اور مہندی کر بلا کے وسط میں رکھ دی گئی۔ جلوس چار پائی کے گرد گرد جمع ہو کر ایک ڈھیر سا بن گیا۔ ”یا حسین“ کا وہ غلغلہ بلند ہوا کہ تھوڑی ہی دیر بعد لوگ نڈھال نڈھال ہو ہو گئے گر گر کر سنبھل رہے تھے۔ ایک بزرگ نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر ماتم بند کرنے کی التجا کی، اور اُٹھے ہوئے ہاتھ وہیں کے وہیں رہ گئے۔

چار پائی کے نزدیک ہی ایک گڑھا کھودا جا رہا تھا۔ عابد اور چند لڑکے مہندی پر لگے ہوئے بچے کچھے سبز سرخ کاغذ اُتار رہے تھے اور چوم چوم کر ایک کپڑے پر رکھ رہے تھے۔ پاس ہی بزرگ لوگ آپس میں مشورہ کر رہے تھے کہ قاسم کو ابھی دفن دیا جائے یا جنازہ پہلے گھر لے جایا جائے۔ محمد حسین گنگ کھڑا تھا ویسے اُس کی اپنی رائے (جسے وہ دل میں چھپائے ہوئے تھا) یہ تھی کہ یہیں غسل دیا جائے یہیں کفن پہنایا جائے اور یہیں دفنایا جائے۔ وہ اپنے آپ سے ڈر رہا تھا کہ بہن فردوسی کے سامنے کس منہ سے جاؤں۔ تین ماہ قبل بھائی کا ظم علی کی لاش بھی میں ہی گھر لے گیا تھا۔ بہر حال طے پایا کہ جنازہ کل صبح گھر ہی سے نکلنا چاہیے۔ جب لوگ مہندی پر سے اُتارے ہوئے سبز



سرخ کاغذ اور شئی کے ٹکڑے اور دھاگے کپڑے میں لپیٹ کر قبر میں رکھنے لگے تو عابد اُچھل کر قبر میں جا لیٹا ”پہلے مجھے دفنا دو میں اب کیسے جیوں۔“ چند جوانوں نے اُسے زبردستی پکڑ کر نکالا اور ایک طرف کھینچ کر لے گئے۔ وہ چیختا رہ گیا ”میں اب جی نہیں سکتا۔ مجھے قاسم سے پہلے دفنا دو“

حسب روایت مہندی دفنانے کے بعد جلوس نے دوبارہ قاسم کی چار پائی اور مہندی کا ڈھانچا اُٹھایا۔ کئی مردوں نے عابد کو پکڑ رکھا تھا۔ وہ برابر چیخ رہا تھا ”پہلے مجھے دفنا دو۔ مجھے یہیں دفنا دو۔“ جلوس کھیتوں کی پگڈنڈی پر سے ہوتا ہوا، ماتم کرتا ہوا، ٹیلے پر چڑھتا ہوا، اُترتا ہوا، برہمنوں کی گلی میں آیا۔ یہاں ماتم کا جوش ایک بار پھر اُبھرا، گلی سے نکل کر چھوٹے بازار میں آیا۔ چھوٹے بازار کو عبور کر کے بڑے بازار میں آیا۔ یہاں سے شیخوں کے چوک میں سے گزرنے لگا پھر راجوں کی گلی میں سے ہوتے ہوئے بڑی مسجد کے چوک میں آ نکلا۔ مہندی اور چار پائی پاس پاس اُس چوبڑے پر رکھ دی گئی جہاں پر ہر برس عاشورے کے دن تعزیوں کو قیام دیا جاتا تھا اور خوب ماتم ہوا کرتا تھا۔ زنجیر سے نوجوانوں کے کندن کی طرح دسکتے ہوئے بدن لہو لہان ہو جاتے تھے، ننھی ننھی بوٹیاں جھڑنے لگتی تھیں، ہڈیوں کی چھاتی پتھر کی بن جاتی تھی۔ بڑی مسجد سے موزن کی آواز سنائی دی ”اللہ اکبر اللہ اکبر“ اذان ختم ہوئی تو جلوس کے ایک حصے سے رونے کی آواز کسی کے کان میں آئی تو پکار اُٹھا ”یا حسین“ پھر تو حسینؑ کی وہ پکار پڑی ہے کہ اس سے پہلے حسن گڑھ کی بڑی مسجد کے چوک میں اس سے پہلے کبھی نہ پڑی تھی۔ گزرتے ہوئے دن کے اندھیرے اور آنے والے دن کے اُجالے کی ملی جلی، عجیب و غریب رنگت میں اس پکارتے دلوں کو ایسا روشن کیا کہ لوگوں نے لالٹینیں زمین پر پٹخ دیں۔ مرثیہ خوان پڑھ رہے تھے۔



ماں کہتی تھی تم مر گئے پانی کو ترس کر

اور جلوس کا جواب یہ تھا۔ ”ہے ہے علی اصغر“

جب پڑھنے والوں نے اپنی آواز قدرے بلند کر کے یہ پڑھا

گودی ہے میری خالی بن تیرے میں واری

تو محمد حسین قریشی بہن فردوسی کو یاد کر کے تڑپ کر رہ گیا۔ دونوں ہاتھ اٹھا کر چیخا

”بول نعرہ یا حسین“ مطلب یہ تھا کہ بس بہت ہو چکا۔ چنانچہ جلوس مغلوں کے محلے سے

نکل کر میرے شجاعت علی کی حویلی کے آگے سے گزرنے لگا جوں جوں مہندی والوں کا گھر

نزدیک آ رہا تھا، جلوس پر سناٹا طاری ہوتا جا رہا تھا۔

قصائیوں کی مسجد اور علم والوں کے گھر کے آگے سے نکل کر جلوس مہندی والوں کے

دروازے پر آ کر رُک گیا۔ موت کا سناٹا چھاپا ہوا تھا۔ بیٹھارے عورتیں چھت پر چڑھی

ہوئیں بین کر رہی تھیں اور بار بار دوپٹوں سے سوچی ہوئی آنکھیں خشک کر رہی تھیں۔

نکلنے ہوئے سورج کی ننھی ننھی، پیلی پیلی کرنیں اُنکے افسردہ چہروں پر پڑ پڑ کر دمک رہی

تھیں۔ عابد نے دوسرے بچوں کے ہاتھ سے مہندی لی اور کندھے پر رکھ کر آگے آگے

ہولیا۔ دروازے سے نکل کر صحن کے بیچ میں رکھ دی اور خود اُس کے پاس، گٹھنوں میں

سر دے کر بیٹھ گیا، بتول اپنی بہن فردوسی پر ہاتھ رکھے بیٹھی تھی جو ابھی تک وہیں زمین پر

سجدے میں پڑی تھی۔ بتول نے جب مڑ کر دیکھا کہ لوگ دروازے سے چارپائی نکال

رہے ہیں، لیکن چارپائی دروازے میں انگی ہوئی ہے تو ایک ہوک بلند کی ”ہائے حسنا،

یہ کیا ہو گیا۔“

فردوسی نے تڑپ کر سجدے سے سر اٹھایا اور دوبارہ زندہ ہو کر مردہ آواز سے پوچھا

”کیا ہو گیا؟ قاسم کہاں ہے؟“ مڑ کر چارپائی کی طرف دیکھا۔ تڑپ کر اٹھی اور دوڑتی



ہوئی چار پائی کے پائے سے لپٹ گئی۔ محمد حسین نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا ”بہن دروازے سے تو نکلنے دے“۔ قاسم کی ماں نے کوئی جواب نہ دیا، سر ہانے کی طرف سے پٹی پکڑ کر نیچے جھکانے لگی۔ عورتوں کی چیخیں نکل گئیں۔ بہن نے آگے بڑھ کر اُسے تھاما۔ بڑے اطمینان سے کہنے لگی ”بتول چھوڑ دے مجھے“۔ پھر اُس نے پٹی اس زور سے پکڑی کہ مردوں نے بھی فوراً ہی جھکادی۔ اُس نے چادر کا پلو اٹھایا۔ خون میں لتھڑے ہوئے چہرے پر جلدی جلدی انگلیاں پھیریں۔ پھر گال پر ایک بوسہ دیا ”میرا قاسم“۔ قاسم نہایت جھمی آواز میں بولا ”جی“

”یہ تو نے کیا کر لیا چاند“ یہ کہہ کر اُس نے قاسم کا سینہ ہاتھوں سے جکڑ لیا۔ ”میں ٹھیک ہوں امی“ قاسم نے اپنی خیف آواز میں ماں کی ڈھارس بندھائی ماں چیخ کر بولی ”صدقے جاؤں قاسم کے۔ مہندی کہاں ہے“ وہ قاسم کو وہیں چھوڑ کر مہندی کے پاس آئی۔ اپنے بھانجے عابد کی بلائیں لیں۔ سر سے کالا دوپٹہ اتار کر مہندی کو اڑھا دیا۔ گریبان سے جلدی جلدی سونے کے بٹن اتارے اور دوپٹے پر ڈال دیئے۔ اضطراب میں بالیاں کانوں سے نوچتی رہ گئی۔

اجمیر کی مہندی:

احمد رئیس صاحب لکھتے ہیں:-

مرحوم الحرم کو درگاہ معلیٰ میں علی قلی خان کے مقبرہ میں جہاں حضرات خدام یعنی صاحبزادگان آستانہ عالیہ کا تعز یہ شریف رکھا جاتا ہے شہر کے تمام مسلمان اور بعض ہندو بھی اپنی اپنی جانب سے منت کی مہندیاں پیش کرتے ہیں۔ مہندی بعض لوگ تھالوں میں سجا کر ہار پھول کے ساتھ موم بتیوں کو روشن کر کے لاتے ہیں اور بعض لوگ بڑی خوبصورت کھڑی کی تیلیوں کی مہندی بنا کر اور دھوم دھام سے لا کر تعز یہ پر پیش کرتے



ہیں۔ رات گئے تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے تمام محلہ خدامان میں اور اندرون درگاہ شریف عجیب گہما گہمی رہتی ہے۔ (ہفت روزہ فکر عمل حیدرآباد، ۶ جنوری ۱۹۷۷ء)

## بلگرام کی مہندی:

پروفیسر سید اطہر رضا بلگرامی (دہلی) لکھتے ہیں:-

یہ کہنا مشکل ہے کہ بلگرام میں عزاداری کی ابتداء کب سے ہوئی۔ تاریخ کا لمحہ اس طور پر کبھی اسیر نہیں کیا گیا۔ لیکن امام باڑوں اور درگاہ کے تاریخی کتبات، عز خانوں میں علم و پنگلوں کی بناوٹ، عزاداری کے منظم نظام میں وقت کی پابندی، سوز و مرثیے کی ترتیب و طرز، ان کی زبان اور پھر رسومات کی نوعیت و ان کی ادائیگی میں اشخاص کی احساس ذمہ داری خود زبان حال سے عزاداری کی داستان دہراتے ہیں۔ یہ شواہد و تاریخی باقیات ہیں جن کی بنیاد پر یہ اعتماد کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ قصبہ بلگرام کی عزاداری معاہدے موجودہ نظام کے دو ڈھائی سو برس کی قدیم ضرور ہے۔

پہلی تا ۹ محرم تک صبح بڑے امام باڑے، مہدی حیدر صاحب کے امام باڑے میں دورے کی مجلس ہوتی ہے۔ جن کو گشتی مجلس کہا جاتا ہے۔ سہ پہر کو روزانہ مخصوص مجالس برپا ہوتی ہیں جس میں پہلی دوسری اور ساتویں تاریخ میں درگاہ کی مجلسیں، چار تاریخ کو دیدار بی بی کے یہاں کی مجلس، پانچ کی صبح آل رضا صاحب اور سہ پہر کو دیدار بی بی و مہدی حیدر صاحب کے یہاں کی مجلس ۶ کو امیر حسن صاحب کے یہاں کی مجلس ۸ کو رجن صاحب کے یہاں کی مجلس اور ۹ کو امجد وکیل صاحب اور نواب محسن صاحب تعلقدار کے یہاں کی مجلس خصوصیت سے قابل ذکر ہیں جن میں مخصوص سوز و مرثیہ پڑھے جاتے ہیں یہ مجلسیں انتہائی ترک و احتشام کے ساتھ برپا کی جاتی ہیں۔

شب میں کوئی نہ کوئی جلوس برآمد ہوتا ہے۔ ان میں دوسری محرم کا معصوموں کا ماتم،



تیسری کو لارڈ محسن صاحب محلہ سلہڑہ کے یہاں کا جلوس چار کوکجن صاحب کے یہاں کا ماتم اور ۵ کو چھنگا کی مہندی، ۶ کو غلہ ملکٹھ کا ماتم ۷ کو صبح صادق کے وقت ڈولا، دس بجے کے قریب ”ڈنکا“۔

عزاداری میں چند زیارتیں، رسوم، و بندیا بول ایسے ہیں جن کا ذکر یہاں خصوصیت سے کرنا چاہوں گا۔ یہ سب کے سب قدیم تہذیب، تاریخ، جاگیردارانہ نظام کی یادگاریں ہیں جو بہر طور کسی نہ کسی طرح اب تک باقی ہیں۔

### ۷/ محرم کو مہندی کا ڈنکا:

محلہ سیدواڑہ میں ۷/ محرم کو دس بجے کے وقت بارہ دری پر مرد و عورتیں جمع ہوتی ہیں۔ ایک مقام پر خشک پاک مٹی سے ایک جگہ کو لپ دیا جاتا ہے۔ اس پر نقارہ رکھا جاتا ہے جس کو نقارہ کہتے ہیں۔ پھر تمام ممتاز ہستیاں ڈنکے کے گرد جمع ہو جاتی ہیں۔ ایک مخصوص ڈھپالی کے خاندان سے ایک فرد اس ڈنکے کے قریب سر جھکائے ہاتھوں میں چوب لیے منتظر بیٹھا ہے۔ مجمع سے آوازیں آرہی ہیں ”فلاں صاحب آگئے“ ”جی ہاں حاضر ہوں“، فلاں صاحب آگئے آدمی بھیجا ہے“ آتے ہی ہوں گے۔ غرض کہ تھوڑی دیر میں جب سبھی ہستیاں جمع ہو گئیں تو پھر ”یا حسین“ کی صدا بلند ہوتے ہی نقارہ پر چوب پڑتی ہے اور ساتھ ہی مرثیہ خواں پڑھتے ہیں۔

آج قاسم کی عجب طرح سے تیاری ہے  
سر پہ سہرہ ہے بندھا آنکھوں سے خوں جاری ہے

یہ دراصل اعلان جنگ کا نقارہ ہے۔ پھر نشان چڑھتے ہیں اور جلوس امام باڑہ پر پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے۔ اس جلوس میں ہرے ڈوپٹوں سے ڈھکی سینیاں ساتھ ہوتی ہیں جن میں ملیہ ہوتا ہے اور جو امام باڑے پر پہنچ کر تقسیم کیا جاتا ہے۔



چونکہ ۷۷ محرم حضرت قاسم سے منسوب ہے اس لیے اسی مناسبت سے مجلسوں میں سوز و مرغی بھی پڑھے جاتے ہیں۔ یہاں میں دو ہندی کے سوز پیش کر رہا ہوں جو احمد میاں صاحب اپنے امام باڑے میں پڑھتے تھے۔ اور پھر جن کو ان کے فرزند حکیم دلن صاحب نے اپنی حیات تک جاری رکھا۔

کربل میں جیوں ہی آئے سرور بیرن فوج چڑھ دھائی  
 ماڑو بابجے باجن لاگے سنمکھ جٹی لڑائی  
 دھار سروہی بجلی چمکے ڈھال گھٹا بن چھائی  
 بوندریاں لوٹو کی برسیں بھیجیں شہ کے بھائی  
 جیوں ساون میں جھڑ لاگے یوں تیرن کی بوچھاڑ  
 بھیا بلی چھن چھن گریں مہابلی کے یار  
 ایسے سے میں کاسم بنرا جیو کی ہوون لاگی شادی  
 آئی فوج مشاطہ بن کے دے ہی مبارک بادی  
 اچھا بنرا دیس پرایو اپنی لگن دھرا دی  
 آئی بیرن نرمل دین گئی بربادی  
 دینھ اہنٹو مل دیو متھ کر لوہو تیل  
 منڈھے شہادت چڑھ گئی کاسم جیو کی تیل

جب جھو جھن کو گیو کاسم جی گھسان کیورن ماڈت کے  
 اور پیری مار بھگائے دیو پگ پاجھے دھریونہ جراثٹ کے  
 تلواروں سے تن پور بھیا اور پاگ کے پیچ گرے کٹ کے  
 رنخ پر پڑے لہراوت ہیں سب لوگ کہیں سہرا لٹکے



## مہندی کے جلوس کی تاریخ

ریاست رامپور کی مہندی:

۷ محرم الحرام ۱۳۹۳ھ ساڑھے چھ بجے شام روانگی مہندی از میدان توپ خانہ بہ  
امام باڑہ قلعہ معلیٰ براہ حاد گیت داخلہ در قلعہ معلیٰ ساڑھے سات بجے شام۔  
پروشن کی ترتیب حسب ذیل ہوتی ہے۔

تخت نوبت خانہ

اشاف افسر

اشاف افسر

عالی مرتبت صاحب چیف کمانڈنٹ ملٹری سکریٹری بہادر

افسر کمانڈنگ کیولرس

بگر

ارولی

رامپور روہیلا لانسز ۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰

ہیڈ مینڈ (ملٹری و پولیس) ۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰

افسر کمانڈنگ سکند انجینٹری

سکند انجینٹری ۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰

گورکھا کمپنی ۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰

آرٹڈ پولیس ۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰

آرائش ۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰

ڈنکا

شاگرد پیشہ و روشن چوکی



### طاشہ نوازان

درحلقہ [ ماتمیان  
مہندیاں  
شرکاء ] پولیس

میونسپلٹی کا اسٹار لیمپ بھی جلوس میں ہوگا۔ سرکاری مہندی کا چار فوجی افسران حلقہ کئے ہوئے مہندیاں امام باڑے میں داخل ہو جانے پر ملازمان فوج حسب معمول دھنیہ کی تقسیم کی خدمت انجام دیں گے۔

نقل پروگرام من ابتداء ۲۹/ ذی الحج لغایت ۱۷/ ربیع الاول ۱۳۶۳ھ، حسب الحکم لیفٹیننٹ کرنل آغا خاں اسٹنٹ ملٹری سکرٹری لکھنؤ کی مہندی:

امام باڑہ نواب آصف الدولہ بہادر مرحوم حسین آباد مبارک ٹرسٹ لکھنؤ، شاہان اودھ ۷/ محرم ۱۲ بجے شب۔

فیض آباد کی مہندی:

۱۔ وقف بہونگم صاحبہ فیض آباد، متولیان مقبرہ مرحومہ ۷/ محرم ۱۲ بجے شب۔

۲۔ بہدرسہ ضلع فیض آباد... جناب سید علی نقی صاحب... شب ششم محرم

۳۔ بہدرسہ ضلع فیض آباد... موئین قصبہ... شب ہفتم محرم

جو پور کی مہندی:

شیخ التفات حسین صاحب مرحوم، بلوہ گھاٹ جو پور، ۷/ محرم



## ریاست محمود آباد کی مہندی:

ریاست عالیہ محمود آباد ضلع سینٹاپور... سر مہاراجہ محمود آباد بہادر مرحوم ۷/ محرم۔  
رجسٹری شدہ وصیت نامہ میں اس مہندی کے مصارف سالانہ مقرر ہیں۔

## وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ کی مہندی:

دواخانہ معدن الادویہ، داروغہ میر واجد علی مرحوم، ۷/ محرم۔

## جائس ضلع رائے بریلی کی مہندی:

محکمہ طمانہ جائس ضلع رائے بریلی خان بہادر سید کلب عباس صاحب....

ایم۔ ایل۔ سی۔ جنرل سکریٹری آل انڈیا شیعہ کانفرنس لکھنؤ... ۵/ محرم

۲۔ محکمہ طمانہ جائس ضلع رائے بریلی، سید ولایت حسین صاحب، ۶/ محرم۔

۳۔ محکمہ طمانہ جائس ضلع رائے بریلی، جناب علی اکبر صاحب مرحوم، شب عاشور

۴۔ محکمہ طمانہ جائس ضلع رائے بریلی، شاہ علی حسن صاحب مرحوم سجادہ نشین... روز

عاشور۔ موصوف مشاہیر اہلسنت سے تھے اور دو جلوس مہندی کے نام سے آپ کے بنا کردہ اٹھتے ہیں۔

## نصیر آباد ضلع رائے بریلی کی مہندی:

محکمہ روضہ نصیر آباد ضلع رائے بریلی، جناب سید سلامت حسین صاحب، ریٹائرڈ  
سب انسپکٹر پولیس، ۷/ محرم۔ ۲ بجے شب۔

## پرشدے پور ضلع نصیر آباد کی مہندی:

امام باڑہ قاضی میر ہاشم علی صاحب مرحوم پرشدے پور ضلع رائے بریلی... سید حماد



صاحب، ۹ محرم ۲ بجے شب... سید حسن عسکری صاحب ۶ محرم ۹ بجے شب۔

کانپور کی مہندی:

کانپور ایلن گنج سول لائن کانپور، نواب کزار علی خاں عرف نواب علی خان صاحب رئیس اعظم... ۷ محرم، یہ جلوس پریڈ کے بازار تک جاتا ہے۔

موتکپور ضلع بارہ بنکی کی مہندی:

۱۔ موتکپور... چھین میاں صاحب رئیس، ۷ محرم۔

۲۔ موتکپور ضلع بارہ بنکی... ٹھکرائن صاحبہ رام اقبالہا... ۷ محرم

احمد آباد کی مہندی:

ربگی روڈ... ۶ محرم

ضلع اعظم گڑھ کی مہندی:

سرائے امیر ضلع اعظم گڑھ... جناب سید مہدی حسن صاحب رئیس... ۷ محرم

محمد پور دیشن پور کی مہندی:

محمد پور دیشن پور ضلع بارہ بنکی... نواب عسکری صاحب و نواب پتن صاحب

تعلقہ اران۔ ۷ محرم۔

حسین آباد کی مہندی:

حسین آباد ضلع بلیا... حکیم مولوی ممتاز حسین صاحب... ۵، ۷ محرم

کو اتھ کی مہندی:

کو اتھ ضلع بلیا... مولوی مبارک حسین صاحب... ۵، ۸ محرم



بھیک پور کی مہندی:

بھیک پور ضلع سارن... انجمن رضویہ و عباسیہ... ۵، ۸ محرم

گنگولی کی مہندی:

گنگولی ضلع غازی پور... ۵، ۷ محرم

تاج پور کی مہندی:

تاج پور ضلع غازی پور... مولوی مشتاق حسین صاحب ۷ محرم

نانوتہ کی مہندی:

نانوتہ ضلع سہارنپور... ۷ محرم

دہلیہ کی مہندی:

دہلیہ ضلع ہردوئی... سید امیر حسن صاحب تعلقدار... ۷ محرم

رانی مٹو ضلع اعظم گڑھ کی مہندی:

امیر حسن صاحب رئیس... ۷ محرم

بٹھور کی مہندی:

بٹھور ضلع کانپور... چودھری عترت حسین صاحب... ۶ محرم.. جلوس نہندی

حسوکڑہ کی مہندی:

حسوکڑہ فیض آباد... مومنین فیض آباد... شب ہشتم محرم



## اجودھیا کی مہندی:

اجودھیا ضلع فیض آباد... مومنین قصبہ... شب ہشتم محرم

## زید پور کی مہندی:

- ۱۔ بڑا بازار زید پور ضلع بارہ بنکی... از طرف مسلمانان قصبہ زیر اہتمام مقبول آستان... ۶ محرم... اس جلوس میں میٹھی کی کُستی انجمن پیرو پا رہنہ ماتم کرتی ہے۔
- ۲۔ چھوٹا امام باڑہ زید پور ضلع بارہ بنکی... حاجی شاکر حسین صاحب... شب ہفتم محرم
- ۳۔ محلہ محن... زید پور ضلع بارہ بنکی... نور با فال قصبہ... شب ہشتم محرم
- محلہ گڑھی قدیم... زید پور ضلع بارہ بنکی... سنی و شیعہ کے چندے سے زیر اہتمام عباس مہدی صاحب، شب نہم محرم۔

## آرہ کی مہندی:

- ۱۔ کوتھ ضلع آرہ... محمد حسن خاں عرف سچے صاحب... ۶ محرم
- ۲۔ صمری ضلع آرہ ڈاکخانہ بنول... شاہ حسن صاحب... ۶ محرم
- ۳۔ محلہ میدان پورہ، ضلع آرہ... اہلسنت... ۶ محرم۔
- ۴۔ آرہ (بہار) سید ظہیر حیدر صاحب... ۷ محرم

## ہردوئی کی مہندی:

- ۱۔ سید واڑہ بگرام ضلع ہردوئی... مہدی حیدر صاحب تعلقدار... ۶ محرم
- ۲۔ پالی ضلع ہردوئی... سید تبارک حسین صاحب جعفری... ۷ محرم
- ۳۔ پالی قاضی سرائے... اہلسنت... ۷ محرم



## مظفر پور کی مہندی:

- ۱۔ موضع لکھواہ شہ نشین ضلع مظفر پور... میر شا کر حسین صاحب... ۷/۱ محرم
  - ۲۔ موضع لکھواہ شہ نشین ضلع مظفر پور... میر صادق حسین صاحب... ۷/۱ محرم
  - ۳۔ موضع لکھواہ شہ نشین ضلع مظفر پور... میر ضمیر حسن صاحب... ۷/۱ محرم
  - ۴۔ موضع لکھواہ شہ نشین ضلع مظفر پور... میر ظہور حسن صاحب... ۷/۱ محرم
  - ۵۔ موضع لکھواہ شہ نشین ضلع مظفر پور... میر محمد رضا صاحب... ۷/۱ محرم
  - ۶۔ موضع لکھواہ شہ نشین ضلع مظفر پور... میر محمد جان صاحب... ۷/۱ محرم
  - ۷۔ موضع لکھواہ شہ نشین ضلع مظفر پور... میر امیر الحق صاحب... ۷/۱ محرم
  - ۸۔ موضع لکھواہ شہ نشین ضلع مظفر پور... میر محمد قاسم صاحب... ۷/۱ محرم
  - ۹۔ موضع لکھواہ شہ نشین ضلع مظفر پور... میر محمد تقی صاحب... ۷/۱ محرم
  - ۱۰۔ موضع لکھواہ شہ نشین ضلع مظفر پور... میر محمد ہاشم صاحب... ۷/۱ محرم
  - ۱۱۔ موضع لکھواہ شہ نشین ضلع مظفر پور... مطلوب خاں صاحب حنفی... ۷/۱ محرم
  - ۱۲۔ موضع لکھواہ شہ نشین ضلع مظفر پور... شیخ تنہن میاں صاحب... ۷/۱ محرم
- موضع کاہواہ:

- ۱۳۔ موضع کاہواہ سیہ آباد ضلع مظفر پور... سید واقد حسین صاحب... ۷/۱ محرم
  - ۱۴۔ موضع کاہواہ سیہ آباد ضلع مظفر پور... سید حمید حسین صاحب... ۷/۱ محرم
  - ۱۵۔ موضع کاہواہ سیہ آباد ضلع مظفر پور... سید محمد قاسم صاحب... ۷/۱ محرم
  - ۱۶۔ موضع کاہواہ سیہ آباد ضلع مظفر پور... سید محمد نعیم صاحب... ۷/۱ محرم
- موضع داوڑ:

- ۱۷۔ موضع داوڑ ضلع مظفر پور... روزہ شاہ... ۷/۱ محرم



- ۱۸۔ موضع داور ضلع مظفر پور..... کنوان شاہ... ۷/محرم
- ۱۹۔ موضع داور ضلع مظفر پور..... شیخ نبی بخش... ۷/محرم
- ۲۰۔ موضع داور ضلع مظفر پور..... شیخ معظم صاحب... ۷/محرم
- ۲۱۔ موضع داور ضلع مظفر پور... بنگالی دھوبی... ۷/محرم... یہ ہندوؤں کی طرف کا جلوس ہے۔
- ۲۲۔ موضع داور ضلع مظفر پور... نتھنی مہتو... ۷/محرم
- موضع میٹھن سرائے:
- ۲۳۔ موضع میٹھن سرائے ضلع مظفر پور..... نصرت نور بان... ۷/محرم
- ۲۴۔ موضع میٹھن سرائے ضلع مظفر پور... محمد حسین نور بان... ۷/محرم
- ۲۵۔ موضع میٹھن سرائے ضلع مظفر پور..... الفت نور بان... ۷/محرم
- ۲۶۔ موضع میٹھن سرائے ضلع مظفر پور..... جمہراتی شاہ... ۷/محرم
- ۲۷۔ موضع میٹھن سرائے ضلع مظفر پور..... وزیر شاہ... ۷/محرم
- ۲۸۔ موضع میٹھن سرائے ضلع مظفر پور..... کتاب شاہ... ۷/محرم
- موضع بھیکن پور:

- ۲۹۔ موضع بھیکن پور ضلع مظفر پور..... سید محبوب رضا صاحب... ۷/محرم
- ۳۰۔ موضع بھیکن پور ضلع مظفر پور..... سید انوار حسین صاحب... ۷/محرم
- ۳۱۔ موضع بھیکن پور ضلع مظفر پور... سید واہب حسین صاحب... ۷/محرم
- موضع بدھن پورہ ضلع مظفر پور:

- ۳۲۔ موضع بدھن پور ضلع مظفر پور... شاہ غلام حسین صاحب... ۱۵/محرم
- ۳۳۔ موضع بدھن پور ضلع مظفر پور... وراثت حسین صاحب... ۱۵/محرم
- ۳۴۔ موضع بدھن پور ضلع مظفر پور..... کنکومیاں صاحب... ۱۵/محرم



- ۳۵۔ موضع بڈھن پور ضلع مظفر پور... رحمت علی صاحب... ۵/محرم  
۳۶۔ موضع بڈھن پور ضلع مظفر پور... دل محمد میاں صاحب... ۵/محرم... یہ جلوس اہلسنت حضرات اٹھاتے ہیں۔
- ۳۷۔ موضع بڈھن پور ضلع مظفر پور... بتارک حسین... ۵/محرم... یہ جلوس اہلسنت حضرات اٹھاتے ہیں
- ۳۸۔ موضع بڈھن پور ضلع مظفر پور... مبارک حسین... ۵/محرم... یہ جلوس اہلسنت حضرات اٹھاتے ہیں۔
- ۳۹۔ موضع بڈھن پور ضلع مظفر پور... غلام پیر میاں... ۵/محرم... یہ جلوس اہلسنت حضرات اٹھاتے ہیں۔
- ۴۰۔ موضع بڈھن پور ضلع مظفر پور... نتھو میاں... ۵/محرم... یہ جلوس اہلسنت حضرات اٹھاتے ہیں۔
- ۴۱۔ موضع بڈھن پور ضلع مظفر پور... حسینی میاں... ۵/محرم... یہ جلوس اہلسنت حضرات اٹھاتے ہیں۔
- ۴۲۔ موضع بڈھن پور ضلع مظفر پور... قربان قصاب... ۵/محرم... یہ جلوس اہلسنت حضرات اٹھاتے ہیں۔
- ۴۳۔ موضع بڈھن پور ضلع مظفر پور... حنیف میاں... ۵/محرم... یہ جلوس اہلسنت حضرات اٹھاتے ہیں۔
- ۴۴۔ موضع بڈھن پور ضلع مظفر پور... محمد ہاشم صاحب... ۵/محرم... یہ جلوس اہلسنت حضرات اٹھاتے ہیں۔
- ۴۵۔ موضع بڈھن پور ضلع مظفر پور... لطف میاں... ۵/محرم... یہ جلوس حنفی



حضرات اٹھاتے ہیں۔

۳۵۔ موضع بدھن پور ضلع مظفر پور... عبدالکریم... ۵/محرم... یہ جلوس خفی حضرات

اٹھاتے ہیں۔

موضع گوراٹھا:

۳۶۔ موضع گوراٹھا ضلع مظفر پور... ندول میاں... ۵/محرم... یہ جلوس خفی حضرات

اٹھاتے ہیں۔

جموں کشمیر کی مہندی:

مومنین جموں... ۷/محرم... اس جلوس کی اطلاع اخبار سرفراز ۱۵ جون ۱۹۴۴ء

الہ آباد کی مہندی:

کراچی ضلع الہ آباد... مومنین قصبہ... اخبار سرفراز ۱۴ جنوری

کاٹھیاواڑ کی مہندی:

قصبہ اونا جونا گڑھ کاٹھیاواڑ... محمد حسین بخاری... ۷/محرم

اصغر آباد کی مہندی:

ریاست اصغر آباد... ریاست... ۶/محرم

غازی پور کی مہندی:

۱۔ غازی پور... میر واجد حسین صاحب... ۸/محرم، طول کے خوف میں اس

فہرست کو ناقص چھوڑا جاتا ہے۔

۲۔ مانا ضلع غازی پور... سید تقی حسن صاحب وغیرہ... ۶/محرم



کامون پور کی مہندی:

کامون پور... ظفر صاحب... ۷/محرم

مان بہوم بنگال:

مان بہوم بنگال... ذوالفقار حسین صاحب... ۷/محرم

گھوسی بڑا گاؤں:

گھوسی بڑا گاؤں... سید محمد حسین مختار عدالت... ۷/محرم

جلال پور (یوپی، بھارت) کی مہندی:

روضہ حضرت قاسم جلال پور (یوپی، بھارت) ۱۲ لاکھ روپے سالانہ کا وقف ہے۔

افریقہ کی مہندی:

افریقہ کے تمام مقامات پر جہاں شیعہ قوم آباد ہے ساتویں شب کو پچاس سال سے مہندی اٹھتی ہے اور دسویں شب کو آگ پر ماتم ہوتا ہے۔

راولپنڈی کی مہندی:

ڈھوک رتھر راولپنڈی... منشی کالے خاں... ۶/محرم... رضا کار لاہور ۱۶ جنوری

کراچی کی مہندی:

۱۔ انجمن محمدی قدیم کی طرف سے ۷/محرم ۹ بجے شب حضرت قاسم کی مہندی امام بارگاہ جعفریہ حسین آباد گولیمار کراچی سے برآمد ہو کر امام بارگاہ رضویہ سوسائٹی آتی ہے۔

۲۔ مرکز علوم اسلامیہ کی طرف سے امام بارگاہ جامعہ سبطین گلشن اقبال کراچی ۷/محرم کو شب میں مجلس کے بعد مہندی، تابوت حضرت قاسم اور حضرت قاسم کار ہوار



برآمد ہوتے ہیں۔ مجلس سے خطاب علامہ ضمیر اختر نقوی فرماتے ہیں اور ہر سال مہندی کی اہمیت پر تقریر بھی کرتے ہیں۔

لاہور کی مہندی:

کہا لڑا ضلع لاہور.... مومنین شہر... ۷ محرم.... اس جلوس کی اطلاع اخبار سرفراز

سمیل سیکنڈہ حیدر آباد سندھ پاکستان

۱۵ جون ۱۹۴۲ء

لاہور میں سات محرم کو گوالمنڈی کی قدیم مہندی:

راقم الحروف (ضمیر اختر نقوی) نے ۱۹۸۹ء سے تقریباً دس بارہ برس محرم کا پہلا عشرہ لاہور کے مختلف امام باڑوں میں پڑھا۔ جن میں زمینبہ لٹن روڈ، خیمہ سادات موج دریا روڈ، امام بارگاہ خواجگان موچی دروازہ، امام بارگاہ مغل پورہ، بیت السادات کرشن نگر، تکیہ مراٹھاں گوالمنڈی، یہ خصوصی عشرے تھے جو روزانہ پڑھے جاتے تھے۔ گوالمنڈی کے امام باڑے میں دن میں گیارہ بجے مجلس شروع ہوتی تھی لیکن ۷ محرم کو تقریباً ۲ بجے دن کو مجلس شروع ہوتی تھی اُستاد ناظم حسین خاں مرحوم کے اصرار پر میں یہ عشرہ پڑھا کرتا تھا۔ چونکہ تکیہ مراٹھاں میں اسد امانت علی کے دادا کی قبر بھی ہے۔ یہ امام باڑہ اسد امانت علی خاں اور حامد علی خاں کا خاندانی آبائی امام باڑہ ہے۔ ۷ محرم کی مجلس میں یہ تمام حضرات موجود ہوتے تھے۔ اسد امانت علی کے چھوٹے بھائی شفقت علی خاں بھی ہوتے تھے اور تقریباً بارہ بجے سے اُستاد ناظم حسین خاں امام باڑے میں مہندی سجانے لگتے تھے اور وہ بیان کرتے تھے کہ ہمارے بزرگ کافی عرصے پہلے چین گھومنے گئے تھے، چین کے کسی جنگل سے گذر رہے تھے وہاں اُن کو ایک بزرگ نظر آئے اور انہوں نے اُن کو یہ مہندی عنایت کی کہتے ہیں یہ معجزاتی مہندی ہے اور تقریباً سو سال سے اُٹھ رہی ہے۔ مصائب میں جب میں حضرت قاسم کے مصائب پڑھ چکنا



تھا تو تمام سوز خوان و نوحہ خوان منبر کے پاس جمع ہو جاتے اور سب مل کر مہندی کا مندرجہ ذیل سوز پڑھتے اور ایک عجیب ساں پیدا کر دیتے تھے جو لفظوں کے ذریعے بیان کرنا بہت مشکل ہے۔ اُستاد ناظم حسین خاں کا پڑھا ہوا یہ سوز میں یہاں درج کر رہا ہوں۔

قاسمؑ بنزا باندھے سہرا سیس کٹاؤن جاوت ہے  
دلھن دکھیا بیٹھی تخت پہ نیناں نیر بہاوت ہے  
سگر و کنبہ دیوے دلا سہ رو رو یہی سناوت ہے  
نہ رو میری گھونگھٹ واری بنزا تو را آوت ہے

رچائی شادی قاسمؑ تو پر عزیزوں کا  
نہ مہندی کی ہے طرف دھیان نے لگن کی طرف

ساداتِ جلالی (یو پی۔ انڈیا) کے مہندی کے جلوس:

۹ محرم کی شب میں مقررہ مجلس کے علاوہ الحاج سید علی اوسط صاحب کے یہاں بھی ایک مجلس منعقد ہوتی ہے اور آخر میں الحاج سید محمد عباس صاحب کے امام باڑے میں مجلس کے بعد الحاج سید خورشید علی صاحب کی حویلی سے مہندی و تابوت حضرت قاسم ابن حضرت امام حسن علیہ السلام مع علم مبارک جلوس عزا کے ساتھ برآمد ہو کر امام باڑہ الحاج سید محمد عباس کو جاتا ہے اس تابوت کی بنا جلالی میں سید عسکری علی سوز صاحب کی تھی۔ مہندی، تابوت کے آگے علم مبارک کے ساتھ ہوتی ہے نوحہ خواں سید عسکری علی صاحب سوز کا تصنیف کردہ نوحہ

بحرئی لاشہ قاسمؑ جو اُٹھایا ہوگا  
غم سے شبیرؑ کا منہ کو جگر آیا ہوگا



خوش الحانی کے ساتھ مکی طرز میں پڑھتے جاتے ہیں عشرہ محرم کے دوران ۸ محرم تک قصبہ جلالی میں مختلف مقامات پر مٹی مہندیوں کے جلوس مختلف خویلوں سے برآمد ہو کر مختلف امام باڑوں کو جاتے ہیں۔ ہر جلوس کی ابتدا میں مخصوص سوزوں میں سے کوئی ایک سوز پڑھا جاتا ہے اور اس کے بعد سید حمزہ علی ممتحن کا تصنیف کردہ سلام ”اُن پر سلام رن میں جو دو لھا دلھن بنے“

اور یا جناب میر خلیق کا سلام

”سلام اُس پہ جو دو لھا بنا تھارن کے لیے“ پڑھا جاتا ہے۔

جلالی میں ماتمی باجوں کا رواج بھی عام ہے، علموں اور مہندیوں کے جلوسوں کے ساتھ عموماً تاشے ماتمی دھن میں بجائے جاتے ہیں، ساتھ میں نقارے بھی بجائے جاتے ہیں۔ اس عمل میں مومنین کے قلوب میں غم و اندوہ بڑھتا ہے۔

(شیعہ لکھنؤ..... ۱۹۸۷ء..... صفحہ ۵۰)



باب ﴿.....۴﴾

## لکھنؤ کی تین مشہور مہندیاں

(روزنامہ صحافت (لکھنؤ) محرم نمبر ۱۴۲۸ھ)

لکھنؤ کی عزاداری دور دور مشہور ہے۔ نوابین اودھ کے زمانے میں یہاں کے امراء و رؤساء محرم کے ایام میں اپنی عقیدت مہندی کا اظہار شاندار مجالس کے انعقاد، بڑے بڑے پر تکلف حصوں کی تقسیم اور تعزیوں کے ہمراہ طویل پر شوکت جلوسوں سے کرتے چلے آئے ہیں۔ ساتویں محرم کو کربلا میں امام حسینؑ کے صاحبزادے اور امام حسینؑ کے بھتیجے قاسمؑ اور امام حسینؑ کی صاحبزادی بی بی کبریٰ کے عقد کی یادگار میں مہندیوں کے تین جلوس نکلتے تھے۔ سب سے پہلے مغرب کے بعد ہی نواب سلطان جہاں نکل صاحبہ زوجہ معموہ سلطان عالم واجد علی شاہ بہادر کی مہندی حکیم صاحب عالم صاحب مرحوم کے مطب معدن الادویہ نخاس سے اٹھ کر گولا گنج بارود خانہ امام باڑہ داروغہ میر واجد علی جاتی تھی۔ اس کے بعد حسین آباد کی شاہی مہندی نواب آصف الدولہ کے امام باڑہ سے اٹھ کر امام باڑہ حسین آباد جاتی تھی۔ پھر کشمیریوں کی مہندی محلہ شاہ گنج متصل نخاس سے اٹھ کر گشت کرتی تھی۔

مہندیاں حضرت نصیر الدین حیدر (۱۸۳۷-۱۸۲۷ء) کے عہد میں کثرت سے



اُٹھتی تھیں۔ فیض آباد میں بہو بیگم صاحبہ کے مقبرہ سے جواہر علی خاں کے امام باڑہ میں مہندی اُٹھ کے جاتی ہے۔ کلکتہ میں واجد علی شاہ کے امام باڑے میں آج بھی مہندی اُٹھتی ہے۔ تاریخ لکھنؤ جلد دوم میں آغا مہدی صاحب لکھتے ہیں۔ ”۲۱ ربیع الاول ۱۲۵۵ھ کو ابوالفتح معین الدین شاہ زمان نوشیروان عادل محمد علی شاہ بادشاہ نے حضرت قاسم کی عروسی کا سامان خواب میں دیکھا اور جناب زینب کی زبان پر یہ مصرعہ تھا۔

اے قاسم داماد مبارک ہو یہ شادی

خواب دیکھ کر بادشاہ نے حمید الدولہ رضا قلی خاں سے مہندی نظم کرنے کی فرمائش کی اور انہوں نے دس بند خمسہ کی صورت میں کہے پہلا بند ملاحظہ ہو:-

قاسم نے جو گردن پے تسلیم جھکا دی لبیک کی تب روح پیمبرؐ نے صدا دی  
اور قاسم نوشہ کے تصدق ہوئی دادی اس وقت میں زینب بیکس نے دعا دی  
اے قاسم داماد مبارک ہو یہ شادی

وقف حسین آباد مبارک میں اسی خواب کی بدولت مہندی اب تک اُٹھتی ہے۔ شاہ موصوف کے ایک مصاحب نے شاہی مہندی اور اس کے متعلق جملہ رسومات کو پچشم خود دیکھا تھا اس کا تذکرہ کرتے ہوئے وہ تحریر کرتا ہے۔

”دنیا میں عام طور سے یہ مشہور ہے کہ شادی و غم تو عام ہیں اسی لیے یہ بات بلاد مشرقیہ میں بہت اچھے طور سے ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً زمانہ محرم میں جو خاص طور سے رنج و الم کے اظہار کا وقت ہوتا ہے غم کے پہلو بہ پہلو شادی کا سماں بھی نظر آتا ہے۔ یعنی محرم کی ساتویں تاریخ کو تقریب شادی کی یادگار میں بھی ایک جلوس بڑے ساز و سامان اور تزک و احتشام سے نکالا جاتا ہے، جسے ”مہندی“ کہتے ہیں۔ یہ ایک تاریخی روایت کی یادگار ہے کہ عین اس روز جب کہ امام حسینؑ کے بھتیجے حضرت قاسمؑ کی شہادت ہوئی



اسی کے ایک روز قبل شب کو حضرت امام حسینؑ نے اپنی لاڈلی بیٹی حضرت کبریٰ کی شادی حضرت قاسمؑ کے ساتھ کر دی تھی۔

مہندی میں شادی اور مسرت کے بڑے ساز و سامان اور تکلفات جمع کیے جاتے ہیں وزیر اعظم کی مہندی معمولاً شاہی امام باڑہ میں چڑھائی جاتی ہے۔ ان عظیم الشان مہندیوں کی آمد کے سبب سے اس رات کو امام باڑوں میں غیر معمولی روشنی اور سجاوٹ کی جاتی ہے۔

”جب یہ انتظام پورا ہو چکتا ہے تو اس وقت مخلوق بے روک ٹوک امام باڑوں کی آراستگی دیکھنے جایا کرتی ہے۔ اس کثیر مجمع میں بعض تو بڑے بڑے رنگ برنگ جھاڑوں کی کیفیت دیکھنے میں محو ہوتے ہیں، جن میں صد ہا شمعیں روشن ہوتی ہیں۔ (مجھے یاد ہے کہ میں نے ایک مرتبہ شمار کیا تھا تو ایک جھاڑ میں سو کنول چڑھے ہوئے تھے) اور بعض خوش رنگ اور باغ و بہار کنول اور مردنگ دیکھ کر دنگ ہوتے ہیں۔ بعض لوگ امام کے مزار پر انور کی آرائش و تابش کھڑے کھڑے دیکھا کرتے ہیں، جن کے سامنے ایک بڑے شیر کی شبیہ ایک جانب دو مچھلیاں جن کے سر باہم ملے اور ایک دوسرے کی جانب جھکے ہوتے ہیں۔ یہی شاہان اودھ کا مارکہ ہے۔ یہ لوگ ان عجائبات و نوادرات کو دیکھ کر عجب لطف اٹھاتے ہیں اور پرتھوین و آفرین کی صدا بلند کرتے ہیں کیونکہ اس وقت امام باڑہ کی تزئین میں ہر مذاق اور طبیعت کے آدمی کے لیے دل بستگی کا کچھ نہ کچھ سامان ضرور ہوتا ہے۔ مثلاً ایک طرف طلائی و نقرئی علموں کے زرکار و جواہر نگار بچے اور پٹکے لہلہا رہے ہیں، انھیں کے پاس خانہ کعبہ کے دروازے اور امام حسینؑ کی خیمہ گاہ اور واقعہ کربلا کے نقرئی نقشے ہوتے ہیں جو ایک چاندی کی میز پر رکھے ہوتے ہیں اور جنہیں دیکھ کر رقیق القلب حضرات کے دل پگھلنے لگتے ہیں۔



ایک طرف دیواروں میں قسم قسم کے نفیس و نادر اور عجیب و غریب ساخت کے ہتھیار لٹکے ہوتے ہیں۔ جن کے دیکھنے سے بہادر اور جنگ آزمائہ لوگوں کے دلوں میں جوش و غاپیدا ہوتا ہے۔ لیکن اس ساری آراستگی اور زیب و زینت کا مقصد یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ مذاق کی نفاست ظاہر کی جائے بلکہ یہ سارا اہتمام صرف اظہار شان و علوئے محب کے واسطے کیا جاتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اس کے دیکھنے سے جو حقیر و استعجاب لوگوں پر طاری ہوتا ہے اسے دیکھ کر منتظمین کو بڑا لطف حاصل ہوتا ہے۔“

”جب باہر سے توپوں کے سر ہونے کی آواز سنائی دیتی ہے اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ اب آرائش شادی کے تخت جن کے پیچھے تابوت بھی ہوتا ہے قریب پہنچ گئے ہیں، ان آوازوں کے سنتے ہی شاہی نقیب و چوہدار امام باڑہ اور اس کے راستہ کی صفائی کے لیے آجاتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے کام میں بہت چست و چالاک ہوتے ہیں۔ اب ایک طرف تو زائرین محو زیارت ہیں دوسری طرف لوگ انہیں نکال کر باہر کرنے پر کمر بستہ۔ زائرین ابھی جی بھر کر دیکھ نہیں سکتے ہیں کہ یہ تفرقہ انداز ان کے سروں پر بلائے بے درماں کی طرح مسلط ہو جاتے ہیں۔ چونکہ خالی دوں دہک سے وہ لوگ ٹلنے والے انہیں ہوتے اس لیے شاہی چوہدار دو ٹوک کارروائی کرتے ہیں کہ ”امام باڑہ خالی کر دو“ مگر جب وہ دیکھتے ہیں کہ کانوں پر ذرا بھی جوں نہیں ریگتی تو وہ ڈنڈے اور کوڑے سنبھال لیتے ہیں مگر کسی کی اتنی مجال نہیں کہ ان سرکاری آدمیوں سے دست و گریباں ہو سکے۔ اتنے عرصہ میں امام باڑہ میں مہندی کے داخل ہونے کا پورا انتظام ہو جاتا ہے اور مہندی بھی امام باڑہ کے قریب پہنچ جاتی ہے۔ اب امام باڑہ میں بالکل سناٹا ہو جاتا ہے۔

”باہر کا مربع صحن بھی جس میں ہر طرف روشنی ہوتی ہے چشم منتظر بنا ہوا ہے۔ لیجئے مہندی کا جلوس آنے لگا، ہاتھی، اونٹ اور گھوڑے تو پھاٹک کے باہر ہی چھوڑ دیئے



گئے۔ جلوس بردار، سپاہی اور باجے والے امام باڑہ کے صحن میں ہیں۔

ان کی وجہ سے ایسا مجمع ہو جاتا ہے کہ تل دھرنے کی جگہ نہیں ملتی اور زمین کی پتے کاری کا فرش بالکل چھپ جاتا ہے۔

”یہ لوگ داہنے بائیں پر اجماع کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور وسط میں راستہ چھوڑ دیتے ہیں، جس پر سے پہلے تو مہندی کا اصلی سامان آنا شروع ہوتا ہے یعنی نفرتی کشتیوں میں ہر قسم کی مٹھائیاں، خشک میوے، پھولوں کے ہار گجرے، چھپر کھٹ اور گلدستے جنہیں زرق برق پوشاکیں پہنے ہوئے ملازمین اپنے ہاتھوں یا سروں پر لیے ہوتے ہیں۔ اس وقت نہایت نفیس آتش بازی بھی چھوٹے لگتی ہے۔ اس سامان عروسی کے بعد دلہن کی نفرتی پاکی آتی ہے، جس کے آگے بہت زرق برق وردی پہنے ہوئے مشعلچی ہاتھوں میں مشعلیں لئے ہوتے ہیں۔ پھر مشعلوں کی روشنی میں باجے والوں کے غول آتے ہیں۔ یہ لوگ باجہ بجانے میں ماہر ہوتے ہیں۔ اس سامان عروسی کو امام باڑہ کے وسیع دالان میں لے جا کر وہاں گشت لگاتے ہیں۔ پھر یہ سب سامان تعزیہ پر چڑھا دیا جاتا ہے کیونکہ اس ساری جدوجہد کا حاصل اتنا ہی ہوتا ہے کہ یہ چیزیں بھی تعزیہ کے ہمراہ کر بلا لے جائیں۔

سامان عروسی ابھی پوری طرح امام باڑہ میں پہنچ بھی نہیں چکتا ہے کہ عزاداران کا ایک گروہ سر جھکائے ماتمی لباس پہنے اور غمگین صورت بنائے امام باڑہ میں آ جاتا ہے۔ اس کے بعد حضرت قاسمؑ کا تابوت چند خادم کاندھوں پر اٹھا کر لاتے ہیں، جس کے ساتھ عزاداران مغموں صورت کا مجمع ہوتا ہے۔ بعض اوقات ان لوگوں کے ساتھ ایک گھوڑا بھی ہوتا ہے، جو حضرت قاسمؑ کا قیاس کیا جاتا ہے۔ اس گھوڑے پر امام موصوف کی زرتاب پگڑی، کمان، خنجر اور تیروں سے بھرا ہوا ترکش ہوتا ہے، جس کے اوپر



کار چوبی و نفرتی نشان شاہی لیے چتر اور آفتابہ سایہ کنساں ہوتا ہے۔

”اندر کا حال تو بس اسی قدر قابل بیان تھا کیونکہ یہاں اب صرف مجلس ہوتی ہے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اب باہر کے حالات بیان کرتا ہوں کیونکہ وہاں بھی کچھ رسوم ادا ہوتے ہیں وہاں سبھی قسم کی مخلوق جمع ہوتی ہے۔

بالے، بوڑھے، زن و مرد یہ سب لوگ روپے پیسے لوٹنے کے منتظر ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس ملک میں لگا بندا دستور ہے کہ شادی بیاہ کے موقع پر کچھ روپیہ ضرور لٹایا جاتا ہے اور مہندی کے لوازم میں بھی یہ امر داخل ہے اور جب کہ یہ رسم عقد حضرت قاسم و دختر امام حسینؑ میں منائی جاتی ہے تو بھلا کیسے متروک ہو سکتی ہے۔ چنانچہ بعض ملازمین جو اسی خدمت پر مامور و متعین ہوتے ہیں مٹھائیاں بھر بھر کے روپے اور چاندی کے چھوٹے سکے نہایت آزادی اور سیرچشی سے اپنے داسے بانیں لٹاتے رہتے ہیں۔“

حکیم آغا مہدی بہ حوالہ تاریخ لکھنؤ جلد دوم۔

شاہی مہندی جیسا کہ اوپر بیان کیا امام باڑہ آصفی سے اٹھ کر حسب دستور سابق امام باڑہ حسین آباد جاتی ہے مگر اب نہ آتش بازی چھوٹی ہے نہ چھپر کھٹ ہوتا ہے نہ دلہن فینس ہوتی ہے نہ نقد لٹایا جاتا ہے۔ اب تاریخ اور کلچر سے ناواقف لوگ انتظام کرتے ہیں۔ ہاتھی، اونٹ جو کافی قیمت دے کر کرایہ کے بلائے جاتے ہیں ان پر ترتیب سے ماہی مراتب پھر اونٹوں پر علمہائے مبارک ہونا چاہیے نہ کہ سفینہ ہائے برنجی دے دئے جاتے ہیں۔ بد انتظامی اور پھو ہڑپن اپنے عروج پر ہوتا ہے۔ یہ سب لوگ تاریخ، ادب، کلچر سے ناواقف ہوتے ہیں۔

سلطان جہاں محل صاحبہ کی مہندی:

مغرب کے بعد ہی سلطان جہاں بیگم کی مہندی جس کے شاندار جلوس میں



نقار خانہ، کشتی رواں پر نوبت خانہ جس کے سیاہ پردے ہوتے تھے، اس کے پیچھے سبیل کشتی رواں پر جس کے سبز پردے ہوتے تھے، ہاتھیوں پر نخلی جھولیں اس کے اوپر ماہی مراتب (بادشاہ کے جاہ و جلال کی علامت جو سات ستاروں کی طرف منسوب ہوتے ہیں) اونٹوں پر علمہائے مبارک، گھوڑے، ہاجے والوں کے غول، برق بردار، نوحہ خوان، سوز خوان اور علم بردار، ضرب بردار، مور پنکھی بردار، باد بہاری کے دستے یعنی رنگ برنگی جھنڈیاں، ذوالجناح، تابوت آخر میں دو عدد مہندیوں کے ڈولے جو حکیم صاحب عالم کے مطب معدن الادویہ کے پاس سے اٹھتے تھے۔ باقی سب جلوس افضل محل واقعہ و کٹوریہ اسٹریٹ میں آراستہ ہو کر براہ پاٹا نالہ، وزیر گنج، داروغہ میر واجد علی کے امام باڑہ، واقعہ بارود خانہ گولہ گنج میں جاتی تھی۔

شیخ تصدق حسین لکھتے ہیں:

”شروع شروع میں اس کے ساتھ دستیوں، چٹاؤں، اور ہزاروں کی بہت تیز روشنی ہوتی تھی، بعدہ بہ افراط منجھولی شمع دار لال ٹینوں کی روشنی ہونے لگی یہ لال ٹینیں لمبی لاٹھیوں کے سروں پر نصب ہوتی تھیں، جنھیں مرد ہاتھوں میں لے کر جلوس کے بیچ چلتے تھے، پھر پٹر میکس کی لال ٹینیں اور ہنڈے ساتھ ہوتے تھے، جن کی جگہ گھٹ سے شب کو دن کا ایسا سماں نظر آتا تھا۔

سلطان جہاں حضرت سلطان عالم واجد علی شاہ بہادر کی معصومہ بیوی تھیں۔ انتزاع سلطنت سے قبل انہیں دو ہزار روپے ماہوار تنخواہ ملتی تھی۔ ان سے بادشاہ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ داروغہ میر واجد علی انہیں کی ڈیوڑھی کے داروغہ تھے۔ تنخواہ کے علاوہ شاہ موصوف نے انہیں تخمیناً دو ہزار تین سو دس زرع آراضی بکتر واقع محلہ خیالی گنج، بھی بذر یہ فرمان شاہی مورخہ ۲۷/ محرم ۱۲۶۷ھ عطا کی تھی۔ ان کا خطاب نواب سلطان جہاں محل تھا مگر



عوام میں وہ صرف سلطان محل کے لقب سے مشہور ہوئیں۔

یہ شاہ معزول کے ہمراہ کلکتہ نہیں گئیں لکھنؤ ہی میں مقیم رہیں۔ انقلاب ۱۸۵۷ء میں گوناگوں مصائب کی شکار ہوئیں مگر داروغہ میر واجد علی کے ساتھ اتحاد عمل کر کے انہوں نے پکتان پٹرک اوڑکی لڑکی اور بیوی اور دختر سراؤنٹ اسٹورٹ جیکسن کمشنر خیر آباد کی جانیں باغی تلگوں کے ہاتھوں سے بچائیں۔ اس کے صلہ میں جان بخشی کے علاوہ ان کی سرخ روئی بھی سرکار کمپنی میں ہوئی۔ پرامیسری نوٹ و جاگیر بحال رہی، اور گزرا بھی مقرر ہوا۔

انگریزوں کے تسلط کے بعد وہ داروغہ میر واجد علی کے ہمراہ گولہ گنج میں مقیم رہیں۔ ۱۹ شعبان ۱۲۷۵ھ کو موصوفہ نے پچاس ہزار روپے، پانچ قطعہ پرامیسری نوٹ جن کا سودو ہزار روپے سالانہ تھا اور جاگیر زمین داری جس کی آمدنی دوسو روپے ماہوار تھی اور جوہرات قیمتی دس ہزار روپے اور ایک باغ و مکان سات ہزار روپے مجالس و مہندی و دیگر مذہبی امور کے لیے وقف کر کے ایک وقف نامہ بھی تحریر کر دیا، جس کی رو سے داروغہ میر واجد علی ولد میر عباس کو اور ان کے بعد ان کی اولاد کو متولی قرار دیا۔ ۱۳ فروری ۱۸۶۰ء کو داروغہ صاحب نے عدالتی سرٹیفکیٹ بھی حاصل کر لیا۔ اب مہندی انہیں کے افراد خاندان کے زیرِ اہتمام ہے۔ وقف کی آمدنی اور مالیت سو برس پہلے کی ہے۔ دورانِ قیام کلکتہ سلطان عالم، سلطان جہاں نیگم کی طرف سے بدگمانی کے بھی شکار ہو گئے تھے، جس کا تذکرہ انہوں نے اپنے ایک مکتوب گرامی میں بھی کر دیا تھا۔ چنانچہ ۱۵ محرم ۱۲۷۲ھ کو اپنی پاک دامنی اور خوش چلنی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے موصوفہ نے اپنے عریضہ میں لکھ بھیجا کہ ”لوگوں نے مجھ بنجور پر اہتمام باندھے، حضور کو بھی یقین آگیا، حضرت عباس علم دار کی سوگند میں آپ کا نام لیے بیٹھی ہوں، نہ غم خوار ہے نہ دمساز ہے،



صرف آپ کی یاد ہے، موصوفہ کی قسم کے پیش یہ آنی خوبصورتی سے ٹل گئی اور انہیں سکون قلب حاصل ہو گیا۔

سلطان عالم ۲۱ ستمبر ۱۸۸۷ء کو اس جہان فانی سے کوچ کر گئے اور اس کے بعد جب نواب سلطان جہاں، شرعی پابندیوں سے آزاد ہو گئیں تو داروغہ صاحب ہی کے ساتھ نکاح میں منسلک ہو گئیں اور نخل تمنا بار آور بھی ہوا۔ اپنے آخر وقت تک وہ شوہر ہی کے ہمراہ گولانگج میں سکونت پذیر رہیں اور جب اس دارنا پائیدار سے رخصت ہوئیں تو شوہر موصوف ہی کے امام باڑہ میں شہ نشین میں ضریح کے نیچے سپرد لحد کی گئیں۔

### کشمیریوں کی مہندی:

یہ مہندی بہ قول ثقافت لکھنؤ جان عالم واجد علی شاہ کے زمانہ شہریاری میں اٹھنا شروع ہوئی، مہندی اٹھانے والوں کا بیان ہے کہ اپنے بزرگوں کی زبانی انہوں نے یہ سنا تھا کہ موصوف نے اپنے ایک درباری بھانڈ (نقال) سے جس کو انہوں نے ”بادشاہ پسند“ کا خطاب عطا کیا تھا مہندی اٹھانے کے لیے ارشاد فرمایا اور اس کے ہمراہ پڑھنے کو ایک نوحہ بھی کہہ کر مرحمت کر دیا۔

”بادشاہ پسند“ نے اپنے ولی نعمت کے فرمان کو بسر و چشم قبول کر لیا اور مہندی اٹھانا شروع کر دی۔ اس وقت سے اس کو کشمیری برابر اٹھاتے چلے آتے ہیں۔

یہ مہندی محلہ شاہ گنج کی ایک مسجد سے میاں جھبو کے زیر اہتمام اٹھتی تھی اس سے قبل ان کے والد ابوصاحب اور ان سے پہلے ان کے دادا اٹھاتے تھے۔ مہندی مقام مذکورہ سے اٹھ کر نخاس، پارچہ والی گلی اور چوک بازار میں گشت کرتی ہوئی پھر شاہ گنج واپس چلی جاتی تھی۔ گشت میں قریب قریب کل کشمیری ہمراہ ہوتے تھے جو نوحہ خوانی میں حصہ لیتے تھے۔ پہلے نوحہ کے ساتھ ڈھولک بھی بجائی جاتی تھی مگر اب اس کو معیوب



سمجھ کر ترک کر دیا گیا۔ اب قریباً ۷۰ سال سے بغیر ڈھولک کے ایک ہی نوحہ (جو ذیل میں درج ہے) ایک خاص مقبول عام درد انگیز اور رقت خیز لہجہ میں پڑھا جاتا ہے۔ مہندی کے ساتھ پڑھنے والوں کے ماسوا سامعین کا بھی بڑا بجوم ہوتا تھا۔ نوحہ درج ذیل ہے۔

رن میں بیوہ حسن یوں پکاری، میرے قاسم کی آتی ہے مہندی  
 سوتے کیا ہو براتی جگاؤ، شادیاں شتابی بجاؤ  
 پردے نیچے کے جلدی اٹھاؤ، میرے قاسم کی آتی ہے مہندی  
 چوکی صندل کی لا کے بچھاؤ کوئی قاسم کو دولہا بناؤ  
 جلدی ماتھے پہ سہرا بندھاؤ میرے قاسم کی آتی ہے مہندی  
 پیاری کبریٰ کہاں ہے بلاؤ، اس کو نو شہ کا مکھڑا دکھاؤ  
 جلدی مسند شہانی بچھاؤ، میرے قاسم کی آتی ہے مہندی  
 میں پیسیر کے پیالے بھروں گی، شمع مشکل کشا کی دھروں گی  
 بی بی زہرا کی صحنک کروں گی، میرے قاسم کی آتی ہے مہندی  
 کب کہا تھا کہ تم پانی لاؤ کب کہا تھا کہ تم رن کو جاؤ  
 ایسے پانی سے گزری تم آؤ میرے قاسم کی آتی ہے مہندی  
 پیاری کبریٰ کنگن کے بدلے، ہاتھ باندھے گئے ہیں رسن سے  
 کیا قیامت ہے لوگوں بتاؤ، میرے قاسم کی آتی ہے مہندی  
 مہندی ابھی بھی سات محرم کو مولسری کی مسجد سے اٹھ کر شاہ گنج کے ایک مکان میں  
 رکھی جاتی ہے۔ (سید محمد عمار رضوی، روزنامہ صحافت، محرم نمبر ۷۲۰۰ء)



## شاہی مہندی کا جلوس

(روزنامہ صحافت (لکھنؤ) محرم نمبر ۱۴۲۲ھ)

ہندوستان میں عزاداری کا اہم ترین مرکز اودھ رہا ہے۔ نوابین اودھ نے ایام عزاداری کو سرکاری چھٹی قرار دے دیا تھا۔ اس کے علاوہ عزاداری کی بقا و نشر و اشاعت میں پورے جذبہ ایمانی سے کام کیا۔ نام حسینؑ پر لکھنؤ میں عالیشان امام باڑے بنوائے عزاداری کی بقا اور مذہبی و دینی امور انجام دینے کے لیے لاکھوں روپے کے اوقاف قائم کئے تاکہ یہ سلسلہ ایمانی جاری و ساری رہے۔ اگر عالیشان امام باڑہ آصفی، شاہ نجف حضرت گنج اور حسین آباد کے چھوٹے امام باڑے وغیرہ کو دیکھنا ہے تو محرم میں دیکھئے۔ ۹/۸/۷۷ محرم کو امام باڑوں کی آرائش و زیبائش کو دیکھنے کے لیے زائرین ہی زائرین نظر آتے ہیں۔ دوسری طرف امام باڑہ غفرانمآب، امام باڑہ تقی صاحب، جامعہ ناظمیہ، شیعہ ڈگری کالج نخاس امام باڑہ آغا باقر امام باڑہ آغاوصی، وافضل محل کی مرکزی مجالس میں ہزاروں ماتم داروں کی شرکت نے عزاداری کی شان میں اضافہ کر دیا ہے۔ شاہی دور کے جلوس و محرم کے مصارف کی اب ہم مختصر تفصیل پیش کرتے ہیں۔ دو کروڑ روپے کی لاگت سے نواب آصف الدولہ نے اپنا امام باڑہ بنوایا تھا۔ ہر سال محرم کی پہلی تاریخ سے ۱۲ محرم تک تقریباً پانچ لاکھ روپے صرف ہوئے تھے۔

محرم کے دوران ہر امیر و غریب کے گھر جا کر نذر و نیاز چڑھاتے تھے۔ ایک روایت کے مطابق ۲۵ جولائی ۱۷۹۵ء میں شام کو نواب آصف الدولہ اپنے امام باڑے میں تشریف لائے۔ میاں عالم علی خاں کی حویلی سے حضرت قاسمؑ ابن حسنؑ کی یاد میں جلوس مہندی برآمد ہوا۔ نواب موصوف نے روضہ خوانی سماعت فرمائی اور ماتم کیا۔ پھر



محل سرا میں قدرے آرام کے بعد سواری میں بیٹھ کر امام باڑہ آغا باقر گئے۔ وہاں زیارت کی نذر گزاری اور واپس آ گئے۔ منشی جوالا پرشاد لکھتے ہیں ”محرم کا چاند نمودار ہوتے ہی نواب سعادت علی خاں کا گھر سیاہ پوش ہو جاتا تھا۔ ساتویں تاریخ سے حکومت کے سارے کام کاج روک دیئے جاتے تھے اور تمام اراکین سلطنت دسویں تاریخ تک نواب کے ساتھ شہدائے کربلا کا غم مناتے تھے۔ (انوار السعادت)

غازی الدین حیدر کے زمانے میں امام باڑہ شاہ نجف حضرت گنج میں محرم کی روشنی قابل دید تھی۔ ڈاکٹر سید اطہر عباس رضوی نے اپنی کتاب ہسٹری آف شیعہ ان انڈیا جلد ۲ میں ۷ محرم کی روشنی اور جلوس مہندی کے بارے میں بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ جلوس مہندی کے بارے میں امام باڑہ شاہ نجف میں ریزرویشن آن دی مسلمان آف انڈیا میں تفصیل سے موجود ہے۔ بادشاہ نصیر الدین حیدر کے زمانے کی عزاداری اور اس کے مصارف کے بارے میں ولیم ناہٹن نے بہت کچھ لکھا ہے۔

ولیم ناہٹن ساڑھے تین سال تک نصیر الدین حیدر شاہ کے مصاحب رہا اور روزانہ کے واقعات بطور یادداشت لکھتا رہا ہے۔

According to william Knighton's estimate the reigning Nawab spent "up-wards of three hundred thousand pounds" on Muharram celebrations.

محمد علی شاہ نے امام باڑہ حسین آباد بنوایا۔ موم کی ضریح کی ابتدا کی۔ حسین آباد ٹرسٹ کی طرف سے جس طرح موم کی شاہی ضریح کا جلوس نکالا جاتا ہے اسی طرح ۷ محرم کو شاہی جلوس مہندی بھی امام باڑہ آصفی سے بڑی دھوم دھام اور شاہی انداز میں اٹھایا جاتا ہے۔



پروفیسر سید مسعود حسن رضوی مرحوم لکھتے ہیں کہ محمد علی شاہ بادشاہ اودھ بانی حسین آباد مبارک بڑے مذہبی اور خوش عقیدہ بزرگ تھے۔ انھوں نے ۲۱ ربیع الاول ۱۲۵۵ھ کو خواب میں جلوس مہندی کے سامان کو دیکھا تھا۔ خواب سے بیدار ہونے کے بعد انھوں نے اپنے اس خواب کو اپنے مقرب خاص حمید الدولہ رضا قلی علی خاں بہادر سے بتایا تھا۔ فارسی کا یہ نسخہ شاہی مطبع کا چھپا ہوا مسعود رضوی صاحب کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ حسین آباد ٹرسٹ کی جانب سے قدیم عرصہ سے نکلنے والا مہندی کا جلوس ۷ محرم کو امام باڑہ آصف الدولہ سے رات میں برآمد ہو کر حسین آباد کے امام باڑے میں تمام ہوتا ہے۔ ماہی مراقب مچھلی، شیر دہاں، چاند سورج تاج وغیرہ ہاتھوں پر بیٹھے ہوئے لوگ نظر آتے ہیں۔ اونٹوں کی قطاریں، مختلف باجوں کے دستے ماتمی دھنیں بجاتے ہوئے کئی رنگ کی جھنڈیاں بردار لوگ۔ روشن چوکی مختلف سجے ہوئے، پھولوں، میوؤں سے بھرے ہوئے خوان، سامان مہندی، ہاتھوں میں لئے ہوئے روشن قندیلیں، ذوالجناح، گہوارہ علی اصغر، مرثیہ خوان، خوشنما کشتی نما مہندی (یعنی پاکی) لے جاتے ہوئے لوگ انجمن غنچہ مہدیہ، نوحہ خوانی کرتی ہوئی انجمن اودھ کے آخری تاجدار واجد علی شاہ ۷ محرم کو جلوس مہندی میں شریک ہوتے تھے۔ نواب نشاط محل منت کا چھلا اور ناڑہ واجد علی شاہ کو پہناتی تھیں۔ آخر میں میاں احسان مرثیہ گو کے نوحہ کے اس مطلع پر اپنا مضمون کرتے ہیں۔

رن میں بیوہ حسن کی پکاری  
میرے قاسم کی آتی ہے مہندی

(مولانا محمد علی حیدر نقوی، روزنامہ صحافت لکھنؤ، محرم نمبر ۱۲۲۲ھ)



باب ۵.....

## کربلا میں حضرت قاسم کی شادی ہوئی تھی



ہمان علی کرمانی برآجی:

ہمان علی کرمانی (تخلص... برآجی) نے بادشاہ ایران فتح علی شاہ قاجار کے عہد میں مثنوی ”حملہ حیدری“ تصنیف کی تھی، یہ کتاب ”روضۃ الشہدا“ کی تالیف سے پہلے کی ہے۔ ہمان کرمانی نے تفصیل سے ”عقہ قاسم“ لکھا ہے، ظاہر ہے ”روضۃ الشہدا“ سے پہلے کوئی مقتل اُن کے پیش نظر تھا۔

”دروصفِ قاسم ابن حسن“

ایک ایسا نوخیز، سرو آزاد دکھائی دیا (دیکھا) کہ طوئی اس کی (دہشت) سے بید کی مانند لرزتا دکھائی دیا۔

گیسو کی دو پریشان (لڑیاں)، دل جوش سے بھرا ہوا دہان و زبان راز سے واقف



مگر خاموش، مجسم سروری کے لائق، پیغمبر کی زیبائی رکھنے والا شہزادہ بُرج رسالت سے خیر و برکت لیے ہوئے، اور بُرج نبوت کے ایک تنومند پودے کی طرح۔

اس کی آنکھیں ایسی ہو گئی تھیں جیسے دریائے خون لالہ رخ جیسے گال سیمکون تھے، سرخ گال سفید ہو گئے تھے۔ باغِ نبی کا تازہ نہال تھا اور طوبیٰ نے اپنے آپ کو اُس کے واسطے سجایا تھا۔

اور وہ ایسا تھا کہ آفتاب کا سایہ بھی اُس پر نہ پڑا تھا اور چاند نے ابھی تک اپنی مشکیں نقاب نہیں ڈالی تھی، اور وہ ایسا تھا کہ جس دن کے سواد سے شب قدر دُور تھی اور شب قدر کو جو نور حاصل ہوا اُس کے چہرے کو دیکھ کر ہوا۔

اُس کے سامنے عقد پروین کی چمک دمک ماند پڑ گئی ستارہ سورج میں گم ہو گیا۔

اپنے بچا کی مدد کے لیے شوق و شغف کے ساتھ دل آسندہ اور ہتھیلی پر جان لیے ہوئے۔

شہنشاہ والا امام حسینؑ نے جب اُس کو برو کو دیکھا، تو ایسا لگا جیسے ایک جہاں نے اُس کو برو کو دیکھا۔

حسرت سے اُس کے چہرے پر نگاہ کی، جواب میں سوائے اشکِ غمیں کچھ نہیں تھا۔

اپنی زبان مبارک سے اُس سے اس طرح گفتگو کی اور اُس نوجوان کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ اے بوستانِ نبیؐ کے تازہ پھول، گلستانِ علیؑ کے گلِ گلبن اس رزم گاہ میں ترا خیر مقدم ہے کہ اس وقت تو میرے پاس آیا۔ کتنا اچھا ہے وہ جو جانے کا ارادہ کرے۔ خدا تیرے چہرے کو روشن تر کرے۔

خوشا وہ کہ جو اس ساعتِ آخر میں دم واپس ترا چہرہ دیکھے۔ اس قدر وقامت کا نظارہ کرے اور اس کے بعد روزِ قیامت ہو۔ تیرے حسین چہرے پر اپنی جان دے، تجھے دیکھے اور جانان کو اپنی جان دے تو اس کارزار میں کیوں آیا ہے؟ تجھے ان کاموں



سے کیا تعلق ہے؟ دلبر سے دلدار کیا راز سنئے آیا ہے؟ جواب میں صرف گریہ ہے گریہ!  
خونابہ دل سے چہرے پر خون ملنا ہے! اور اُس سے چہرے کو رنگین کرنا ہے۔  
تیری صف کا جلوہ کبریا کی صف میں ہے۔

تیری عنان لامکان کے عرصہ کے لیے ہے اور جہان آفرین بھی تیرے ساتھ ہم  
عنان ہوگا۔

سمیل سکیمنہ حیدر آباد سندھ پاکستان

تیری کمان کے قوس کو معراج پیغمبری کے سبب۔ برتری حاصل ہے، تیری کمان کا  
خم چرخ فلک ہے اور تیری سناں سے سدا سمک ظاہر ہوتے ہیں۔

کتنا اچھا ہے تیرا آنا اس جولا نگاہ میں، اس جنگ نیلوفر میں۔ تیری تلوار دنیا میں  
بجلی بن جائے گی اور بجلی سے آگ اور پانی ظاہر ہوگا۔

وہ تیر جو تیری کمان سے جائے گا وہ نو آسمان سے بھی اونچا نشانہ مارے گا، کیا عزم  
لے کر تو میدان میں آیا ہے۔ تو اُس میدان کو جانے والے اولو العزم نے جواب دیا

حضرت قاسم کا جواب:

حضور کچھ کرم مجھ پر کریں اور دیکھیں کہ میں سینہ پر زرہ پیغمبر پہنا ہوں۔ اپنے والد  
کے سلاح جنگ زیب تن کئے ہوئے ہوں اور اُسی جوشن سے اپنے جسم کو روشن کیا ہے  
اور اُسی خود کو اپنے سر کا تاج بنایا ہے کہ میرا سرو قد رشک معراج ہو گیا ہے۔ اگر آپ  
اس طرح مجھے اپنی فوج میں شامل کر لیں تو پھر میری جنگ ملاحظہ فرمائیے گا۔

کیا میں سبط پیغمبر کی اولاد نہیں ہوں! کیا میرا خاندان گلشن حیدری نہیں ہے۔

میں شیر خدا کا دلبدن کا حامی ہوں۔ ایک ہی حملہ میں لشکر مخالف کی ہوا اکھڑ جائے گی۔

میرے بال و پردہ دیکھئے میری تلوار دیکھئے میرے گھوڑے کی طاقت دیکھئے۔



## اذن جہاد خواستن قاسم

حضرت قاسمؑ کا حضرت سید الشہداء سے اذن جہاد طلب کرنا:

نبیؐ کا گرامی پوتا میں ہوں، میدان میں جان و تن کی فکر نہیں کروں گا، اپنے خون سے دامن نینوا کو پھولوں سے بھر دوں گا، کفار کے مقاصد کو باطل کر دوں گا، آپ اذن عطا فرمائیں اس کارزار کے لیے۔ کفر کی شوں کو ختم کر دوں گا۔ آپ پر درود ہوا ہے عم بزرگوار! خداوند آپ کے عمل سے خوشنود ہو اُسی نے ہمارے جسموں میں جان دی ہے۔ زمین و زمان و مکان بنائے ہیں، کون اس کام کا سزاوار ہو سکتا ہے۔

میرا جام اُسی بادہ کی مے سے بھرا ہوا ہے۔ اس فُرعہ جنگ میں میرا نام بھی نکلا ہے۔ اس صحرا میں بے رحم قوم نے، ہماری قوم کے لوگوں کا خون بہایا ہے۔

اُن کے افسر خنجر و شمشیر سے میرا سرتن سے اُتاریں گے۔ نہ جنازہ ہوگا نہ غسل و کفن پاؤں گا۔ نہ ہی کوئی انجمن مجھ پر روئے گی لیکن آج سے قیامت کے دن تک۔ زمانہ میرے تابوت کے سائے میں ہوگا زمین پہ آج سے رستخیز (قیامت) تک چشمِ دوراں مجھ پر گر یہ کرے گی میرے خون سے یہ جہاں جوش میں آئے گا۔ آسمان و زمین پُر خروش ہونگے مرد و زن کی آنکھیں پُر نم ہونگی اور ہر گھر میں ماتم ہوگا۔ آپ دل سے ہر طرح کی تشویش دور کر دیں۔ اہل سرا سے غمگسار پردہ رکھیں گے۔ اسی طرح اس راز کو سر بسر سینہ بہ سینہ۔ بھائی، بھائی سے اور باپ بچوں سے بیان کرے گا۔ اس کی آہ چاند کی وسعتوں سے آگے چلی گئی۔ آنسو بہائے اور جیسے دم رُک گیا سانس رُک گئی۔ وہ سرورِ و اُل تعظیم کو خم ہوا۔ سمند کے پاؤں کو چھوا۔ چرخ بلند خاک نشین ہوا۔ اور جب اُس نے شاہ کے اسپ کے سُم کو بوسہ دیا تو نو گنبد آبنوس کو روٹا آیا چہرہ پہ اُس کی خاک کو مکلا اور یزدان



پاک کی شان میں ستائش کی کہ اے وہ کہ تیرا مقام بلندی سے بھی برتر ہے۔ میرے دل کے راز سے آگاہ تر ہے۔

## حضرت قاسمؒ کا اپنے عمؒ بزرگوار سے منت سماجت کرنا اور اذن جنگ طلب کرنا

میرا رُوئے نیاز آپ کی طرف ہے۔ اپنے لطف سے مجھے ناامید نہ کیجئے۔ میں اگر اذن جنگ پا جاتا ہوں تو جان فشانہ کرنے میں کوئی سُستی نہ کروں گا اور اگر اس رزمگاہ میں مارا جاتا ہوں تو میرے خون کا خدا گواہ ہوگا۔ اللہ کے نزدیک گرامی قرار پاؤں گا اور آسمان کی جولانگاہ میں نامی ہوگا۔

اگر میں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا تو میرا انجام برا ہوگا۔ قیامت میں جب سب لوگ آئیں گے۔ پروردگار کے سامنے، شہیدوں کا لباسِ شہادت خون سے بھرا ہوا ہوگا ہاتھ پاؤں، اور سرخون میں ڈوبے ہوئے اُس عرصہ گاہ میں خود نمائی کریں گے اور میں اللہ کے سامنے عذر خواہی کروں گا، آپ کے ساتھیوں کی پُر خون جبین، جہاں آفرین کو اپنی طرف مائل کرے گی، وہ اللہ کے نزدیک ہوں گے۔

میں اُس انجمن میں نہیں ہوں گا۔ خونیں کفن شہیدوں کے ساتھ میں جب اس دشت میں تشنگان کو دیکھتا ہوں، مجھے اپنے جسم میں جان پر افسوس ہوتا ہے۔ حسرت کی نگاہ سے اُن کو دیکھتا ہوں۔ وہ چلے گئے اور میں یہیں محروم رہ گیا۔ پدر کے ہتھیار میرے جسم پر سجادیں اور مجھے اس راہ میں سرفراز فرمائیں تاکہ میں اس رزمگاہ میں کامرانی دکھاؤں اور خون سے زینتِ نوجوانی کروں اُس کی گفتار سے شاہ کا دل بھر آیا۔ دل سے ایک آہ آسمان کی جانب چلی جواب کے لیے اپنی زبان سے ارشاد فرمایا:-

اے زندگی سے سیرتو اس رزمگاہ میں فرخندگی ڈھونڈتا ہے اس کا رزار میں تو کیا



کرے گا۔ خبردار سوئے رزمگاہ مت جا اس انجمن سے سوئے پیکار مت جا۔ اپنے پر اور مجھ پر رحم کر طاقت و صبر کا لباس پہن لے۔ میرے دل کو اس وقت مت دکھا۔ میں تجھے رزمگاہ میں کیسے دیکھوں گا۔ اے میرے دلجو بتا کیسے دیکھوں جب میں تجھ کو دیکھتا ہوں۔ میری آنکھوں میں بھائی کی تصویر آ جاتی ہے، تجھے دیکھنے سے اُن کا دیدار ہوتا ہے۔ اُن کا قد تجھ سے برابر تھا کیا وقت تھا کہ وہ ہم کو چھوڑ گئے اور ہم خونِ دل میں غلطاں ہو گئے انھوں نے حسرت سے میری طرف دیکھا، تیرے بارے میں مجھ سے راز داری سے گفتگو کی کہ اس کو میری جگہ سمجھنا۔ ان کی عزت میری عزت ہے اس داستان کی آج انتہا ہے شاید۔ پاداش کا دن آپہنچا اگر تجھے جنگِ آوری کی اجازت دے دوں، مجھے اس فیصلے پر خدا سے شرم آتی ہے کہ آج میرے رشتہ دار اور دوست احباب اور ہر وہ کہ جنھوں نے اس انجمن سے جنگ کی۔ بے کفن ہیں، بے مغفر اور بغیر جوشن کے پڑے ہیں۔ خنجر سے اُن کا سر جسم سے الگ کر دیا جاتا ہے۔

لیکن جان آفرین کے نزدیک یہی پسندیدہ ہے اور چرخِ بلند اُن پر گریہ کناں ہے۔ میں تجھے خون میں غلطاں کیسے دیکھوں گا بتا! تیرے جسم سے سر کو دور کیسے دیکھوں گا! کیا تو یہی چاہتا ہے کہ قیامت میں اپنے بھائی کے سامنے شرمندہ ہوں۔

### حضرت قاسمؑ کا اپنے چچا کے ساتھ مکالمہ

شہزادہ نے جب شاہ کی گفتار سنی تو ایک آہ کھینچی جو چاند اور سورج تک گئی۔ روح سے ایک چنگاری گریہ کی شکل میں نمودار ہوئی۔ گویا چہرہ پہ جگر کا خون آ گیا یعنی چہرہ سرخ ہو گیا اور کہا آپ مجھے والد کی طرح گرامی ہیں۔ یہی انصاف ہے اے دادگر۔

آپ کے پاؤں پہ میرا سر ہو یہی میری آرزو ہے۔ اس راہ میں سرفراز ہونا ہی میری



آرزو ہے۔

آج آپ سے وہ راز بتا دوں۔ کہ اُن (پدر) کی آواز آج بھی میرے کانوں میں گونج رہی ہے۔

آپ کی راہ میں تن و جان قربان کر دوں اور جانان کا نظارہ کر دوں۔ آپ کے قدموں میں جان ہار جاؤں۔ آپ کے نقش قدم پہ جان فدا کرنا ہی میرا مقدر ہے۔  
آپ کے سامنے جسم کو جان سے خالی کر دوں، آپ کے سامنے اپنے سر کو جسم سے جدا کر دوں، جان کے بدلے تیرو سنان خرید لوں، نقد جان آپ کی راہ میں فدا کر دوں، اگر میری آرزو پوری نہیں ہوئی قیامت کے دن میں کیا کروں گا سوائے شرم کے الٹ کے دن بزم ازل کے ساتی نے مجھے اس دن کے نشے سے مست کر رکھا ہے۔

مجھ سے والد کہا کرتے تھے اک دن آگ برس رہی ہوگی وہ کہا کرتے تھے اور میری روح تڑپا کرتی تھی فرمایا کرتے تھے اور آنکھوں سے خون بہایا کرتے تھے اس لشکر جرار کو بہت یاد کرتے تھے فرماتے تھے امت جب دشمنی پر کمر باندھ لے اور خیر البشر کے قتل پر آمادہ ہو جائے تو تو دیکھے گا وہ تھا اس دشت میں جنگ لڑ رہا ہوگا میں نے تجھے اس وقت کے لیے تیار کیا ہے۔ میری طرف سے تو اس کی راہ میں جان نثار کرے گا، اپنے اوپر مہربانی کرے گا۔

بس میں چاہتا ہوں کہ اس رزمگاہ میں آپ کے قدموں میں سردوں اور اس آسمان کے سامنے اپنے چہرہ کو خون میں ٹلوں۔ جو آج کے دن آپ پر جان فدا نہیں کرے گا وہ اللہ سے کیا وفاداری کرے گا؟

یہ کہہ کر اس نے چہرے پہ خون کے آنسو رواں کیے اور شاہ کی طرف بہت محبت سے دیکھا اپنے بازو سے ایک خط کھولا اور جوش کے ساتھ شاہ کو دیا کہ میرے والد کی ایک



یادگار ہے اور اس دشت میں میری غمگسار ہے۔ شاہ نے جب اُس خط کو دیکھا جو کچھ اُس سے سنا تھا خط میں لکھا دیکھا، کئی مرتبہ چوما اور آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے گریہ کیا، آنکھوں سے لگایا، خط کو سر پہ رکھا بھائی کا خط جب بھائی نے دیکھا۔ بھائی کے بیٹے کی طرف محبت سے دیکھا، آگے بڑھے، جوش و خروش کے ساتھ زمین پہ گر پڑے اور ہوش نہ رہا ہوش آیا تو گریہ کرنا شروع کیا اُس دل آرام یعنی قاسم کو سینے سے لگایا اور کہا کہ اے قرارِ قلب تو نے اپنے پدر کو اس خط کے ذریعے اپنا گواہ بنایا ہے۔ اللہ کے نزدیک میں کیا عذر خواہی کروں گا، بھائی نے اگر تجھ سے اس طرح وصیت کی ہے تو مجھ سے بھی تیرے بارے میں یہی گفتگو کی ہے۔ تھر تھراتے ہوئے ہونٹ اور چہرے پہ زردی تھی اور اس وقت ایک گرم آواز کے ساتھ مجھ سے یہ کہا تھا اگر میرا بیٹا راضی ہو تو اس لڑکی کے ساتھ جو خیر النساء کی ہم نام ہے شادی کر دینا۔

افسوس کہ زمانے کی بے مہری کے سبب میری امید کا شجر بار آور نہ ہو سکا۔ افسوس یہ آرزو دل ہی میں رہ گئی اور میری آواز منزل تک نہ پہنچ سکی۔

میرے کانوں میں ابھی تک اُن کی آواز ہے میرے کانوں میں وہی راز ہے۔ میں ان کے عہد یا فرمان کو پورا کروں گا تیرے عقد میں اپنی دختر کو لاؤں گا یہ کہہ کر گریہ کیا اور اُس کا ہاتھ پکڑا زمانہ اس کام سے سشد رہ گیا۔

اور اُس کے ساتھ خیمہ کی جانب روانہ ہوئے غریفوں سے خورشید اور چاند متوجہ ہو گئے، خرامان خرامان اُس کا ہاتھ پکڑے خیمہ میں داخل ہوئے اور اپنی مسند پہ آ کے بیٹھے تمام بیبیاں دیکھ کر آہ و زاری کرنے لگیں اور اس طرح قریب آ گئیں جیسے چاند کے گرد ہالہ سب کے دل سو گوار اور پُر خون تھے سب کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے، شاہ نے اُن سے ایک عجیب گفتار کی اور پھر اپنی بہن کی طرف پُر نرم آنکھوں سے دیکھا دیدہ تر



سے خونِ دل بنے لگا اور پھر شاہ نے وہ خط اپنی بہن کو دکھایا۔ بہن سے بھائی نے تمام راز بتایا خط اور داستان کہہ کر سنایا۔ کیا گزری زینبؑ پر جب اُس نے خط کو دیکھا اور اس خط پر بھائی کی مہر بھی دیکھی اس مہر کو اپنے چہرے سے ملنے لگیں ایسی پُر درد آواز سے روئیں کہ آسمان بھی رونے لگا اور اُس کے بعد شاہ نے بہن سے کہا، اس رزمگاہ میں بزم سجاؤ۔ اشکوں کے موتی کو اس بزم کی زینت بناؤ، یہ عجیب محفل تھی کہ کوئی مجلس آرا نہ تھا، کوئی صدا لگانے والا نہ تھا۔ مگر اس مجلس کو خدائے جلیل سجانے والا تھا اور اس بزم کا صدا لگانے والا جبریل تھا۔

دشت گریاں میں جب وہ عقد بندھا تو دو گیتی کے ملاپ میں زلزلہ سا ہوا۔ اس عقد کا گواہ خود جان آفرین بنا۔ نو پسندہ عہد روز الست نے اس عہد پُر خون دل سے نقش بنادیا۔

### حضرت فاطمہؑ کبرا کا حضرت قاسمؑ کے ساتھ عقد کا بیان

درد بھرے قلب اور محبت سے شاہ نے اپنی بہن کی جانب نگاہ کی اور کہا کہ یہ جشن زمانے میں یادگار رہے گا۔ زمانے نے ایسا جشن کبھی نہیں دیکھا ہوگا اس جشن سے دنیا کی آنکھیں پُر نم ہوگی اور اس سے دنیا پُر از ماتم ہوگی۔

دو گیتی اس بزم پر گریاں ہے، مچھلی سے ماہ تک سب نواخوان ہیں میکائیل نے اس غم سے اپنے پر نیچے کر لیے اور قضا و قدر سے خروش میں آ گیا ہے۔

.... یہاں سے ساقی نامہ کا آغاز ہے....

حضرت ابی عبد اللہؑ سے امداد کا مبارزہ کرنا:

اس بزم سے اب اُس رزمگاہ کا آغاز کرا ایک نئی زبان سے آغاز کر، شاہ خیمے کے در پہ ٹھہرے تھے کہ سپاہ مخالف کا بادل خروش کرتا آگے بڑھا سواران ہر طرف سے حملہ آور



تھے دشمنی کی کمائیں تائیں ہوئے تھے، سپاہ کی گرد اور سواروں کی آوازوں سے چاند اور سورج بادلوں میں چھپ گئے، ہر طرف سے دیو صفت آگے بڑھے شاہ سے جنگ کرنے میں سخت گوش ہوئے کمائوں میں تیر لگائے جانے لگے۔ پیکان تیر سے نوک خدنگ سے آسمان رنگ رنگ نظر آنے لگا، سنائیں خیموں کی طرف راست تھیں اُس کی آواز آسمان تک جاتی تھی۔ ظلم کا بازار تھا کہ اُس دشت میں قیامت برپا تھی کارزار میں ہر طرف درندے نظر آتے تھے جو داماد کے خون کے لیے تیار تھے، ہر طرف سے عدو مکند اُٹھائے ہوئے تھے، دیو تھے جو ہر طرف کمان کھینچے ہوئے تھے شاہ دوران کے خلاف زمانہ سرا اُٹھائے تھا شاہ نے حسرت سے نگاہ کی اس بزم سے اُس رزمگاہ کی طرف داماد کے لیے، کسی کارنگ زرد تھا کوئی کہتا تھا عروس (قید) ہو جائے گی کوئی ماتم میں اپنے بال کھولے تھا کوئی غم کی شدت سے اپنے کو پیٹتا تھا کوئی رور و کرہ لکان ہوتا تھا کوئی اپنے منہ پر خاک ملتا تھا کوئی اس وقت غم کی باتیں کرتا تھا کہ اچانک سواران نازل ہو گئے۔

شاہ کے خیمے کی جانب تیغ تانے ہوئے عرب قوم کے درندے پہلوان، لبوں پر جن کے ہل من مبارز کی صدا تھی کہ اے پاک فرزند شیر خدا اگر کوئی نہیں ہے خود مقابلہ کے لیے آئیے صدائیں دیتے تھے اے سبطِ خیر البشر میدان کی جانب کیوں نہیں آتے ہیں۔ کیا دیکھا کہ قاسم وہاں سے برآمد ہوئے۔ ہاتھوں کو ہلاتے ہوئے اور پاؤں رعب سے زمین پر رکھے شاہ کے سامنے ادب سے کھڑے ہوئے اور یوں لب کشا ہوئے، شاہ عرب سے طلبگار جہاد ہوئے، شاہ نے روتے ہوئے کہا اے کا مجھ کو تمھاری مراد پوری ہونے کو ہے، داماد نے جب سنا زمین کو بوسہ دیا اور کہا میری جان پاک آپ پر قربان۔

اس رزمگاہ میں اب میرا جینا تنگ ہو گیا ہے، اور مجھ پر جنگ کرنا فرض ہو گیا ہے



ہنگامہ کارزار برپا ہو چکا ہے، اور میں اس لشکر بیکراں کو موت کا مزہ چکھاؤں گا۔

## حضرت قاسمؑ کا اپنے چچا کے پاس اذن جنگ کے لیے آنا

اے سلطان! ذرا اس رزم گاہ کا نظارہ کریں اس رزم کو زینت بخشیے دیکھئے گا میں اس فوج کے ساتھ کیا کرتا ہوں اعداء کے خون سے دشت کو گلگوں کروں گا ناموروں کے سر اتاروں گا، دیو خوبان کو گزند دوں گا شمشیر تیز سے اور نوک سنان سے اس فوج میں قیامت مچا دوں گا، شاہ نے جب اس کی گفتار سنی اُس کی طرف دیکھا اور آنسو جاری ہوئے اور کہا کہ اے یادگار حسن تجھ پر زمانہ ابد تک گریہ کرے گا، یہ کہا اور اُس کو زرہ پہنائی جہاں آفرین نے اُن دونوں کی تعریف کی رسول خدا کی زرہ اس کے زیب تن کی لہو بھری آنکھوں کے ساتھ اُس کو آراستہ کیا، اپنا خود اس کے سر پہ رکھا، آسمانی زیور اُس پر نثار کئے اس کے سلاح کو گھوڑے پر برابر کیا، اُس کو دیکھا اور زار زار گریہ کیا۔

دلھن کا خیمہ سے باہر آنا رخصت کے لیے (خدا حافظی)

ادھر رزم گاہ کی طرف حضرت قاسمؑ نے گھوڑے کو آگے بڑھایا دلھن کی آواز گریہ سے بزم گاہ کو بجنے لگی۔

دلھن جگہ سے کیا باہر آئی، آسمان پر اک قیامت مچ گئی، زمین و زمان میں سوگ ہونے لگا۔ چاند اور سورج خروشان و فغان میں مبتلا ہوئے اور جب دلھن، دولہا کی طرف بڑھی ماہ و مہر کا رنگ زرد پڑ گیا۔

دولہا کے قریب روتی ہوئی گئی، بال بکھرائے ہوئے اور چہرے پر نگاہ کرتے ہوئے کہا کاش میں بھی تیرے ہمسفر ہوتی، میری طرف کیوں نہیں دیکھتے۔

آنکھوں پہ پردہ کیوں ڈالے ہو مجھ سے آنکھیں کیوں چراتے ہو خدا را میری طرف اپنے چہرے کو کرو، میری ساری آرزوئیں تم سے ہیں۔



## بیرون آمدن عروس از خیمہ بمشایعت

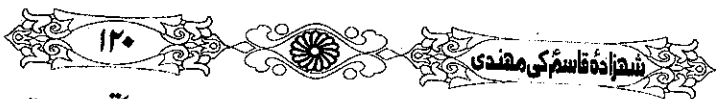
خدا کے لیے میری طرف رُخ کرو۔ کہ میں تیری آرزو لیے ہوئے ہوں، یہاں میرا اور تیرا ملن لکھا ہے۔ مت جاؤ، میری طرف دیکھو کہ کچھ دیر کے لیے فرصت ملی ہے۔

اس پردہ آبنوس میں تیری طرح دولہا اور میری طرح کی دلہن دنیا نے نہ دیکھی ہوگی مجھے نہیں معلوم کہ تو کب (دوبارہ) ملے گا مجھ سے اس طرح کیوں منہ موڑے ہے؟ افسوس کہ کتنے ہی ماہ و سال سے تیری راہ تک رہی ہوں شب بھر آگئی، مگر روز وصال سے محروم ہوں، میں رات اور دن فراق کے غم میں روتی ہوں، شب بھر میں روز فراق میں، بس اب رونا ہی رونا ہے، اس جگہ تیرے بغیر میں اسیر ہو جاؤں گی۔

ستمگاریوں کے ہاتھوں گرفتار ہو جاؤں گی، خدا کے لیے میری تنہائی پر نظر کر دل زار تیرا شیدا ہے۔

کہا اس چرخ کہن کی گردش نے کہ دلہن کو قیدی دیکھا ہوگا، میرے ساتھ عہد و پیمان کو تو نے نجانے کیا دیکھا کہ توڑ دیا۔ میں تجھ سے (رشتے) جڑنے پر سرفراز (سرخرو) ہوئی ہوں میرا دل تجھ سے ملنے سے خوشحال ہے، خدا کے لیے، خدا کے لیے اے میرے راہبر مجھے اس راہ میں اپنے ساتھ لے چل، تیرے راستے میں آنے والی سنانوں کے لیے اپنے جسم کو سپر بناؤں گی، تیرے گھوڑے کے سُم سے میرا سر گھستا چلا جائے میرا پیکر تیرے نتراک کی زینت بن جائے۔ اگر کوئی تیری طرف تیرا مارے تو پہلے میرے جگر کو نشانہ بنائے۔

یہ کہتے کہتے اپنا سر اُس کے قدموں پر رکھ دیا تڑپتی رہی اور خاک کو اپنے منہ پر ملتی رہی، اے میرے فریادرس، میری تنہائی کے ساتھی اس بیکسی میں میرے ساتھ رہ، دولہا



نے جب اُس کی گفتار سُنی تڑپ گیا اور کہا کہ ”دانا یزداں (اللہ) تجھے اپنے مقصد میں کامیاب کرے تو سرانجام اپنی نیکی کو پائے۔“

آؤ تمہیں اب مژدہ سُنا کر خوش کروں، کہ یہ ابھی جو قیامت برپا ہے۔ (گویا کچھ دیر کے لیے ہے)، تیری نشست تو پروردگار کے قرب میں ہے، جہاں آفرین تیرا جملہ سجانے والوں میں سے ہے۔

وہاں میں تجھ سے اپنی مراد پاؤں گا اور وہاں تو مجھ سے آرام پائے گی، اس دن کے لیے روزِ ازل سے تیار کیا تھیں کہ لم یزل نے بزمِ جہاں کو اسی دن کے لیے سجایا تھا تو اس بزم کو دو جہاں سے کم مت سمجھ مرتبے میں کہ اسی بزم کے لیے جہاں کی بزم بنی ہے، اس بزمِ گاہ میں ملائک سر جھکائے کھڑے ہیں تمام خلایق کی نظریں اس طرف ہیں، آج سے روزِ شمار (قیامت تک) یہ بزمِ زمانے میں قائم رہے گی گویا زندہ رہے گی، باقی رہے گی، اس طرح کا نیا دنیا دولہا اور تیری طرح کی نئی دلہن اس بزم میں خاکبوس ہو جائیں گے اگر آج کا دن زمانے میں نمودار نہ ہوتا تو جہاں میں سکون و قرار نہ ہوتا، خلد بریں کی زینت ہونے پر میں شاد ہوں، ایک زمانہ شاد ہوگا میری شادی سے۔ اگر اس دنیا میں یہ شادی نہ ہوئی تو اس دنیا کا کوئی ٹھکانہ کوئی مقدر نہیں ہوگا۔

زمانے بھر کے گناہ گار اسی جملہ کے نیاز مند ہونگے اے کبریٰ دیکھنا تیرا جملہ عروسی مہینوں اور سال کے اندر اندر دنیا کے لوگوں کے لیے قیامت تک سجدہ گاہ قرار پائے گا، ملوک اور ملائک اپنی حاجتوں کے لیے اسی خاک پر اپنی جبینِ نیاز جھکائیں گے، جو اس جملہ گاہ پر روئے اور زلئے وہ عذرو گناہ سے نجات پائیں گے گناہ سے نیکی کی طرف مائل ہو جائیں گے دوزخ سے بہشت کی جانب چلے جائیں گے۔ دوسو کعبے ہر روز اس جملہ گاہ کا طواف کرتے ہیں۔ اس جملہ گاہ میں جبریل کا دل دھڑکتا ہے اور اس کی خاک



کو ایک نِجّت سمجھتا ہے اس کی زیارت کو فلک زمین پر آجاتا ہے اس جملہ گاہ کو ملائک اپنی سجدہ گاہ سمجھتے ہیں اسی بزم کی وجہ سے بزم جہاں گزرا ہے۔

قدسیوں کا دل اسی کی صدا سے روشن ہے، اس جملہ گاہ میں اگرچہ غم و خوشی ساتھ ساتھ ہیں ایک جہاں اس شادی کی تقریب میں شریک ہے تمہیں معلوم ہے خدا نے ہمارے جملہ گاہ کو کیا رتبہ دیا ہے وہ خود ہمارے جملہ کا پردہ اٹھائے گا۔

خدا خود اپنی رونمائی کرتا ہے رحمت خدا کا رخ ہماری طرف ہے، خیر النسا نے تجھے زیور پہنائے ہیں اور نبیؐ نے تاج عزت تیرے سر پہ رکھا ہے، بیدادوری مشک بیزی کرتا رہے یعنی دست خدا (حضرت علیؓ) ہمیں خوشبوئیں لگاتا ہے۔

### ذکر وصیت حضرت قاسمؓ بافاطمہ کبر انو عروس

مریم کے جیسی رُتبے والی کنیزی کرتی ہیں، اب تم دل کو وسوسوں سے آزاد کرو اور اس رزم اور اس بزم سے دلشاد ہو جاؤ، ایک اور راز تم پہ آشکار کروں کہ جس کو میں اور میرا خدا جانتا ہے۔

جان لو کہ میرے بعد جب تم دنیا کو دیکھو تو کبھی یہ نہ کہنا میں نامراد کیوں ہو گئی، جب میں مارا جاؤں گا اس کے بعد تم قید ہو جاؤ گی یہ چرخ پیر کیا رنگ دکھائے گا۔

خوتی تمہارے ہاتھوں کو باندھ دے گا اور پھوپھی کو اور تمہیں ایک ہی رسی میں باندھے گا تم شمر کے طمانچوں سے لہو لہان ہو جاؤ گی، تمہارے کانوں سے شمر گوشارے نوح لے گا اور جب جملہ گاہ کی جانب سپاہ آئے حوادث کی ہوا اُس طرف ہو گی عدو نیزے سے تمہارے زیور اُتارے گا اور دشمن دین تمہارے سر سے چادر چھین لے گا، تمہارے شانوں کو شان سے زخمی کر دے گا، حصین کی کمند ہو گی اور تمہارے بازو ہونگے جملہ گاہ سے تم کو بے درنگ نکالیں گے شامی اور کوئی فوج تم کو اسیر کریں گے تم بھی رسولؐ



انام کے اہل بیت کے ساتھ سوئے شام جاؤ گی، تو راہ میں اپنے ساتھ مجھے پاؤ گی میرا  
 سر سنان پہ بلند دیکھو گی، یہاں اس وقت ایک جشن برپا ہو رہا ہے مگر ایک ہمارا عیش  
 قیامت کی زینت ہوگا (یعنی) جب انصاف کے لیے اللہ کے پاس شفاعت کے لیے تم  
 زہرا کے ساتھ آؤ گی۔ بس تم اس جگہ گاہ میں منتظر رہنا میں میدان سے تھوڑی دیر میں  
 تمہارے پاس آؤں گا، میرا سر بے جسم اپنی آغوش میں لینا اور تن بے سر کو اپنی آغوش  
 میں لینا، میرے زخموں کا مرہم تمہارا دیدار ہوگا میرا خون تمہارے بالوں کی مہندی ہوگا،  
 اس جگہ گاہ میں تمہیں دیکھوں گا، تمہارے چہرے پہ ایک حسرت کئی نگاہ کس طرح تم  
 میرے جسم کو اپنی آغوش میں لو گی میرا جسم تو تیرا اور خدنگ سے بھرا ہوگا، اور اس وقت  
 جب تم اپنا رخسار میرے چہرے پہ رکھو گی میں یہ آرزو کب سے رکھتا ہوں میرے خون  
 سے تمہارا سر اور چہرہ گلگون ہو جائے گا، گلگون قبا دو لہا کے خون کو دیکھو گی میری جدائی  
 میں تم گریبان اور دل چاک کرو گی، اپنے رخسار سے میرا چہرہ، خون صاف کرو گی،  
 اپنے چہرے اور بالوں کو پریشان نہ کرو میرے پیام کو سمجھو اے گرامی قدر میری زبان  
 تمہاری زبان سے بات کرے گی میری آواز کے ساتھ مسکراؤ کہ میں تم پر جان و دل  
 سے فدا ہوں، تمہارے قدموں پر دونوں جہاں نثار کر دوں، اگر میرے جسم میں ہزار بار  
 جان آئے وہ میں تمہیں ہدیہ کروں گا۔

کتنا اچھا ہے کہ میں اپنی جان تم پر قربان کروں وہ وقت کتنا اچھا ہے تمہارے  
 قدموں پر سر رکھوں لیکن ہائے یہ وقت کہ ہدیہ سے نخل ہوں میرا چہرہ اسی سبب سے  
 منفعل ہے، وہ خون کتنا اچھا ہے کہ تمہارے قدموں پر ہے کتنا اچھا وہ جسم ہے کہ تمہاری  
 خاطر جان دے دے، کیا شاہ کی مصیبت کے بارے میں کیا کہتی ہو بس اُن کی طرف  
 مسکرا کر دیکھنا۔



## پیام دادن قاسم بعروس از جہت غم خود

اپنے والد (حسینؑ) کی طرف دیکھو اور نظروں کو پُر نور بناؤ بس اب میرا ماتم ان کے سامنے نہ کرنا۔ اور وہ وقت کہ جان ہتھیلی پہ رکھ کر صفوں کو چیرتا ہوا آگے بڑھوں گا تمہارے چہرے کے سوا کوئی چہرہ نہ ہوگا، تمہاری راہ کے علاوہ اور کوئی راستہ نہ ہوگا، تو مجھے اس وقت صدادے کر بلانا، وہ راز پنہاں مجھے بتانا، اور جب میں کارزار سے کشتہ لوٹوں اپنا سر تیرے قدموں پہ فدا کروں گا، اپنے جسم کو تیرے قدموں پر ہدیہ کروں گا، تیری سجاوٹ کے واسطے میرا جسم ہوگا، اور تیرے لیے میری طرف سے یہ ایک کمترین تحفہ ہوگا۔ یہ تیرے لیے زیبائی کا ایک نقش ہوگا قیامت تک دنیا میں میری صرف یہی آرزو ہے کہ پھول کی مانند میرا سر تمہارے ہاتھوں میں رہے، میری آرزو پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے، میرا مقصد پروردگار جلد پورا کرے گا، میری طرف خون بھری آنکھوں سے کیوں دیکھتی ہو خدا تم کو تسلی عطا فرمائے۔

ارے ان ہی روتی ہوئی آنکھوں سے ہنس دو کہ یزدان کو تمہاری یہی ادالپند ہے، جانان سے جان کی راز و نیاز کی باتیں ہوئیں اسی بزم گاہ میں روئے نیاز سے، دولہا کی آواز دلہن کے کان میں کہ رزم گاہ سے ایک بانگ کوس اٹھی، دشمن کی فوج باواز بلند، ہل من مبارز کی صدا لگا رہی تھی۔

## مبارز خواستن اشقیا و زاری عروس

اس آواز سے شہزادہ قاسم کو غیرت آئی، اپنی جگہ سے اٹھا سلاح جنگ کے ساتھ بزم گاہ سے رزم گاہ کی جانب چلنا شروع کیا چاند اور سورج کی مفلوں میں آہ و فریاد شروع ہوئی دولہا و دلہن کے پہلو سے کیا اٹھا، چاند اور سورج نے رونا شروع کر دیا،



دلہن کی آنکھوں سے اشکِ غم رواں ہوئے دولہا کے پیچھے پیچھے دوڑتی چلی آئی، آنکھیں دریا بہا رہی تھیں گویا ایک نیا گریہ ایجاد کر رہی تھیں کہتی جاتی تھی کہ اے میری امید! اے جانِ دل میرا پہلو چھوڑ کر کیوں جاتے ہو۔ میرا پہلو خالی کرتے ہو؟

تمہاری جدائی کا غم آج سے دل میں رہے گا، وعدہ وصل توڑ کر جا رہے ہو قیامت تک کے لیے میں آج تمہیں کیسے دیکھوں! تمہارے جیسا میں کہاں پاؤں گی، میں قیامت تک تمہارا انتظار کروں گی، کیا تم اس کو آسان سمجھتے ہو۔ نہیں ہرگز نہیں یہ آسان نہیں میں شبِ ہجر کا شمار کروں گی۔ تمہاری جدائی کا غم دل پہ نقش ہو گیا ہے، کہ ابھی شادی تھی اور اب!

تم میرا پہلو چھوڑ کے جا رہے ہو اور مجھے قیامت تک انتظار کرنے کو کہہ رہے ہو، میرے دل ناصبور کا کیا علاج ہے کہ ہجر قریب ہے وصل دور ہے، دولہا نے جب دلہن کی آہ وزاری سنی تو کہا اس کا چہرہ فرطِ غم سے پیلا پڑ گیا تھا، اس کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ نکلے اس کی تسکین کے لیے اس نے اپنی آستین (بانہیں) پھیلا دی، اُس نے اپنی بانہیں کیا پھیلائیں، ایک روحانیت کا منظر سامنے آ گیا، کوئی بید بیضا نظر آ گیا، اور کلیم نے جو کچھ طور سینا پہ دیکھا تھا، اس آستین سے دیکھنے والی آنکھوں نے دیکھا، یہ ہر طرح سے دستِ بید بیضا نظر آتا تھا، اور پھر دو ہونٹ کچھ کہتے ہوئے نظر آئے کہ جہاں آفرین کے نزدیک میرا رتبہ پہچانو، اس بازو اور اس آستین سے محشر میں جب اس آستین کے ساتھ اٹھایا جاؤں گا زمین اور آسمان اس کے ساتھ ہوں گے۔

فاطمہ کبریٰ نے جب اس آستین کے اندر دیکھا کچھ کہہ نہ سکی کہ کیا دیکھا، کردگار کے چھپے ہوئے راز اس آستین میں آشکار دیکھے روز ازل سے قیامت تک جو کچھ ہونا تھا وہ اس آستین میں دیکھا اس کے ہر تار سے نوائے پروردگی آواز تھی، اس کے ہر پور سے



ایک سچا غم نکل رہا تھا، میں نہیں جانتی میں نے کیا کیا دیکھا، کہ بنیودتھی لگتا تھا دل سے جان جدا ہوگئی ہے، میرا دل اب دولہا کے جانے سے خورسند تھا، کیونکہ دولہا نے اپنی دلپسند گفتار سے میرے دل کو آگاہ کر دیا تھا، پس پھر وہ چاند خیمہ گاہ سے۔ آورد گاہ میں خراماں خراماں چلا تو ایسا کہ گویا وہ داوری کرنے چلا تھا، پیغمبری خیمے سے ایک پیامبر چلا، آسمان نے دست اندیشہ سکیڑ لیے، اور فلک افسر نے غم کے مارے اپنا سر پیٹ لیا اور جب خیمہ سے رایت برآمد ہوا چاند اور سورج کی طرح اور وہ آفتاب اُس فہم سے برآمد ہوا کہ پردہ نوجواب کی آنکھ کا نور ہو گیا۔

جسم درع پیغمبری سے زیبا تھا اور اس درع سے حیدری شان نمایاں تھی، وہ نہاد میں محمدؐ اور صورت میں علیؑ اعتقاد میں حسنؑ اور شوکت میں حسینؑ، خراماں خراماں خیمہ گاہ سے باہر آیا، تو ایسا لگا ایک چاند برآمد ہوا۔ سارا لشکر کوفہ حیران تھا اور اس شکل و شامل کا ثنا خوان ہوا جاتا تھا، ایک حیران ہوتا، دوسرا دانتوں سے لب دبا لیتا اور ایک کے آنسو اس کے غم میں زخم کو چیر دیتے، پورے لشکر میں ایک کہرام مچ گیا، ابلیس صفت اور دیو شکل بلبل اُٹھے اور عمر سعد پہ جا کے پل پڑے، اپنے گرز اور شمشیریں پھینک دیں اس کے سامنے اور اونچی آواز میں کہنے لگے کہ تجھے اس خراب کام سے شرم نہیں آتی، ذرا اس نوجوان پر نگاہ کر کہ جس کے دیکھنے سے دل کو سرور ملتا ہے۔ اس کے رخسار سے یہ دشت منور ہو گیا ہے، چہرہ ایسا روشن ہے جیسے شب تیرہ میں آفتاب روشن ہو، ایسا لگتا ہے کہ پیغمبری شرق سے کوئی سورج طلوع ہوا ہے اور اس اُس آب و تاب سے خسرو خاور (سورج) خیرہ ہو گیا ہے، آسمانِ جلال پہ ایک چاند چمک رہا ہے خیال کا لشکر سرا سیمہ ہے، اُس طرف کے لشکر سے کوئی دلیر آیا ہے، کہ جیسے پیشے سے شیرزآیا ہو، اس کو دیکھنے کی کس کو تاب ہے، اس سے لڑنے کی کس میں طاقت ہے، دو گیتی کا اپنے



بالوں سے مقابلہ کرتا ہے، یہ چاند سورج اس کے چہرے کا ایک عکس ہیں، اے کینہ ور (عمر سعد) تو یہ کیا کرتا ہے۔ شاید چشم بینش نہیں ہے۔

چشم خرد سے اس کی طرف ذرا دیکھ، جہان آفرین اس کی طرف نظر آتا ہے، تو اس کی طرف تیر چلانے کی بات کرتا ہے اور خدنگ پھینکنے کی بات کرتا ہے، جو اُس پر خدنگ پھینکنے گا وہ نمرود کا ساتھی ہوگا، خداوند کی محبت سے محروم ہو جائے گا، اے ناپسند! اُس کے بازو بریدہ ہونگے، جو اُس پر تیغ چلانے کے لیے اپنے بازو بلند کرے گا عمر سعد نے جب اپنے لشکر کے باتیں سنیں سر جھکا لیا اور کوئی جواب نہ دیا، لیکن چہرے سے لگتا تھا کہ پریشان ہو گیا ہے، آنکھوں میں غصے سے خون بھر گیا اور دل میں درد تھا اور جب شہزادہ رزمگاہ کی جانب چلا ایک چاند عیاں ہو گیا دشت میں اور پھر اُس نے یزدان کے نام سے اپنے کلام کا آغاز کیا یزدان کے نام سے اہرمن نے فرار کیا، دشت اس کے نور سے منور ہو گیا، اس کا نور کیا تھا گویا خداوند کا نور تھا، اور جب لشکروالوں نے شہزادہ قاسم کو دیکھا سب کی نظریں اُس پر گڑ گئیں، لشکروالوں نے نصیحت کی عمر سعد کو سعد کے بیٹے کو بد نشان سے کہا کہ تو اپنی قسمت کو کیوں خراب کرتا ہے، تیرے جیسا سالار کسی لشکر کا نہ ہوگا، کسی نے بھی تیری طرح اس دنیا میں فرزندِ پیغمبر سے جنگ کی ہے؟، انھوں نے ہر طرح کی نصیحتیں اُس کو کیں لیکن اُس شفیق پر کسی نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوا عمر سعد لرز اٹھا اور اپنے نزدیک بلانے لگا اُس نو جوان کو جو اُس کے لیے جان کی مصیبت ہوا تھا وہ نو جوان دلیر، ہنرمند اور فرزانہ تھا رزم اور پیکار میں مردانگی رکھتا تھا اُس نو جوان سے عمر سعد نے کہا اپنی نسل اور نام کے بارے میں ہمیں بتاؤ، یہ سن کر نو جوان اپنی جگہ سے آگے بڑھا بہت نمایاں مقام تھا قدم مضبوط تھے، تازی فوج بھی آگے بڑھی اور نو جوان کے گرد حلقہ تنگ کر دیا نو جوان ایسا تھا جیسے سورج آدھا بادلوں



میں چھپا ہوا، شوکتِ احمری اُس سے ہویدا تھی، سطوتِ حیدری داور دادگر کا جلال نمایاں تھا، اتنی شان و شوکت کے ساتھ وہ میدان میں آیا تھا، عمر سعد نے ہراساں ہراساں انداز میں کہا کہ اے نوجوان گرامی نژاد، تیری ہیبت اور محبت سے دل لرز رہے ہیں، نہ اب پیغمبرؐ ہیں اور نہ نور پیغمبریؐ ہے، نہ تو حیدر ہیں اور نہ سطوتِ حیدری ہے، اس رزمگاہ میں کیوں آیا ہے؟ اور وہ بھی بے سپاہ! نہ تو نوح ہے کہ جو رستم کے سمندر میں جس کی کشتی طوفانِ غم میں غرق ہوئی تو چہرے مہرے سے شریف زادہ نظر آتا ہے تیرے دست و بازو سے نمایاں ہے، خدا کے لیے اپنا نام بتاؤ، آغاز سے انجام تک کا احوال بتاؤ،

### حضرت قاسمؑ کے اوصاف اور دشمن کی فوج پر اثر ہونا

شہزادے قاسمؑ نے جب عمر سعد کی گفتار سُنی جواب دینے کے لیے اُس کی طرف مخاطب ہوئے میں پیغمبرؐ نہیں ہوں بلکہ سبطِ پیغمبرؐ ہوں۔ میں حیدرؑ نہیں بلکہ ابنِ حیدرؑ کا نورِ نظر ہوں ذوالنہن کے گلشن کا ایک پھول ہوں، میں باغِ حسنؑ کا نوخیز سرو ہوں، میں باغِ نبوت کا ایک نو بہال ہوں، میں حیدرؑ کی طرح نہیں ہوں لیکن، اُسی شجاعت کا پر تو ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ خیر البشر نے میرے والد اور چچا کے بارے میں کیا عمدہ باتیں کی ہیں میں بھی اُسی سے فروغ پایا ہوا ہوں، اور رسولؐ کی حدیثِ دروغ نہیں ہوتی، خدا اور رسولؐ خدا کے نزدیک کوئی ہمارے جیسا پسندیدہ نہیں ہے، ہم خدائے جلیل کے پسندیدہ ہیں جبریل ہمارا پرستار ہے، ہمارے لیے آیہ نور نازل ہوئی کیا ہم اہل بیتؑ رسولؐ سے نہیں ہیں ہمارا ہی نور آسمان کی زینت ہے یہ زمین و زمان اسی سے روشن ہیں میں دُرُجِ پیغمبریؐ کا گوہر ہوں میں گلشنِ حیدری کی ایک کلی ہوں، ہمارا ہی ذکر کرو بیاں کرتے ہیں ہمارے ہی دم آشکار ہوا یہ کہا اور آنکھوں سے اشک رواں ہوئے کہ سبطِ پیغمبرؐ جنگ نہیں چاہتے میں ہی سید المرسلین کی نشانی ہوں میں ہی نبوت کی

انگوٹھی کا نگین ہوں، ہماری محبت کو واجب قرار دیا گیا، ہم ہی وہ ہیں جنہوں نے روز ازل خدا کو پہچانا آج اس دشت میں دشمنوں میں گھرے ہیں خدا کی فوج سے ناری لڑنے آئے ہیں، اور اپنے دل میں رکھتے ہیں دشمنی اور کینہ گویا جہان آفرین سے جنگ کرنے آئے ہیں۔

ابن سعد کا ایک قاصد بھیجنا اور قاصد کا حضرت قاسم سے مکالمہ

ایک نوجوان نے جب شہزادہ قاسم کی گفتار سنی تو اس کے بدن میں لرزہ طاری ہوا اپنے گھوڑے سے اترا وہاں کی خاک کو بوسہ دیا اور کہا کہ میں اپنی جان آپ پر قربان کروں آپ کی دشمن دنیا خوار ہوگی اللہ کی لعنت ہو اس پر کوئی کسی پر اس طرح مصیبت نہیں کرتا جس طرح یہ آپ پر ظلم و ستم کرتے ہیں، اللہ کی منتخب جماعت پر دنیا نے اس طرح کا لشکر نہیں دیکھا، حضرت سے میری ایک التماس ہے کہ اس رزم اور اس بزم سے مجھے ہر اس آتا ہے جب محشر میں میرا جیسا رویہ آئے تو آپ یزدان سے میری بخشش کرائیے گا۔ یہ کہہ کر خاک پر گر پڑا شہزادہ قاسم کے گھوڑے کے سموں کو بوسہ دیا آنکھوں سے ابر بہاراں کی طرح آنسو بہنے لگے، کہ جو بھی آپ سے لڑنے کے ارادہ سے آئے گا وہ خدا کی نظروں میں ناشاختہ ہو جائے گا، میں آج سے آپ کے حکم کا بندہ ہوں، آپ کے حکم اور پرچم کے نیچے ہوں، آپ اب جو حکم دیں میں وہ کروں گا، آپ کے حکم پر اپنی جان قربان کروں گا، شہزادہ قاسم نے اُس کی باتیں قبول کیں کہ روز جزا تو ہمارے ساتھ ہوگا اور فرمایا کہ اس رزم گاہ سے لوٹ جا کفر کے لشکر سے راہ پیمائی اختیار کر اور یہاں سے اپنے شہر روانہ ہو جا، جو بھی دشمن کے لشکر کے ساتھ ہوگا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ وہ نوجوان شہزادہ کے حکم کے مطابق وہاں سے روانہ ہو گیا، عمر سعد کے پاس سو گوار دل کے ساتھ گیا اور اُس نابکار کو سمجھانے لگا کہ۔



## قاصد کا نام ہونا اور عمر سعد کو باتیں بتانا

تو اُس سے جنگ کرنے چلا ہے جو ماہتاب کی طرح خراماں خراماں ہے اُس کے چہرے سے چاند اور سورج روشنی پاتے ہیں۔

اُس نے جنگ کرنے پر کمر باندھ لی ہے۔ اس پر آسمانی طاقت نظر آتی ہے، خدائی طاقت اس پہ ہویدا ہے ایسا لگتا ہے جیسے بدر کے میدان میں نبی، پیغمبروں والا جنگی لباس اس کے جسم پر ہے اور سر پہ حیدری مغفر ہے، اُس کی تلوار میں درودشت کا فلولاد جمع ہے، اس کے گرز میں پورے جہان کا لوہا جمع ہے، زرہ اور بکتر پہنے ہوئے ہے، اور اس کے جوشن میں یزدان کا نور پوشیدہ ہے، ایسا لگتا ہے کہ محمدؐ رُفرف پہ سوار ہو کر میدان کا رزار کی طرف آرہے ہوں۔ یا جیسے شیر خدا دوبارہ زندہ ہو گئے ہوں اور آسمان ان کی شمشیر کے سامنے ایک غلام ہو۔ اس کی باتیں سن کر لشکر کے پہلوان ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے لشکر کے بڑے سردار دل خلیب ہو گئے اور ان کے بدن میں گویا ایک خوف سما گیا، نوجوان کی باتوں سے وہ پسپا ہو گئے گویا ان کے پاؤں اکھڑ گئے، کسی کی بھی میدان کی جانب جانے کی ہمت نہ تھی سب اپنے شہر و یوم کی طرف فرار ہونے لگے، لشکر کفار کے نام آور سردار خوف کھانے لگے، شہزادے سے جنگ کرنے پہ ہراساں نظر آنے لگے ناموروں کے ہاتھ سے کمندیں چھوٹ گئیں سواروں کے ہاتھوں سے عنائیں چھوٹ گئیں کوئی پہلوان اور دلیر کارزار سے بھاگنے لگے لشکر کے سالار کو غیرت آئی عمر سعد نے اپنے لشکر کی جانب قہر بھری نظروں سے دیکھا،

## حضرت قاسمؑ کا مبارز چاہنا

اس کے دیکھنے سے سب کی نظریں جھک گئیں، اُس نے سواروں کی صفوں کو صحیح کیا



اور ایک تیر کے ذریعے اُن کو راستہ دکھایا، فرزندِ شاہ نے جب ان کو سرا سیمہ دیکھا تو تقریر کرنا شروع کیا اور عنان کو کھینچ لیا، اے قوم بدر روز گار تم نے کام وہ کیا ہے کہ شرم کا باعث ہے، تم کو خدا سے شرم نہیں ہے کہ فوجِ خدا سے جنگ کرنے آئے ہو، تیغ و سنان تم کس پر کھینچے ہوئے ہو خدا کو کیا منہ دکھاؤ گے تمہیں معلوم ہے کہ تمہارا رہبر کون ہے؟

وہ خلقِ خدا میں اس وقت پیغمبر کی مانند ہے اور اُسی کی طرف تیغِ بیداد تیز کیئے بیٹھے ہو، اب میں تم سے جو پوچھوں بتاؤ گے؟ بالکل سچ بتانا جو میں پوچھوں؟ معراج پہ نبیؐ کے ساتھ کون تھا؟ محرم کے نزدیک خلوت گاہ میں کون تھا، کس کے ہاتھوں سے کفر کو شکست ہوئی؟ اسلام سے کس نے پیان باندھا؟ کون ہے جس کے قدم خیر البشر کے دوش پہ تھے کس کے ہاتھوں سے لات و وُڈ توڑے گئے؟ خدا نے کس کو دستِ خدا کہہ کے مخاطب کیا، کون ہے جو کعبہ میں پیدا ہوا، ملائک کی فوج نے کس کو سجدہ کیا تھا، بدر اور احد کی جنگ میں کون تھا جس نے کفر کو مٹایا، کس کے پاؤں تلے جسمِ ولید تھا، کون تھا جس نے جنگ میں شیبہ کو ختم کیا، شہرِ علم کا در کون ارجمند تھا؟ قلعہٴ خیبر کا دروازہ کس نے اُکھاڑا تھا؟ بدر و احد کی کارزار میں کس کی تلوار سے کافر خوار ہوئے تھے، زمینِ مکہ کے بڑے بڑے سرداروں کو کون تھا جس نے پشتِ زین سے بے سر کر دیا تھا، تم کو اپنے کردار پر شرم آنی چاہئے کہ آسمان بھی اپنی گردش پہ شرماتا ہے، دلیری، پہلوانی اور مردانگی، ہنرمندی، روزمندی اور فرزانگی میرے آبا و اجداد کی یادگار میں سے ہے، اور آج یہ سب میرے کام ہیں اور میں ورثہ دار (عہدہ دار) ہوں میں وہ ہوں جس کو ہمت و جرأت نے دودھ پلایا اور گہوارے ہی میں میرے ہاتھوں میں شمشیر دی میں ہی نبی کا گرامی پوتا ہوں میں ان کی جان ہوں وہ میری جان ہیں، میں وہ ہوں جب نیزہ اپنے ہاتھوں میں پکڑتا ہوں تو آسمان گردش کرنا بھول جاتا ہے، میں ہی سبطِ پیغمبر



ذوالمنن ہوں پہچان لو میں ہی شیرِ خدا کا شیر ہوں، جو بھی میدان میں میرے مقابل آئے گا اسے میدان ہی میں پتہ چل جائے گا۔ اس کی جان تن سے خواری میں نکلے گی، دوزخ میں اہرمن کے ساتھ ٹھکانہ ہوگا۔

رجز پڑھنا حضرت قاسمؑ کا لشکر کے روبرو

اور ازرق کا غضب ناک ہونا

شہزادہ کی تقریر سے لشکرِ کفر و کھن میں سراپسنگی پھیل گئی ایک بالچل بچ گئی، ناموروں کے دل غم کی تاب نہ لاسکے، دیو جیسے ظالم کی آنکھ سے بھی آنسو ڈھلک گئے کہ اس نوجوان نے جو باتیں کہی ہیں صحیح ہیں بالکل سچ اور حق ہے، ہم تو وہ ہیں یقیناً ہماری قسمت لگوں ہو گئی ہے، خدا کا قہر ہم پر بہت سخت ہوگا۔

کسی کو بھی سوئے رزم جانے کا یا رانہ تھا، ان سرکشوں کے دل دھڑکنا بھول گئے تھے اگرچہ وہ دیوار و دُتھے مگر سو گوار ہو چکے تھے کسی کو بولنے تک کی ہمت نہ تھی وہ جنگ کیا کرتے ان میں ایک دیو صفت اہل شام تھا حیلہ اور کینہ سے بھرا ہوا ازرق نام تھا، اہرمن کی طرح طاقت اور فن میں یکتا تھا، لیکن اہرمن بھی اس کی جنگ سے خوف کھاتا تھا غصہ میں غضبناک ہونے لگا، اور عمر سعد کے پاس آکر ٹہلنے لگا، اس دیوزاد کی بد خوئی اور تیزی زبان مشہور تھی، اُس پُر کینہ اور بد گہر نے ہرزہ سرائی کی دوسرے نامور جنگجو بھی اُس خرد سال کی گفتگو سے متاثر ہوتے تھے، سرداروں کے دل میں یہ خیال آیا کہ کل جب رسول خدا کے حضور پیش ہوئے تو ہمیں شرمسار ہونا پڑے گا۔

یہ سوچ کر ان کے ہاتھ اور بازو شل اور سست پڑ گئے، کہ اس بچے سے جنگ کرنا درست نہیں ہے، وہ کہنے لگے کہ یہ اولاد پیغمبر ہے اس سے جنگ کرنا خورسند نہیں ہے۔



مگر ارزق کہنے لگا میں نے اُن کی دشمنی میں کمر باندھ لی ہے۔ اس کے خون سے میری تیج کا رنگ دھلے گا، اپنے آبا و اجداد کے خون کا بدلہ لوں گا اس کو اس رزمگاہ میں قتل کر کے۔ علیؑ کی تلوار نے ایک جنگ میں عزلی کے پرستاروں کو موت کی نیند سلا یا تھا، میں سبطِ نبیؐ اور علیؑ کا دشمن ہوں، یزدان سے اھرمن کی طرح ہی کینہ رکھتا ہوں، دشتِ احد کے داماں میں میرے جد کو علیؑ نے اس طرح قتل کیا کہ جسم سے سر جدا تھا، آج کینہ کا دن ہے اپنے ابا و اجداد کے خون کا بدلہ لینے کا دن، آج بدر میں خون کا بدلہ لینا ہے، میرے سر میں کب سے یہ فکر تھی۔ میں نے اسی وقت سے ان کے خون کا بدلہ لینے کے لیے کمر باندھی ہوئی ہے، یہی تو وہ رزم ہے جس کا مجھے انتظار تھا، اگر چہ وہ پیغمبرؐ کی اولاد ہی کیوں نہ ہو، پسر اگر اپنے باپ کے خون کا بدلہ نہ لے تو اُس کی نسل میں کہیں خطا ہوئی ہے میں اگر اس کا خون کروں تو یہ روا ہے، مارنے والے کو اگر مارا جائے تو یہی اس کی سزا ہے، بیٹا اگر باپ کے خون کا بدلہ نہ لے تو اس کے بیگانہ نہیں گے، بیٹا نہیں کہیں گے۔ آج یزید کے ہاتھوں اس کینہ و ر کو موقع ملا ہے اور اپنے اجداد کے خون کا بدلہ لے رہا ہے، اُس بد سرشت کی آواز جیسے ہی بلند ہوئی چاروں طرف سے دیوزشت نکلنے لگے، جوشن پہنے سوار آگئے، نیا عزم اور رزم کے دھنی کفر کیشوں کے دل شاد ہونے لگے، اُن کی روچیں فکروں سے آزاد ہونے لگیں، ہر گوشہ سے ایک شیطان (اھرمن) نمودار ہوا ہر طرف سے خدنگ لیے ہوئے سوار آگئے۔

گردن گش سوار بڑے بڑے نامور سب کینہ جو اور سب کینہ واریا لگتا تھا دوزخ سے غریو نکل آیا ہے، زمین اور آسمان اس کی آواز سے پُرشور تھے، ہر طرف سے نمرود نکل کر آرہے تھے، اُس شریف زادہ کی سمت اپنی کمانوں کا رخ کیے ہوئے ہر طرف سے درندے بھاگ کر آرہے تھے، خدائی فوج کی جانب پوری دشمنی کے ساتھ زمانہ



نے اس داستان پر خون کے آنسو بہائے اس داستان پر جن اور پریاں روئے زمین کو گردش کی تاب نہ رہی آسمان سے خون ٹپک رہا تھا۔

### ازرق کا عمر سعد سے کلام کرنا

زمانہ اس طرح کی داستان سے قاصر ہے، آسمان کے دل میں راز محفوظ ہو گیا، سنائیں آسمان کو چھو رہی تھیں، گرز کی چمک بھی آسمان تک جا رہی تھی، زمانہ نے سورج کو خنجر گھونپ دیا تھا یعنی سورج سرخ ہو گیا تھا، دنیا میں دشمنی خدا بھر چکی تھی، اس لیے زمین آسمان کے پیچھے چھپ رہی تھی (یعنی سورج گرہن تھا) زمین شرم کے مارے گردش کرنا بھول گئی، آسمان غم کے مارے خون کے آنسو رو رہا تھا، ادھر ازرق شامی نے جنگ کا لباس پہنا اور سوئے رزم گاہ روانہ ہو گیا، ایسا لگا جیسے (قتل گاہ) دوزخ سے کوئی اہرمن خفتان کا کفن پہنے ہوئے برآمد ہوا ہو، زمانے نے اس طرح کا زشت دیونہ دیکھا تھا، جس کی وجہ سے دوزخ میں ایک شور و شغب تھا، اُس سے ڈو اور دو سب پناہ مانگتے تھے، اپنے کردار کی بنا پر اہرمن سے داد طلب کرتا تھا، زمین و زمان (اللعنت اس اہرمن پر مسلسل نوک زبان تھی کہ اے بدل و بد رُخ و بد سپر، تیرا کردار ایسا کہ الحذر تجھے دیکھ کر ابلیس ملعون شرماتا ہے، تیرے سامنے دیو زمان نجل ہے، تیرے کردار سے دوسرے دیو پلید بید کی مانند لرزاں و خروشاں ہو گئے ہیں، تو خدا کی فوج سے جنگ کرتا ہے، تجھے اپنی اس حرکت پہ کوئی شرم و عار نہیں ہے، کہ تو خدا اور خدا والوں سے جنگ کرتا ہے، جب ازرق قتل گاہ کی جانب آیا ایک ابرسیاہ فوج کا ساتھ چلا ادھر شاہ دین کے خیمے میں ایک نالہ و فریاد کا شور اٹھا پر دے والیوں کے ہوش اُڑ گئے، دل پر قابو نہ رہا، ایک ایک کا اس نالہ کی صدا سے دل پھٹا جا رہا تھا کوئی خاک اپنے منہ پر ملتا تھا، کوئی گریبان چاک کرتا تھا، کوئی امام کے سامنے دستِ حاجت پھیلائے ہوئے کہتی تھی کہ



اے سبط خیر الانام، اے سبط خیر الانام! کوئی دلہن کے پاس روتا تھا، گریہ کرتی ہوئی  
دلہن نے اپنی پھوپھی سے پوچھا کہ کس چیز کا شور و شین ہے؟

اہل بیت حسینؑ کا ذکر خروش اور فاطمہؑ کبرا کا نالہ کا سبب پوچھنا

اور زینبؑ خاتون کا اس کو جواب دینا

پھوپھی نے اس کے سوال کا یوں جواب دیا کہ آنکھ سے آنسو کے بجائے خون بہہ  
رہا تھا، کہ شور و غل قاسمؑ کی شادی کا ہے، قرنا کا کوس بج رہا ہے زبردست۔ بہ روزِ مہدی  
ازل ہی نقش لکھ دیا گیا تھا کہ یہ صدا آج کے دن کے لیے مخصوص پسندیدہ ہوگی تو اپنی  
قسمت پر شاد رہ میری بچی، دو لہا کے غم میں دلشادرہ، تجھے معلوم ہے میدان میں اھرمن  
جیسا ایک پہلوان آیا ہے لڑنے قاسمؑ سے۔

اُس بد مزاج کے چار بیٹے تھے، کہ زمین پر کسی ماں نے ایسے بچے نہیں جنے، زشتی،  
تندی اور ناراستی میں، بد خوئی، کجی و کاستی میں اُن کا کوئی مقابل نہیں۔ اھرمن سے  
اھرمن ہی پیدا ہوتا ہے، بازو اور طاقت میں دیو کے جیسے ہیں ہر ایک دو سو اھرمن کے  
برابر ہے۔ چاروں بدگوہر اور بدشغال تھے، ان میں جو سب سے بڑا تھا، باپ کو آمادہ  
رزم جب دیکھا سرا سیمہ ہو کے اس کے پیچھے دوڑا، کہنے لگا کہ میدان میں اس خورد  
سال کے ساتھ زیب نہیں دیتا جنگ کرنا آپ کو، بزرگوں کے لیے یہ بڑا تنگ ہے، کہ  
ایک کم سن کے ساتھ جنگ کے لیے میدان میں آنا، شام و حلب کے پہلوانوں میں  
عرب میں تیری بڑی شہرت ہے، اس نوجوان سے جنگ کی مجھے اجازت دیجئے، مجھے  
زیب دیتا ہے اس سے جنگ کرنا اس رزم گاہ میں، دیو نے جب اپنے بیٹے کی بات سنی  
مسکرایا اور شاد ہو گیا اور کہنے لگا، اس کی رزم سے ہوشیار رہنا، اپنے جسم کی حفاظت کرنا،



اس کے جیسے رزم پیکار کم ہوتے ہیں، تمہیں معلوم ہے کہ وہ ہاشمی خاندان کا ہے، مردانگی اور پہلوانی میں ان سے سب کمتر ہیں وہ حیدری خانوادہ کا چشم و چراغ ہے، ان سے جنگ کرنا آسان نہیں ہے، فوج کا دل ان سے خوف کھاتا ہے، کون ہے ایسا جس کی میراث میں مردانگی ہو بس تو اپنے جسم کی حفاظت کرنا، باپ سے راز کی باتیں سننے کے بعد بیٹا تو سن پہنچا اور لگام کھینچ لی، فوج خدا سے لڑنے کے لیے میدان کارزار کی طرف چلا۔ شہزادہ کی طرف گھوڑے کو آگے بڑھایا شہزادہ کے چہرے کو جب دیکھا تو بیست سے دل نے کام چھوڑ دیا پیکار سے دل میں ہراس پیدا ہو گیا، باپ اور بیٹا دونوں ناامید ہو گئے، کس منہ سے کارزار سے واپس ہو، اتنی طاقت نہ تھی کہ اس سے جنگ کر سکے، دل میں کہا آج میری موت میدان میں کھینچ کر لائی ہے، فرار کا کوئی رستہ نظر نہیں آتا تھا، اور بیچاروں کی طرح ان کی طرف دیکھتا تھا، کہنے لگا کہ اے گرامی نوجوان تو نسل پیغمبر سے تعلق رکھتا ہے، کیوں اپنی جان کے پیچھے پڑا ہے، اس رزمگاہ میں اکیلے لڑنے آیا ہے، تیرے واسطے یہ سب قہر ہے ہمارے دل تیرے مذہب اور دین سے پھر چکے ہیں، اسی وقت اس رزمگاہ سے چلا جا، اور ہمارے لشکر کی طرف ذرا راہ پیمائی کر، (شامل ہو جا) اگر تو زندگی چاہتا ہے، نہیں تو زندگی سے ہاتھ دھولے، شہزادے نے جب اس دیوزاد کی گفتگو سنی جواباً مسکرائے اور لبوں کو اس طرح جنبش دی اے بدنہا دو بد گوہر، تجھے معلوم نہیں تیرا دن تیرے سر پہ آگیا ہے، تو نیرنگ افسوں سے ایسی گفتگو کرتا ہے، تو اہرمن کا ساتھی ہوے جارہا ہے۔ اور اُس شیطان نے جب شہزادے کی بات سنی اس کے ہوش اڑ گئے، خوف زدہ ہوتے ہوئے شمشیر کھینچ لی اور جوش و خروش سے شہزادہ کی طرف بڑھا۔ اور راستہ بنانے لگا، مگر خوف سے بازو ست ہوئے جاتے تھے شہزادہ بھی اپنی شمشیر تیز کرتا ہوا آگے بڑھا قریب تھا کہ قیامت آجاتی، آتے ہی اپنی



تیج کی دھار اس کے سر پہ گزاردی تو ایسا لگا کہ روز ازل سے ہی اُس کا سر نہ تھا، گھوڑے سے خاک پر گر پڑا، تن بے سر جان سے خالی ہو گیا، زمین اس کے خون سے بھر گئی، شاہ کو روح الملک نے مبارک باد دی، فرشتے تو آسمانوں پر تکبیر کہتے تھے، فوج ملائک میں ہیبت کا شور اٹھا، آسمان کی فضا تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھی بارگاہ جلیل میں ایک جوش و خروش تھا جبریل نے اس کی خدمت میں تکبیر عرض کی: ارزقِ شوم کا دل غصہ سے بھر گیا، اور اب بقیہ تینوں سے ایک آگے بڑھا، پاؤں پٹختا ہوا کہتا تھا کہ میں نے بھائی کے خون کا بدلہ لینے پر کمر باندھ لی ہے، میں تیرے خون سے اپنی تلوار کو رنگین کروں گا، اپنی تلوار کو گھماتا ہوا شہزادہ کی طرف بڑھا شہزادہ نے جب اپنی طرف آتے دیکھا، مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور کہا تیری بد قسمتی تجھے یہاں لے آئی ہے، تو اپنے بھائی کی طرح یہاں سے روانہ ہوگا، اس بد گہر نے جب شہزادہ کی گفتار سنی تو اس کے ہوش اُڑ گئے، خوف سے اپنے گھوڑے پر کاپنے لگا، شہزادہ نے آگے بڑھ کر اسے ایک تلوار ماری اور زین سے زمین پر مُردہ آگیا۔ تمام لشکر کفار پر ایک دھاک بیٹھ گئی جب ان کا دل حالات سے مایوس ہوتا جا رہا تھا، بد نسل ارزق کا تیسرا پسر چیخنے لگا کہ اے والد آپ کی دونشائیاں اس نے ختم کر دیں کہ اُن کے جیسا کوئی زمانے میں نہ تھا، میں نے اُن کا بدلہ لینے کے لیے کفن پہن لیا ہے، باپ سے یہ کہہ کے رزمگاہ کی طرف چل دیا قاسم نے جب اُس کو آتے دیکھا اپنی تلوار گھمائی بڑے جوش کے ساتھ اس اہرمَن کو یزدان کی طاقت دکھائی، شہزادہ کی تلوار کی نوک نے اس کا سرتن سے جدا کر دیا، کوفیوں کے لشکر میں جوش ماند پڑ گیا، جان پدر کے تین چراغ جب بجھ گئے تو میدان میں چوتھا بیٹا آیا، وہ تو ایک ہی ضرب میں جہنم رسید ہوا اور اُن تینوں سے جاملا، کفار کے لشکر کا دل ٹوٹ گیا اُن کے حوصلے پست ہو گئے، اب ازرق غضبناک ہوتا ہوا آگے بڑھا، سر کو گھماتا ہوا



پاؤں پٹختا ہوا، کہے جاتا تھا کہ اس نوجوان کو گزند پہنچاؤں گا، اس نے میرے دل کو درد مند بنا دیا ہے، میدان میں میرے چاروں بیٹوں کے سرتن سے اُتارے ہیں، آج میں میدان میں خون کی ندیاں بہا دوں گا، اپنے آپ کو سلاح جنگ سے آراستہ کرنے لگا، تلوار، تیغ، گرز، تیر، میخ سے اس طرح لدا ہوا تھا کہ لگتا تھا کہ ایک سیاہ بادل آرہا ہو قریب تھا کہ سورج کو گہن لگ جائے اور چاند گرہن میں آجائے، وہ اس طرح آگے بڑھ رہا تھا جیسے عمر بن عبد وعلیٰ کی طرف۔

زمین کا دل اُس کی آواز سے لرزہ جاتا تھا اھر من اُس کا دمساز اور ساتھی تھا، عرش اور کرسی غم سے ہلے جاتے تھے، آسمان پر ایک شور فریاد تھا، روح الامین کے ہاتھ سے تسبیح گر گئی، اسرافیل سانس لینا بھول گئے، ادھر خیمے میں بھی آہ و بکا مچی تھی، ساری پیہیاں غم سے نڈھال تھیں اور اللہ کے حضور زار و گریہ میں مصروف تھیں بکھرے ہوئے بال منہ پر تھے، مگر دل خدا کی طرف مائل تھا، ادھر امام نے بھی خدا کی بارگاہ میں التماس کی اے حق شناس، اے مہربان، اے فیصلہ کرنے والے یہ خون، خون خدا ہے، اے اللہ ان مرنے والوں کا خون بہا تو ہی وصول کرے گا۔ اے خدا تو گواہ ہے کہ اس طرح کی جنگ روئے زمین پر نہیں ہوئی۔ یہ خون جو بہہ رہا ہے تیرے نام پہ بہہ رہا ہے تیری راہ پر سرقربان کیے جا رہے ہیں۔ جانوں سے دل تیری راہ میں فدا کئے جا رہے ہیں، اور ہم نے اپنے دل تیری راہ شہادت کے لیے رکھ دیئے ہیں، اسی خون سے محشر میں گناہ دھوئے جائیں گے، تو ہی اس کا صلہ عطا فرمائے گا، اے خدا دیکھ اتنی مصیبتوں پر میرا دل مضبوط ہے اور اس رزمگاہ میں میرا دل مطمئن ہے، اللہ سے جب شاہ راز و نیاز کر چکے اللہ نے قبول کیا جو کچھ بھی سید الشہدائے عرض کیا آواز کوں چار جانب سے آنے لگی، زمین کا رنگ نیلا ہو گیا اور آسمان آبنوس ہو گیا، ازرق ڈھاڑا کہ اے خرد سال تیری



قسمت کا ستارہ حالتِ افسردگی میں ہے ابھی تک تیرے ہونٹوں سے دودھ کی مہک آرہی ہے، تو کیا جنگ اور پیکار سے سیر نہیں ہوا ہے، اپنے ابا و اجداد کی طرح ازرق کینہ اور دشمنی سے خرافات بک رہا تھا کہ میں آ رہا ہوں تیرا سرتن سے جدا کرنے، اپنے بیٹوں کے غم میں اس کی حالت تباہ تھی وہ خون پیکر ہوا تھا، آنکھوں میں خون اُترا ہوا تھا اے میرے چار بیٹوں کے قتل کرنے والے میں تجھے قتل کرنے آ رہا ہوں اس رزمگاہ میں میں تیرے غم میں علیٰ کورلاؤں گا، تیرے غم میں خیر النساء فریاد کرے گی حرم کی مخدرات کو قیدی بناؤں گا، اولاد زہرا کو اسیر کروں گا، اے خوبرو! تیرا سراہن زیاد کو تحفہ میں پیش کروں گا یہ کہتا ہوا آگے بڑھا اور تلوار کوتان لیا۔ شہزادہ نے جب اُس کی بے کار (فضول) باتیں سنیں تو کہا آج تیرے سارے آزمودہ حربے کام نہ آئیں گے، یہ سُن کر اُس کے اندام میں لرزہ طاری ہوا اس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا، قاسم اور ازرق میں لڑائی شروع ہو گئی دونوں کی تلواریں چمک رہی تھیں جیسے نمرود کی تلوار خدا کی طرف اٹھ رہی ہو، مگر کوئی وار بھی کارگر نہ ہوتا تھا شہزادہ پر اور بد سیر تملتا کر رہ جاتا تھا، اب شہزادہ نے اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اللہ کے ہاتھ اہرن کی جانب بڑھے شکست دینے اور جب شہزادہ نے درمیان سے اپنی تلوار کو کھینچا آسمان نے دستِ علیٰ میں ذوالفقار دیکھی، اک برق اُس کی تلوار سے چمکتی نظر آئی، بالکل اسی طرح جس طرح مرحب پر ذوالفقار چلی تھی، اس کی ایک ہی ضربت سے ازرق کے پاؤں اکھڑ گئے جیسے شیر خدا کی شمشیر سے مرحب کے پاؤں اکھڑے تھے اور پھر ایسا لگا کہ دستِ قدرت بلند ہوا، اس دیونژاد کے دو ٹکڑے ہو گئے، صرف سوار کے ہی نہیں بلکہ اس کا سمند بھی نصف حصوں میں بٹ گیا، لشکرِ کفر میں خوف کا ماحول تھا، دشت میں اُس دیوپہ کیا گزری! ملک نے فلک پہ یہ صدا دی اور اُس کی صدا کائنات میں پھیل گئی، تکبیر کی



صدا کر سی سے آنے لگی، عرشِ خدا پہ نالوں کا غلغلہ ہوا، امام حسینؑ جو بالکل خاموش تھے انھوں نے بھی سنا آسمان کی جانب دیکھا اور خیمے کی جانب دوڑے حرم میں جوش و خروش تھا۔ ایسا لگتا تھا غم اور خوشی جڑواں ہیں۔ کرومیاں کا غلغلہ قابلِ دید تھا، اللہ کی درگاہ سے ایک نعرہٴ تکبیر برآمد ہوتا تھا، چار جانب سے خروش اور فغاں (خوشی کے آنسو) نمایاں تھا، زمین اور آسمان بھی اسی کام میں مصروف تھے، میدان میں وہ بدنہاد کیا مارا گیا کوفیوں کے لشکر میں اک آگ سی لگ گئی تھی، شکست ہو گئی تھی اھرمن کا دل دردِ ذلت سے تڑپتا تھا، میدان سے شہزادہٴ نامور لشکر کی طرف واپس پلٹا کوئی ایسا نہ تھا جو اُس کے گھوڑے کا پیچھا کرتا، سب نے جنگ کرنے سے ہاتھ کھینچ لیا تھا۔ اس کی رزم سے سب کے دل غمگین ہو چکے تھے، کوئی ایک سپاہی بھی اُس لشکر کا لڑنے کے قابل نہ تھا، ایسا لگتا تھا کہ حیدرؑ آگئے ہیں۔ اور ان کی ہیبت سے سارا لشکر پراگندہ ہو گیا ہے، دشتِ کیں خالی ہو گیا ہے!، وہاں سے شاہ دیں کی جانب شادماں لوٹ گیا اپنے گھوڑے سے اُترا اُس پر درود ہو خوشی خوشی خاک کو بوسہ دیا خاک پر اپنے چہرے کو جھکا دیا، اور یزدان کی ستائش اس انداز سے کی کتنا اچھا ہو کہ جانان کے رُخ کو ایک مرتبہ پھر دیکھوں آرائش جاں کے لیے زندگی مل جائے، اور میں اپنی جان ترے قدموں پہ فدا کروں شاہ دیں نے اُس کی باتیں جب سنیں دل سے آہ حزیں نکلی۔ چہرے پہ آنسو یوں بہہ رہے تھے کہ آفتاب سے تاب چلی گئی ہو آنکھ کے چشمہ سے آبِ رواں ہوا اور آنسو بھری آنکھوں سے اُسے جواب دیا کہ دستِ خدائے جلیل سے بچے گا چشمہٴ سلسبیل سے پانی۔ علیٰ تیرے روشن چہرے پر پیار کریں گے، زہراؑ تیرے جسم سے خدنگ نکالیں گی، اپنی پلکوں سے تیرا روشن جسم صاف کریں گی، یہاں تو دلہن کے پہلو سے جدا ہو رہا ہے جناں کی دلہن تیری خدمت کریں گی، اگر تو اپنی ماں کو چھوڑ رہا ہے، میری ماں تجھے



متادیں گی، کردگار جلیل کے نزدیک کلیم اور خلیل پر تجھے فوقیت ہے نبی تجھے اپنی آغوش میں لیں گے، نبی کا دوش تیرا دوش ہوگا، مہر نبوت سے ممتاز ہیں تیرے جسم کے مفتخر زخم۔ شہزادہ نے جب شاہ کی گفتار سنی دل چاند جیسا روشن ہو گیا اپنی پیشانی کو خاک پہ رکھا، اور اُچھل کر زین پر سوار ہو گیا، کیسا شادمان و فرحان سوئے پیکار گیا! دل خوشی سے بھرا ہوا۔ کام میں لگن، خروشاں خروشاں سوئے رزمگاہ چلا تو جنگ آوروں کے رنگ اُڑ گئے۔ کینہ وروں نے دشمنی کرنا شروع کی اور نفرت کی تلوار اُس پر کھینچی اور زمین کے کناروں کو آسمان سے ملادیا، مچھلی دریا سے خشکی پر بڑپتی تھی، زمین جیسے اپنے مدار سے ہٹ گئی تھی، بیمین و بیار سے اس طرح مورچہ بندی تھی کہ تلواروں کی چمک سے زمین ارغوانی ہوئی جاتی تھی شہزادے کے حملے سے لشکر کفار کی شکست نظر آرہی تھی لشکر کے سرداروں کے دل ذلت سے ڈوبے جا رہے تھے، اور اس کے ہاتھ میں اعجاز پیغمبری تھا، کہ اس کا بیچہ گویا بیچہ حیدری تھا، ابھی یہ کارزار جاری تھی کہ ایک ندا گونجی درگاہ کردگار سے کہ میری راہ میں جہاد کرنے والے، جان دینے والے، دوست کی خاطر سر دینے والے، اور پسندیدہ ہے کہ دوست کے ہاتھوں سے کچھ لینا جو دوست کو پسند ہو، وہی اس کو پسند ہو، دوستی کے رسم و راہ میں ایسا ہی ہوتا ہے، اور اُس دلدار کے کانوں میں یہ صدا پہنچی دل میں جوش و خروش اور زیادہ پیدا ہو گیا، (ملاقات کے لیے) اور شجاعت کے ہاتھوں کو جیب میں ڈال لیا اور اُس پہلوان نے رکاب سے پاؤں جدا کر دیا، ہاتھوں سے عنان کو رہا کر دیا، اپنے ہاتھوں سے بو جھل دل کے ساتھ سنان کو پھینک دیا اور تلوار کو غلاف کے اندر نہاں کر دیا، رزم و جنگ کو فراموش کر دیا، اپنی سواری پر بے قرار تھا دل سو گوار مگر روح شادمان کبھی فوج پہ نگاہ تھی اور کبھی شہ بے پناہ پر کبھی خیموں کی طرف نظر کی اور کبھی آسمان کی جانب دیکھا، ایسا تھا کہ فوج کی جانب اپنے اسوار کو نہ بڑھاتا تھا



اور نہ ہی ہمت تھی کہ شاہ کے پاس جائے خون بھری آنکھوں سے چاروں طرف دیکھا کبھی خدا کی جانب اور کبھی خدا کی طرف۔ خدا کی جانب اپنا رخ کیا تو خدا نے بھی اپنا رخ اُس کی جانب کیا، نگاہوں کے سامنے سے پردے ہٹ گئے تو کیا دیکھا!، خدا کا چہرہ نظر آیا۔ خیر البشر نظر آئے۔ تعریف کرتے ہوئے ابوتراب کھڑے (استقبال میں) نظر آئے آنکھوں سے آنسو رواں ہیں اور ہاتھوں میں جام آب اور کہتے ہیں کہ تو نے میرا کام انجام دیا ہے، اور تھوڑی دیر بعد ہمارے ساتھ آب کوثر پینا۔ میری آنکھیں تیرے دیدار کے لیے روشن ہیں تو جلدی کر کہ یہ وقت ختم ہونے والا ہے، کس طرح بیان کروں کہ کیا دیکھا اور کیا سنا؟ دل سے شیریں روح جا رہی تھی، اسی طرح ایک آہ کی اور اشک بھری آنکھوں سے مسلسل خیمہ گاہ کو دیکھتا رہا، جان و دل کا کچھ ہوش نہ رہا کہ لشکر کفار نے خروش دکھایا، عمر نے اپنے لشکر سے کہا کہ جلدی حملہ کر دو اور اپنے گھوڑے اس کی طرف بڑھاؤ، ادھر قاسم کے ہاتھ اور جسم جیسے قدرتی طور پر کام کرنے سے رُک گئے، اور عدد و شمیر، گرز اور سنان لیے ہوئے بڑھے پورا لشکر اُس پر لوٹ پڑا، گرز تیغ اور سنان اُس پر تان لیں کمانوں سے اُس پر تیر چھوڑے گئے، تیغ گویا اللہ کو لگتی تھی، اور سنانیں کبریائی جسم کو چیر رہی تھیں نوک سنان جب اُس کے سر کو لگی میکانل سپر بن گئے، اور جب تیغ کیں لگیں تو روح الامین نے اپنے کو پیٹ ڈالا۔

### لشکر کا حضرت قاسمؑ پر حملہ کرنا

فرشتوں کے دل زخمی ہو گئے اور دامن خون سے بھر گیا، آنکھوں سے خون کے آنسو جاری ہوئے، اور شمیر کہن نے جب اپنا کام دکھایا آسمان کا دل دھڑکنے سے رُک گیا، تیر اور سنانیں اس کے جسم میں لگ رہی تھیں اور شادی غم میں بدل گئی، اس کا جسم گھوڑے پر چھوٹنے لگا تیروں سے بھرا ہوا جیسے زیور ہو کسی نے اس کے پہلو پہ خنجر سے



وار کیا، اس کا جسم سوفاروں کی پیکان سے کام کے قابل نہ رہا، سنان کی نوک سے دل بے قرار تھا، اس کے جسم میں پیکان ہی پیکان تھے اور نبی کے دل کو تر پارہے تھے، چہرے پہ خون سے نقش و نگار بن گئے تھے امام حسنؑ خون کو صاف کر رہے تھے، پشت زین سے وہ زمین پہ گر گیا گویا ایک آسمان زمین پہ گر پڑا آواز دی اور شاہ دین کی جانب دیکھا زخموں میں خاک بھری جاتی تھی، کہا کہ نخل امید بار آور ہو جائے گا آپ آخری دم تشریف لے آئیں۔

### پشت زین سے قاسمؑ کا زمین پر گرنا

شاہ دین نے جب آواز قاسمؑ کی روتے ہوئے قاسمؑ کی جانب دوڑنے لگے، گھوڑے پہ سوار ہوئے اور میدان کی طرف ذوالفقار لیے چلے، غضبناک ہوتے ہوئے، زمین پہ قہر خدا نمایاں ہونے لگا، زور آزمائی نظر آنے لگی، مخلوق کو دست خدائی دکھایا۔

### حضرت امام حسینؑ کا قاسمؑ کی لاش پہ آنا

فوجیں میدان چھوڑ کر بھاگنے لگیں، کسی میں ہمت نہ تھی سپاہی گردش بھول گئے، اور جب اُس کشتہ جفا کو شاہ نے دیکھا آسمان کو دیکھا اور گریہ فرمایا، اس کے جسم کو اپنی آغوش میں لپکا جسم کے سارے زخم نظر آئے، چاک چاک بدن پر اپنے دل کو چاک کیا، اپنے سر پہ خاک کر بلا ڈالی، اور اپنا چہرہ اس ماہر کے رُخ پہ رکھا اور اُس کے خون سے چہرہ رنگین کیا کردگار کی بارگاہ میں فریاد کی بھیگی ہوئی آنکھوں سے دو لہا کو دیکھا دو لہا نے آنکھیں کھولیں، خدا کے چہرے کو دیکھ کر دل کی کلی کھلی شاہ کے رُخ کو دیکھا تو نبی زندگی ملی خون سے بھری آنکھوں سے شہ کے چہرے کو دیکھا کیسے دیکھا ہائے کیسے دیکھا میں کیا بیان کروں۔

اور کہا کہ کتنا اچھا مرنا ہے آج اس کشتہ زار میں آپ میری بالیں پر آئے ہیں کتنی



اچھی ہے میری قسمت! میرے خون میں روانی پیدا ہوگئی۔ مجھے جس چیز کی آرزو تھی مجھے مل گئی بس اب میں اُس کی طرف لوٹ جاؤں اے میرے آقا میری ایک اور آرزو ہے کہ جسے آپ کے علاوہ کوئی اور پورا نہیں کر سکتا مجھے اس رزمگاہ سے جلدی لے چلیں۔ اس سے پہلے کہ خولی میرا سرتن سے اُتارے دلہن میرے خون بھرے چہرہ کا دیدار کر لے آنکھوں ہی آنکھوں میں الوداع کہہ لے اور میرے خون سے اپنے کو گلگوں کر لے اپنے دولہا کے ساتھ نئی رقم کرے تاریخ۔ میں اس کی زینت ہوں وہ میری زینت ہے میں اس کا چہرہ دیکھوں وہ میرا چہرہ دیکھے۔ آپ میرے بے جان جسم کو دلہن کے پاس پہنچا دیں اور اس بے جان جسم میں نئی زندگی آئے کہ میرا جسم اُس کی آرائش ہے۔ آغوش کا رشک محبوب کے پاس ہوتا ہے یہ کہتے کہتے جان آفرین کے سپرد جان کر دی رازدان سے راز دل کہا اور مر گیا جانان کی آواز میں جان نہ رہی۔ جہاں کو رونے کے لیے چھوڑ گیا پوری خدائی قاسم پر گریہ کنناں تھی شاہ نے اپنا رُخ اس کے چہرے پر رکھا اور آسمان کی طرف نگاہ کی زبان بند تھی، دل بھیتے کے راز سے آشنا زبان کے نیچے ایک آواز چھپی تھی۔ جہاں آفرین کی آواز سنی مسلسل گریہ کی آواز آ رہی تھی۔ کبریا کی درگاہ سے صدا آئی کہ اے حسین صبر کرتیرے صبر پہ قربان۔ پردوں میں چھپا ہوا راز فاش ہو گیا راز آفرین نے سرور سے راز بتا دیا۔ پس سرور نے اس کشتہ شدہ کو خاک سے اٹھایا غم کے مارے دست اندیشہ سے اٹھایا۔

### حرم کے خیمہ میں قاسم کی لاش کا آنا

اور وہ کشتہ شدہ اپنے سے بے خود تھا۔ زین پر بیٹھے اور لاش کو آگے سے اٹھایا گریبان دل کو چاک کرتے ہوئے اس کے پیکر کو فتراک بنائے ہوئے لاش کے ہر زخم سے فغان کی آواز آتی تھی کہ کیا غم اگر میرے جسم سے سر جدا ہو گیا۔



کتنا اچھا ہے وہ کہ تیرے فتراک کی زینت ہو گیا کتنا اچھا ہے وہ جسم کہ جو تیری خاک سے ہو، کتنا اچھا ہے وہ دل کہ جو تیری تنق سے کاٹا جائے اور اب شاہ خیمہ کی جانب بڑھ رہے ہیں چار جانب سے آہ و فغاں کی آواز آرہی ہے۔ مگر کس منہ سے خیمے میں جائیں اُس پہ زمین و آسمان گریہ کر رہے تھے اہل حرم کو خبر کیا ملی کہ ایک کھرام مچا سب خود ہی شاہ کی جانب بڑھنے لگے۔ اُس لاش کو لا کر رکھا شاہ نے خیمہ میں، ایک قیامت کا گریہ ہوا۔ گریہ کرتے ہوئے اس کے جسم سے جوشن کو اُتارا اور اہل حرم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ارے اس کو دیکھو یہ راہِ خدا میں مارا گیا ہے اہل حرم شاہ کی فریاد سنتے تھے اور روتے تھے خدا کے لیے اس کے پیارے پیارے رخسار دیکھو خدا کے لیے اس کے بال اور چہرہ پہ نظر کرو اپنے ہاتھوں سے منہ پیٹتے تھے بالا و پست کے خداوند کے حضور فغاں کی آواز لا مکان تک جاتی تھی زمین و زماں کے فاصلے ختم ہو گئے تھے ہر نشیب و فراز شہزادہ قاسم پر گریہ کرتا تھا۔ ہر نقش ہستی گریہ و بکا میں مصروف تھا بار بار شاہ لاش کو دیکھتے اور روتے صبر کی عنان ہاتھ سے چھوٹی جاتی تھی۔ خواہر کی طرف روتے ہوئے آئے بھائی کی نشانی کی موت پر بال بکھرائے ارے وہ مر گیا وہ میری جان تھا اللہ کے نزدیک پسندیدہ تھا جو اس پر روئے گا اور بال بکھرائے گا خیر البشر کے نزدیک شفاعت یافتہ ہوگا۔ بہن نے جب بھائی کا گریہ سنا شہزادہ قاسم کی لاش پہ خروشاں دیکھا کہ ایک سرو قد ہے خسروانی قبا میں جس پہ ظلم و جور ہوا سر سے پاؤں تک ساری پیمیاں اسی کے ساتھ گریہ کرنے لگیں کہ آسمان کی گردش رکسنے کے آثار ہو گئے کوئی لاش پہ بال بکھراتی تھی کوئی لاش پہ نوہ کرتی تھی، کوئی اس کے منہ سے لپٹی جاتی تھی، کوئی اس کے قد و قامت کے صدقے ہوتی تھی کوئی اس کے پاؤں پہ اپنا سر ملتی تھی، کوئی اس کے چہرہ پہ پیار کرتی تھی کوئی اس کا خون صاف کرتی تھی۔ دلہن اپنے آپ کو خاک میں



چھپاتی تھی اس کے پاؤں پہ اپنا منہ رکھتی تھی۔ کبھی اُس کشتہ شدہ کو مخاطب کرتی تھی زمین و آسمان اس کی گریہ وزاری سے ہلتے تھے کبھی اس کے ہاتھوں کو اپنی آغوش میں لیتی کبھی اس کے جسم کے زخم کو دیکھتی کبھی پیکان کو اس کے جسم سے کھینچتی کبھی اس کا خون اپنے چہرہ پہ ملتی کبھی ڈھاڑیں مار مار کر روتی، کبھی اس کا خون بھرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتی کبھی اس کے غم میں اپنے منہ کو پیٹنے لگتی۔ کبھی اس کا خون بالوں میں لگاتی، کبھی اپنے چہرے پہ ملتی، کبھی روتی کبھی پیٹتی اور کبھی کہتی جب تو نے فوج کو شکست دے دی تھی، تو لوٹ کر خیمہ میں (زندہ) کیوں نہیں آیا کس نے تیرے سر کو زخمی کیا کس کی تیغ کار گر ثابت ہوئی، کس نے تجھ کو سان ماری، تیرے کاندھوں پہ تیر کس نے مارے خنجر کہن سے تجھے کس نے ہلاک کیا یہ کہتی جاتی اور روتی جاتی، ایک ایک زخم پہ آنسو بہاتی، خون کے آنسو اس کے چہرے سے گرتے تھے اور یہی آنسو دولہا کے زخم کی دوا تھے، نالہ و فریاد کرتے کرتے بے ہوش ہو گئی کان میں دولہا کی آواز آئی کہ آسمان کے برابر بھی پیکان ہوتے تو میرا جسم اس کا خریدار ہوتا۔

اس جان کی بدلے دشمن کے تیر خریدنا بہتر ہے، اپنے جسم سے چاہنے والوں کے ہاتھوں کا پیکان کا کھینچنا مجھے پسند ہے۔ اور جب دلہن کے کانوں میں قاسم کی آواز آئی دل میں ایک خروش اٹھا اور ساتھ ہی ایک سکوت بھی، اُس کا خون اپنے چہرے اور بالوں پر ملتی جاتی پھر اپنے والد (حسینؑ) کی طرف روتے ہوئے رخ کیا اور کہا اے دو جہاں کے فریادرس اس بیکس پر اپنا لطف فرمائیے یعنی مجھے وہ راز بتائیے، باپ نے بیٹی کی زبانی راز کا ذکر سنا دوڑ کر بیٹی کو گلے سے لگالیا، اس کے دکھ بھرے چہرے کا دیدار کیا اور اُس حزن سے پُر حزیں گفتگو کی اے بیٹی تو عرش بریں کی زینت ہے، تیرے غم میں فردوس ماتم گزار و سو گوار ہے تجھ پر کسی کو فوقیت نہیں ہے تو نے وہ کام کیا ہے جہاں



آفرین تیرا معترف ہے اور غمگسار ہے چہرے پہ خون کے آنسو بہے جاتے تھے اور بیٹی کو تسلی دیتے جاتے تھے اے میری بیٹی اب ایسے ماتم کی بنیاد پڑنے والی ہے جو روز بروز بڑھتا جائے گا، بیٹی ابھی ٹو دیکھے گی میرا سر نوکِ سنان پر، تیرا دو لہا تو میدان میں مارا گیا ہے، اور میں اس کی لاش یہاں لے آیا ہوں، کسی نے اُس کی لاش کی بے حرمتی نہیں کی اور کسی خونی نے اس کا سر جدا نہیں کیا، اُس کی لاش پر تو سب گریہ کنایاں ہیں اور تو بھی رو رہی ہے میری لاش پر تو کوئی گریہ بھی نہ کرے گا، اور جب خونی میرے جسم سے سر جدا کرے گا، کوئی نہ ہوگا اس وقت جو میرے بقیہ جسم کو آغوش میں لے نہ بہن ہوگی اور نہ بیٹی، میری لاش کو وہیں چھوڑ دیں گے۔ میری بیٹی اس کشتہ کے لیے تو اتنا غم مت کر کہ میرے جیسا بھی اس کے غم میں غمگسار ہے، دیکھو اس کے بال خون سے خضاب ہوئے ہیں اور اس کی ماں نے اس کے بالوں کو کیسا بل دے کر سچایا ہے، تو نوحہ گر ہے اس کی ماں نوحہ گر ہے، میں نوحہ گر ہوں۔ مگر ہائے افسوس کوئی نہ ہوگا جو مجھ پر نوحہ کر ہو۔ مگر آج سے قیامت کے دن تک، دنیا کی آنکھ میرے لیے اشک ریز ہوگی زمین اور آسمان تک، میرے سارے دلہند مجھ سے دور ہونگے، اور یہ سنگراں دشت ہولناک میں میری لاش پر گھوڑے دوڑا دیں گے اور میرا جسم چاک چاک ہو جائے گا، میرے سر پہ شمر کی تیغ بھی روئے گی، خونی کا خنجر بھی مجھ گریہ کنایاں ہوگا، تو میرے جسم کا کوئی پتہ نہ پائے گی، البتہ میرا سر کبھی نوکِ سنان پر نوکِ نیزہ پہ دیکھے گی، کوئی مجھ پہ رونے والا نہ ہوگا۔ گھوڑوں کی سُم بھی مجھ پہ غمگسار ہوگی، کوئی نہ ہوگا سوائے تیغ کے جو میری غنوار ہوگی میری ساتھی میری سناں ہوگی جو میرا ساتھ دے گی کوئی ایسا نہ ہوگا جو پوچھے کہ ایسا کیوں کیا گیا بیٹی تو اپنے مرنے والے پر اطمینان رکھ، اپنے دل کو اندیشہ سے پاک رکھ، یہ دیکھو میں اس کی لاش سے خاک صاف کر رہا ہوں خونی اب نہیں آئے گا اس پر تلوار تانے ہوئے،



چھوٹے بڑے سب مجھ پر گریہ کریں گے، خستہ دل کے ساتھ شاہ نے یہ راز بیان کیا،  
 کچھ دیر تک ایک بے ہوشی کا ماحول رہا، شاہ کی گفتار سے جہاں میں ایک فغاں بپا ہوا،  
 زمین و آسمان سے ایک شور بلند ہوا، اہل حرم کے خیموں سے ایک گریہ جاری ہوا جس کی  
 آواز فلک تک جاتی تھی، میں کیا کہوں کہ اب میرے دل کو تاب نہیں ہے، اس باب  
 میں اب کیسے تحریر کروں، خامہ حشر تک خون روتا رہے گا۔ بیان روتا ہے اور قلم کے آنسو  
 رواں ہیں۔ (”حملہ سعیدری“ فارسی سے ترجمہ)

jabir.abbas@yahoo.com

## باب ۶

## عقدِ شہزادہ قاسم

## دلائل و براہین

علامہ سید جعفر الزماں نقوی البخاری لکھتے ہیں:-

اس دور میں اس مسئلہ عروسی پر بہت لے دے ہو رہی ہے، اس میں زیادہ تر وہ لوگ سرگرم ہیں جنہوں نے تحقیق کی بجائے اسے انا کا مسئلہ بنایا ہوا ہے، ہمارا ان لوگوں سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی ان کا ذکر کرنا مناسب ہے، بلکہ ہم تو ان اہل علم کو دعوتِ فکر دینا چاہیں گے جو سفرِ تحقیق میں مصروف ہیں اور جو عینہ منزلِ احقاق ہیں۔

میری مجالس کی کتب میں شہزادہ قاسم کے عقد کے بارے میں چند احباب نے پڑھا تو انہوں نے یہ سوال کیا کہ اس روایت کو آپ نے قبول کیا ہے تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟..... کیونکہ اس روایت پر ہمارے پاکستان کے چند لوگوں کو اعتراض ہے، وہ اسے درست تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں، اس لیے آپ اس کے بارے میں قدرے تفصیل سے بات کریں۔

دوستو! اصول یہ ہے کہ کسی بھی روایت کو اگر عالمانہ انداز میں زیرِ بحث لایا جاتا ہے اور اس کی توثیق و تضعیف کی جاتی ہے تو اسے کچھ بیانیوں پر پرکھا جاتا ہے۔ اس لیے یہاں میں ان بیانیوں کا ذکر کر کے اپنی بات کو شروع کروں گا۔



دوستو ہر روایت کی عموماً حیثیات خمسہ (پانچ حالتوں) میں سے ایک حالت ضرور ہوتی ہے، دیکھئے۔

(۱) حیثیت نافیہ: یعنی کسی روایت کی ہر کتاب میں نفی موجود ہو اور کسی کتاب میں اثبات موجود ہی نہ ہو۔

(۲) بعض کتابوں میں اس کی نفی موجود ہو اور بعض میں ذکر تک نہ ہو۔

(۳) حیثیت مخلوط: یعنی اس روایت کی بعض کتب میں توثیق موجود ہو اور بعض میں تضعیف..... یعنی کچھ کتابیں اسے درست مان رہی ہوں اور بعض غلط بتا رہی ہوں اور بعض میں اس کا ذکر موجود نہ ہو۔

(۴) حیثیت اثباتیہ: یعنی اس کا اثبات ہی اثبات ہو نفی کسی بھی کتاب میں نہ ہو اور بعض کتابوں میں ان کا ذکر نہ ہو۔

(۵) حیثیت غیر متذکرہ: یعنی کسی بھی کتاب میں اس کا ذکر موجود نہ ہو۔ اس کے علاوہ کوئی دوسری صورت عموماً نہیں ہوتی۔ اب ہم ان حوالوں سے اس روایت کو دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس روایت کی متقدمین میں سے کسی نے نفی نہیں کی ہے، ہاں متاخرین نے ایسا کیا ہے۔ دوسری طرف ہم دیکھ رہے ہیں کہ مقتل و روضہ کی جدید و قدیم لاتعداد کتابوں میں اس کا اثبات موجود ہے۔ لاکھوں مقامات پر ایام عزائم اس عقد کی یاد میں شبیہات بنائی جاتی ہیں، لاکھوں کروڑوں نثر نگاروں اور شاعروں نے اس پر خامہ فرسائی کی ہے، پوری دنیا میں جملہ عروسی کی شبیہ بنائی جاتی ہے، ایران، عراق، شام، مصر، لبنان، پاکستان، ہندوستان، افغانستان بلکہ جہاں جہاں بھی شیعہ قوم آباد ہے وہاں شہزادہ قاسم سے منسوب شبیہ سچ، مہندی یا اس طرح کی کوئی دوسری شبیہ بنائی جاتی ہے۔



اب جہاں صورتِ حال یہ ہو کہ نفی میں مواد موجود ہی نہ ہو اور اثبات میں لا تعداد روایات موجود ہوں تو پھر اسے درست ماننے میں کوئی امر مانع نہیں رہتا۔

اعتراف: بعض احباب نے یہ بات کہی ہے کہ بعض متقدمین مثلاً شیخ مفید علیہ رحمہ اور شیخ صدوق علیہ رحمہ جیسے کچھ اور اساتذہ نے اس کا ذکر نہیں کیا، اور بعد والوں نے اسے نقل کیا ہے تو جناب شیخ فخر الدین طریخی کے حوالے سے کیا ہے اور اس کا اصل مآخذ ان کے سوا کوئی نہیں ہے، اس لیے اسے درست نہیں مانا جاسکتا اور یہ روایت ساقط الاعتبار ہے۔

سنبلی سیکھتے حیدر ابا لطیف

دوستو! پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی بڑے عالم کا کسی روایت کو نہ لکھنا اس کی تضعیف کے لیے کافی نہیں ہوتا، یا کسی عالم کا کسی روایت کو اپنی کتاب میں نقل نہ کرنا اس کی طرف سے اس روایت کو غلط ماننا تصور نہیں کیا جاسکتا۔

کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض روایات میں جنہیں جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے مگر اسے شیخ مفید علیہ الرحمہ نے نقل نہیں کیا اور اسی طرح ان دونوں نے کسی روایت کو نقل کیا ہے اور اسی کو جناب سید علی بن طاووس علیہ الرحمہ نے نقل نہیں کیا، تو کیا اس سے ہم یہ استدلال کر سکتے ہیں کہ جس نے وہ روایت نقل نہیں کی ہے وہ اس روایت کو غلط مانتے تھے۔ کیا ہم ان کی رائے کو منفی میں شمار کر سکتے ہیں؟ اگر ہم یہ فرض کر لیں تو ہزاروں روایات اس مفروضہ کی بھیجٹ چڑھ جائیں گی اور دین کا ایک بہت بڑا مواد ساقط الاعتبار ہو جائے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ جس طرح کسی عالم کا کسی روایت کو نقل نہ کرنا اس کی طرف سے اس کی نفی تصور نہیں ہوتا ہے، اسی طرح جس روایت کو کوئی عالم نقل کرتا ہے تو اس کے نقل کرنے کو اس کی تائید مانا جاتا ہے کیونکہ اگر انہیں اس روایت پر اعتماد نہ ہوتا یا



اسے درست نہ مانتے تو وہ اس کو بیان کرتے ہوئے کسی نہ کسی پہلو سے اس کی تردید ضرور کرتے۔ اس کلیہ کے تحت ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ جن جن فاضل علمائے اعلام نے اس روایت کو نقل کیا ہے وہ اسے درست تصور کرتے تھے اور ان کی رائے اس روایت کے اثبات میں مانی جائے گی، اس طرح ہزاروں علمائے اعلام کا اس روایت پر اعتماد ثابت ہوتا ہے، تو پھر اسے درست ماننے میں کیا امر مانع ہے۔

یہ جو کہا جاتا ہے کہ اس روایت کو سب نے صرف صاحب مجمع البحرین شیخ فخر الدین طریخی کے حوالے سے لکھا ہے کسی اور کتاب سے نہیں لکھا، وہ اس روایت کے بیان کرنے میں واحد ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مفروضہ ناقص ہے، کیونکہ عام طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ ہر روایت پہلی مرتبہ جو فاضل عالم نقل کرتا ہے بعد میں اس روایت پر اعتماد کرنے والے اسی کتاب کے حوالے سے نقل درنقل کرتے چلے جاتے ہیں، جیسا کہ جناب علی بن محمد سری کے نام جو شہنشاہ زمانہ کی توفیق مبارک ہے، اسے بعد کے سارے علما کرام نے شیخ طوسی علیہ الرحمہ کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اس کا آخری مآخذ وہی ہیں، تو کیا ہم اسے بھی رد کر دیں؟ کہ اس کا مآخذ ایک ہی کتاب ہے، اور وہ اس روایت میں واحد ہیں۔ دوستو یہ حقیقت ہے کہ ہر روایت جو نقل ہوتی ہے پہلے تو اسے کوئی ایک ہی شخص لکھتا ہے مگر ہماری زیر بحث روایت تو کچھ اور لوگوں نے بھی اپنے حوالے سے لکھی ہے۔

اعتراض:

اس روایت پر اعتراض کرنے والوں نے صرف یہی لفظ یاد کر رکھا ہے کہ یہ روایت کسی معتبر کتاب میں نہیں ہے، یعنی جناب شیخ مفید و جناب شیخ صدوق نے اسے نقل نہیں کیا ہے۔



اب ہمیں بھی یہ حق ہے کہ ہم ان معترضین سے پوچھ سکیں کہ جن کتابوں کو وہ معتبر کہہ رہے ہیں کیا ان کی ساری روایات سو فیصد درست ہیں؟ کیا وہ انہیں سو فیصد درست مانتے ہیں؟

اس بات سے ہر عالم و صاحب مطالعہ آشنا ہے کہ متقدمین لوگوں نے جو کتب لکھی ہیں وہ جمعاً لکھی ہیں، تحقیقاً نہیں لکھیں، انہوں نے ہم پر یہ احسان کیا ہے کہ روایات کو جمع کیا ہے اور تحقیق کو آنے والی نسلوں کے لیے چھوڑا ہے، اس لیے ان کی کتابوں میں آج ہم بہت سا ایسا مواد بھی دیکھتے ہیں جو تحقیق کی کسوٹی پر ساقط الاعتبار قرار پا چکا ہے، لیکن ان روایات کو جن لوگوں نے اپنی کتابوں میں بلا تضعیف دوبارہ نقل کیا ہے گویا انہوں نے ان کی تائید کی ہے اور آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ان روایات ناقصہ کو دوبارہ کسی نے نقل نہیں کیا اور وہ اپنے مآخذ اول ہی میں دفن رہی ہیں اور بعد والوں نے اسے نقل کیا ہے تو ساتھ ہی تضعیف کی نشان دہی بھی کی ہے۔

جیسا کہ جناب حسن ثنی کے بارے میں ہے کہ امام مظلوم نے انہیں فرمایا کہ ہماری دختران میں سے ایک دختر کو عقد کے لیے منتخب فرمائیں، ایک تو ان کی زوجہ گرامی فاطمہ کا نام لکھا ہے اور دوسرا نام جناب معصومہ سکیئہ کا لکھا گیا ہے، کہ فرمایا ان دونوں میں سے جس کے ساتھ چاہو عقد کر لو اور وہ شرم سے خاموش رہے، پھر آپ نے ان کا عقد بڑی شہزادی سے فرمایا یہ واقعہ کچھ معتبر کتابوں میں لکھا ہوا ہے آپ ان معتبر کتابوں کے نام بھی دیکھ لیں انساب الاشراف ۱/۲۲۶..... تاریخ دمشق از ابن عساکر ۱/۶۶.... تہذیب التہذیب ۲/۲۶۳ تہذیب المقال فی تشیع ۲/۳۰۹۔ کتاب رجال نجاشی ۴/۳۰۴.... کشف الغمہ ۲/۲۹۹..... الارشاد مفید ۱۹۶

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ معصومہ سکیئہ کی دنیا میں آمد جناب حسن ثنی کے عقد کے بعد



ہوئی تھی اور کربلا میں جناب حسن ثنی کے جو فرزند شہید ہوئے تھے معصومہ سیکندہ سے وہ ایک سال چھوٹے تھے اسی طرح علامہ مجلسی کی کتاب تذکرۃ الائمہ میں شہزادہ قاسم کی عمر نو سال لکھی ہوئی ہے حالانکہ واقعہ کربلا جب رونما ہوا تو اس وقت ان کے بابا پاک کی شہادت کو گیارہ سال بیت چکے تھے، ایسی لاتعداد روایات میں معتبر کتابوں میں سے دکھا سکتا ہوں جو ساقط الاعتبار ہیں اور حقیقت سے بعید ہیں..... اب اس پر خود غور کریں کہ جب معتبر کتابوں میں منقولہ مواد بھی سارا درست نہیں ہے تو پھر ان کا کسی روایت کو نہ لکھنا کسی روایت کی تضعیف کیسے ثابت کر سکتا ہے؟ جبکہ ان کا وہ منقولہ مواد بھی کسی واقعہ کی توثیق کا ضامن نہیں ہے۔ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ کچھ خاص لوگوں کا ان کتابوں کے بارے میں ڈبل اسٹینڈرڈ ہے یعنی ان میں سے جو چاہیں درست کہہ دیں اور چاہیں رد کر دیں، یعنی من پسند اور اپنے مخصوص عقائد کی تائید میں جو مواد ملے اسے بلا تحقیق و بلا نقد و تبصرہ درست کہہ دیا جاتا ہے کہ دیکھو یہ فلاں معتبر کتاب میں موجود ہے اور اپنے مخصوص عقائد کے خلاف جو مواد انہی کتابوں میں موجود ہوا سے عقلی دلیلوں سے رد کر دیا جاتا ہے، بلکہ فرمان معصوم کو بھی رد کر دیا جاتا ہے اپنے عقائد یا مقاصد کے خلاف جو فرامین معصومین ہوں انہیں رد کرتے وقت نہ کتاب کے معتبر پن (اعتبار) کا خیال رکھا جاتا ہے، نہ روایت حدیث کا، اور نہ ہی اس کتاب کے فاضل مؤلف و مصنف کا احترام مانع ہوتا ہے اس طرح ایک ہی کتاب دن میں دس مرتبہ معتبر بنتی ہے اور پچاس مرتبہ ساقط الاعتبار ہو جاتی ہے۔

عالمانہ رویہ:

دوستو کسی بھی چیز کے بارے میں عالمانہ رویہ یہ ہوتا ہے کہ کسی پر اپنی رائے کو مسلط نہ کیا جائے کیونکہ یہ علمی جارحیت ہے اور علمی جارحیت جہالت ہوتی ہے۔



عالمانہ رویہ یہ ہے کہ جو لوگ سیچ پاک (مہندی) برآمد کرتے ہیں انہیں جبراً نہ روکا جائے کیونکہ جب ان سیچ (مہندی) برآمد کرنے والوں کو جبراً روکا جائے گا تو سیچ (مہندی) برآمد کرنے والوں کو بھی جبر کا حق حاصل ہو جائے گا اور وہ بھی مخالفین سے جبراً سیچ (مہندی) برآمد کروانے پر اتر آئیں گے، اس طرح سوائے فساد فی الارض کے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا اور عقل کی بجائے جذبات سے کام لیا جائے گا تو دونوں طرف سے نقصان ایک ہی قوم کا ہوگا جیسا کہ اس دور میں غیر عالمانہ رویہ اختیار کیا جا رہا ہے اور سیچ پاک (مہندی) کو جبراً روکایا جا رہا ہے، جبراً سیچ پاک (مہندی) برآمد نہ کروانے کی کوشش کی جا رہی ہے، اسی طرح یہ جبری سلسلہ جاری رہا تو اس کے رد عمل کو کون روک سکتا ہے؟

سیچ پاک (مہندی) ویسے بھی شیعہ کے شعائر میں بہ منزلت معروف ہے، قدیم تصویر خانوں کی تصویروں میں، شبیہ خوانوں کی شبیہوں میں، قدیم روضہ خانوں کی کتب روضہ میں واقعہ عروسی کا ذکر بھی موجود ہے اور سیچ پاک کی شبیہ بھی موجود ہے، کچھ عرفا کو بذریعہ کشف بھی اس کی تائید و تاکید ہوئی ہے تو پھر اس پر اعتراض کیسا؟ یہ بھی ہے کہ علما اور عوام کو امر بالمعروف کا حکم ہے، اس لیے اس کی مخالفت کرنا نہی عن المعروف کے برابر ہے، اس لیے اس کے خلاف کچھ کہنا مناسب ہی نہیں ہے ورنہ کفارہ تو نہیں مخالفین ہی کو بھگتنا پڑے گا۔

جیسا کہ آپ نے دیکھا ہے کہ اس روایت کو سینکڑوں کتب نے نقل کیا ہے اور متقدمین میں سے کسی نے اس کی نفی نہیں کی اور متاخرین نے نفی کے لیے کوئی علمی کلیہ استعمال نہیں کیا بلکہ صرف کیوں اور کیسے ہی تک بات کی ہے اور اپنے جذبات پر قیاس کیا



ہے نہ کہ کوئی علمی طریقہ استعمال کیا ہے۔ اس کی نفی میں کوئی روایت موجود ہی نہیں ہے۔

### مرحلہ ثانی:

دوستو جب کسی روایت کی چھان بین ہوتی ہے تو اسے کچھ مراحل سے گزارنے کے بعد اس کی توثیق یا تضعیف دلائل کے ساتھ ہوتی ہے یعنی اسے درست یا نادرست مانا جاتا ہے، جس میں سے سب سے اول اس کے حیثیات خمسہ دیکھی جاتی ہیں، اس کے بعد اسے کچھ حوالوں سے دیکھا جاتا ہے مثلاً

- (۱) کیا یہ روایت علاقائی روایات و قوانین سے متصادم تو نہیں؟
  - (۲) کیا اس روایت میں اخلاقیاتی حوالے سے کوئی قباحت تو موجود نہیں ہے؟
  - (۳) کیا یہ روایت شرعی و مذہبی مسلمات کے منافی تو نہیں ہے؟
  - (۴) کیا یہ روایت مراتب و مناصب و اسٹیشن اور شان کے خلاف تو نہیں ہے؟
  - (۵) کیا روایت خلاف معروف عام تو نہیں ہے۔
- دوستو اب ہم اس حوالہ پہ بھی بات کرتے چلیں۔

### علاقائی روایتی حوالہ:

پھر یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ منقولہ روایت جس علاقے سے تعلق رکھتی ہے اس علاقے کی روایات سے تو متصادم نہیں ہے؟ کیونکہ روایت کو اس کے علاقائی حوالے سے دیکھنا ہوتا ہے نہ کہ اپنے علاقے کی روایات کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے جیسا کہ ہم صوبہ سرحد کے پٹھان قبائل میں دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی کسی کو قتل کر دے اور قاتل و مقتول کے قبائل کے مابین فوری جنگ کا خطرہ پیدا ہو جائے تو کوئی بڑا سردار جو غیر جانب دار ہو وہ آکر ان قبائل کو بلاتا ہے اور ان کے سامنے ان کے درمیان میں ایک پتھر اٹھا کر



رکھ دیتا ہے، جو اس بات کی علامت ہوتا ہے کہ اس کا فیصلہ امن سے ہونا ہے، تم کو لڑنا نہیں ہے اور وہ نہیں لڑتے، اور اگر قاتل کا قبیلہ معافی کا خواہش مند ہو تو وہ برادری کے چار آٹھ بزرگ لے کر جاتا ہے اور مخالفین کے دروازے پر جا کر ایک دنبہ ذبح کر دیتا ہے اور خود باہر کھڑے ہو جاتا ہے، جب اہل خانہ کو پتہ چلتا ہے کہ ان کے دروازہ پر دنبہ ذبح ہو چکا ہے تو مقتول کا وارث پھر اپنی طرف سے ایک دنبہ ذبح کر کے اسے تیار کرواتا ہے اور آنے والوں کے لیے بیٹھنے اور کھانے کا انتظام کرتا ہے، اس کے بعد انھیں کھانا کھلایا جاتا ہے، پھر ان سے آنے کی وجہ پوچھی جاتی ہے، جبکہ وہ جانتا ہے کہ کیوں آئے ہیں مگر وہ دستور کے مطابق پوچھتا ہے اور آنے والے بزرگ سردار یا ملک صاحبان قاتلین کا مدعا پیش کرتے ہیں، اس پر اس قتل کی دیت مقرر ہوتی ہے جو مقتول کا وارث مقرر کرتا ہے، جب اس کی مطلوبہ رقم اس کے حوالے کی جاتی ہے تو وہ اس میں سے دو دو چار ہزار ان قبائل کے سرداروں کو دستار (پگڑی) کے طور پر واپس کرتا ہے اور پھر ان کی دعائے خیر یعنی صلح ہو جاتی ہے۔

اب جب ہم اس روایت پہ بات کریں گے تو اسے انڈیا یا یورپ یا عرب کے تناظر میں نہیں دیکھیں گے، بلکہ اسے صوبہ سرحد کے تناظر میں دیکھیں گے اور پھر اس کی توثیق یا تضعیف کریں گے۔

اسی طرح واقعہ عقد کو جب ہم زیر بحث لائیں گے تو اسے عرب روایات کے تناظر ہی میں دیکھیں گے نہ کہ پاکستان کے تناظر میں..... اگر آپ عرب روایات کو دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ عین جنگ کے موقعہ پر دو لہا بنانا ان کی قبائلی روایت بھی تھی..... جو لوگ روایات عرب پر مبنی کتب اور کمپیوٹر مواد دیکھ چکے ہیں، جو لوگ ٹریڈیشنل اتھروپالوجی (روایتی بشریات) اور سوشل اتھنالوجی (عمرانی نسلیات) کی اسٹڈی کر چکے ہیں اور



عربک ٹریڈیشنز کا مطالعہ کر چکے ہیں وہ ایسا کوئی اعتراض دماغ میں نہیں پال سکتے، کیونکہ عرب روایات میں تو ایسے موقعوں پر خصوصی طور پر دولہا بنایا جاتا تھا، کیونکہ عرب معاشرہ کی یہ ایک روایت تھی کہ دولہا صلح کی علامت اور آخری کوشش ہوتا تھا، یعنی جب دو قبائل میں دشمنی حد سے زیادہ تجاوز کر جاتی یا ناقابل صلح ہو جاتی تھی اور ایک قبیلہ لڑتے لڑتے انتہائی کمزور ہو جاتا تھا تو دوسرا قبیلہ اس پر فیصلہ کن حملہ کرتا تھا۔ اس نازک موقع پر کمزور قبیلہ صلح کو اپنی بقا کے لیے لازم سمجھتا تھا، تو وہاں وہ صلح کے دو راستے اختیار کرتا تھا، اس کا پہلا راستہ یہ ہوتا تھا کہ وہ عین حملہ یا گھیراؤ کے وقت اپنی کسی عورت کو میدان میں یا مخالفین کے ہاں بھیج دیتا اور وہ جا کر کہتی تھی کہ میں ان کی عزت تمہارے پاس چل کر آئی ہوں اور آپ سے صلح کی بھیک مانگتی ہوں۔

مخالف کے اس عمل سے غالب دشمن فوراً صلح کر لیتا تھا، بلکہ اس عورت کی بہت عزت افزائی کی جاتی تھی، اس کو برقعے اور کچھ تحائف دیئے جاتے تھے، اور اس قبیلہ کا سردار اس کے سر پر چادر ڈال کر اسے بہن کا درجہ بھی دیتا تھا، اگر مخالفین کی ایک عورت کے بجائے عورتوں کا کوئی وفد آتا تھا تو اس وفد کی ساری عورتوں کو اسی طرح نوازا جاتا تھا اور انہیں چادریں دے کر بہنوں کا درجہ دیا جاتا تھا، ہاں اگر کوئی غیور اس بات پر راضی نہ ہوتا کہ وہ اپنی عورتوں کو دشمن کے پاس بھیجے تو وہ اپنے کسی نوجوان کی شادی کا اہتمام کر کے اسے دولہا بنا کر میدان میں یا دشمن کے پاس بھیج دیتا تھا، اور وہ دولہا ان سے جا کر معافی اور صلح کی بات کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میں ان کا دولہا تمہارے پاس چل کر آیا ہوں، ان کی بیٹی کا سہاگ تمہارے پاس چل کر آیا ہوں، اور گذارش کرتا ہوں کہ آپ ہماری خوشی کو غم میں نہ بدلیں، ہاں اگر مارنا ہے تو مجھے مار کر سردار کی بیٹی کو بیوہ کر کے اپنی دشمنی کی حسرت پوری کر لیں، مگر باقی قبیلہ والوں کو کچھ نہ کہیں اور ان سے صلح کر

لیں۔ کیونکہ قدیم عرب قبائل روایت پرست تھے اور عار اور شرمندگی کی بدنامی سے بہت ڈرتے تھے اور ان کے ہاں یہ روایت بھی تھی کہ بیٹی چاہے دشمن کی ہے وہ قبیلہ کی اپنی بیٹی ہے، اور وہ کہتے تھے کہ بہو بیٹیاں مشنز کہ ہوتی ہیں چاہے جس قوم یا قبیلہ کی بھی ہوں، اس لیے وہ صلح کی پیشکش کرنے والے سردار کی بیٹی کو بیوہ کرنا پسند نہیں کرتے تھے، کیونکہ اس طرح پورے قبائل میں ان کی ناک کٹ جاتی تھی ایسے موقعہ پر دولہا کی گذارش پر مخالف قبیلہ کو معاف کر دیا جاتا تھا، اور بعض وسیع الظرف لوگ تو اس کی شادی کے اخراجات تک خود ادا کرتے تھے۔

آج بھی یہ رسم و رواج و روایت ان قبائل میں کسی نہ کسی رنگ میں موجود ہے کہ جو پاکستان میں عرب سے آئے ہیں، جیسا کہ بلوچستان کے بلوچ قبائل میں آج بھی یہ رسم موجود ہے کہ جب برادری کا کوئی بھائی روٹھا ہوا ہو اور کسی طرح بھی راضی نہ ہو رہا ہو اور وہ شادی غمی میں شریک نہ ہو رہا ہو۔ تو اس وقت سہرہ باندھ کر دولہا کو اس کے پاس بھیج دیا جاتا ہے اور وہ فوراً اس کے ساتھ شادی میں آ جاتا ہے کہ اب تو دولہا چل کر آ گیا ہے اس کو خالی لوٹانا اس کی اپنی توہین شمار ہوتی ہے میں نے عربک ٹریڈیشن کے حوالے سے ایک مرتبہ یہ بات اپنے محترم بزرگ مبلغ اعظم الثانی جناب علامہ قاضی سعید الرحمن صاحب سے کی، تو انہوں نے فرمایا کہ یہ بات تاریخ العرب میں اب بھی موجود ہے اس کے بعد انہوں نے اسی تفصیل کے ساتھ تاریخ عرب سے اس روایت کو بیان کیا تھا۔ مجھے اس کتاب کے مصنف کا نام یاد نہیں رہا کیوں کہ بہت پہلے ان سے بات ہوئی تھی، میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ عرب میں دولہا صلح کی آخری کوشش کا نام تھا۔ اب اس حقیقت کو بھی دیکھ لیں کہ امام مظلوم نے امت ملعونہ پر اتمام حجت کے لیے وہاں اپنی پاک دختر کا عقد فرمایا اور دولہا کو میدان میں صلح کا نمائندہ یا پیام بر بنا کر



روانہ فرمایا، وہاں یہ شادی کوئی عام شادی نہیں تھی بلکہ صلح کی ایک تقریب تھی، جناب شہزادہ قاسم کو اتمامِ حجت کے لیے دو لہا بنایا گیا تھا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ امام حسنؑ کو بھی معلوم تھا کہ واقعہ کر بلا ہونا ہے اور اس میں اتمامِ حجت کرنا بھی لازم ہوگا، تا کہ کل روز قیامت کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ امام مظلوم نے روایاتِ عرب کے مطابق صلح کی پیشکش نہیں کی تھی، اس لیے امام حسنؑ نے آخری وقت یہی وصیت فرمائی تھی کہ کر بلا میں میرے اس بیٹے کو دو لہا بنایا جائے جو میرے سرہانے بیٹھا ہے اور اس وقت شہزادہ قاسمؑ کی عمر مبارک تین یا چار سال کی تھی اور انہیں اس واقعہ کا انجام بھی معلوم تھا، اس لیے انہوں نے اس کام کے لیے اپنے بیٹے کو منتخب فرمایا کہ ہم بھی بنی امیہ کی طرف سے کی جانے والی صلح کی پیشکش مان چکے ہیں، اب ان کی باری ہے، وہ بھی ہماری صلح کی پیشکش کو دو حوالوں سے دیکھیں گے کہ ایک تو ہمارے احسان کے حوالے سے، دوسرا روایاتِ عرب کے حوالے سے، اس طرح ایک تو اتمامِ حجت کا عمل کامل ہو جائے گا اور امن کا شہزادہ صلح کا جینگر شہید ہوگا تو ساری دنیا آلِ امیہ پر اس حوالہ سے لعنت کرے گی یہ بات سارا عرب اور امتِ ملعونہ بھی جانتی تھی کہ بنی ہاشم کے دوسرے ہیں، ایک امام حسنؑ اور دوسرے امام حسینؑ اور اس لیے سردار موجود کی پاک دختر کو دلہن بنایا گیا اور بڑے سردار یعنی امیر کائنات کی دستار کے وارث کے بیٹے کو دو لہا بنایا گیا، اور اس میں یتیمی کو بھی اتمامِ حجت کا اہم جز بنایا گیا۔

### اخلاقیاتی حوالہ:

دوستو! اگر ہم اخلاقی حوالے سے دیکھیں تو اس روایت میں کوئی غیر اخلاقیات نہیں پائی جاتی، ہاں جن لوگوں نے بات کی ہے تو انہوں نے شہزادہ پاک کے سن مبارک کے حوالے سے کی ہے، اور ان فاضل مہربانوں نے فرمایا ہے کہ شہزادہ قاسمؑ کمسن بچے



تھے اور کسی کمسن بچے کی شادی کرنا کسی بھی امام کی شان کے منافی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے علامہ مجلسی کے لم يبلغ الحلم کے جملے سے یہ سب کچھ اخذ کیا ہے کہ وہ کمسن تھے، جبکہ عربی میں حلم دس سال سے زیادہ اور پندرہ سال سے کم عمر کے نوجوان کو کہا جاتا ہے، جیسا کہ صاحب ریاض القدس نے اس پر بحث بھی کی ہے اور ہماری تحقیق یہ ہے کہ بوقت شہادت شہزادہ قاسم کی عمر ۱۴ سال ۵ ماہ سے بھی زیادہ تھی، اور عرب کے گرم موسم میں اس عمر کا لڑکا بالغ ہو جاتا تھا، اس لئے عرب میں ان سے بھی کم عمر کے بچوں کی شادی کرنا عام تھا۔

فقہ اور تاریخ دونوں سے ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے کیونکہ فقہ کہتی ہے کہ لڑکی نو سال کی عمر میں اور لڑکا تیر سال کی عمر میں بالغ مانا جائے۔

(کم از کم عرب کے گرم موسم میں یہ حکم درست مانا جاسکتا ہے)

برادران اہل سنت کی فقہ میں تو عرب کی لڑکی سات سال میں بالغ مانی جاتی ہے اور اسی سے اُم المؤمنین عائشہ کی شادی پر دلیل لائی جاتی ہے جو سات سال کی عمر میں ہوئی تھی۔ ایک قابل توجہ امر یہ بھی ہے کہ جہاں دشمن زیادہ ہوں وہاں بقائے نسل کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہوتی ہے، اور ہم ظہور اسلام سے قبل کی عرب جنگوں میں دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ نوجوانوں کو عموماً جنگ میں نہیں جھوڑا جاتا تھا، یعنی جب تک کوئی صاحب اولاد نہ ہوتا، جنگ میں نہیں جاتا تھا، اور ظہور اسلام کے بعد کی جنگوں میں بھی جن کے نام بڑے بہادروں میں آتے ہیں وہ معمر لوگ تھے، جیسا کہ عمرو بن عبدود نے امیر کائنات سے عرض کی تھی کہ آپ میرے دوست جناب عمرؓ کے لخت جگر ہیں، اس لئے میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ واپس چلے جائیں، اسی طرح دیگر جنگوں میں ہوتا تھا اور ظہور اسلام کے بعد پہلی مرتبہ ولید ملعون کے بعد خالد بنخیر اولاد کے جنگ میں



شریک ہوا تھا۔ یعنی اس دور میں بقائے نسل کا خصوصی خیال رکھا جاتا تھا اور اس خیال سے بلوغ کے فوراً بعد شادی کرنے کا رواج عام تھا، اس لئے نوعمری میں شادی کرنا کوئی غیر اخلاقی فعل نہیں مانا جاتا تھا۔

اگر ہم فرض کر لیں کہ چودہ، پندرہ سال کی عمر میں شادی کرنا کم عمری کی شادی ہے اور یہ اخلاقی طور پر جائز نہیں ہے تو پھر ہمیں ان روایات کو بھی دیکھنا پڑے گا کہ نہیں تاریخ سے مس رکھنے والے لوگ جانتے ہیں کہ خود ملکہ عالمین سیدہ النسا العالمین کی شادی خانہ آبادی نو سال کے ظاہری سن میں ہوئی، امام محمد تقی کی جب مامون الرشید کی بیٹی ام الفضل سے شادی ہوئی تھی تو ان کی عمر صرف گیارہ سال کی تھی، شہزادہ قاسم جتنے بھی کسمن مانے جائیں پھر بھی عقد کے وقت ان کی عمر گیارہ سال سے تو زیادہ ہی تھی۔ جب اس عمر میں ان کے اپنے ہی گھر کی ایک مثال موجود ہے اور شادی کرنے والے خود امام تھے تو پھر ان کے جد اطہر کا اپنے 14/15 سال کے یتیم بھتیجے کی شادی کرنا ان کی شان کے منافی کیسے ہو سکتا ہے؟ اور ان کا یہ فعل کس طرح غیر اخلاقی تصور کیا جاسکتا ہے؟ دوستو! حقیقت یہ ہے کہ ہمارے بعض کم بین لوگ واقعہ مکر بلا میں شہزادہ کو ایک انتہائی کسمن اور نفیس و نازک بچہ ثابت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، جبکہ حقیقتاً ایسا نہیں تھا، بلکہ ارزق شامی ملعون کے بیٹے سے جنگ میں ان کی جسمانی پختگی کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ جب آپ نے اُس کے تنومند جوان بیٹے کو بالوں سے پکڑ کر ایک ہاتھ میں اٹھالیا اور پھر اسے اس انداز میں زمین پر دے مارا کہ اس کی کوئی ہڈی سلامت نہ رہی، تو یہ کام کوئی کسمن بچہ نہیں کر سکتا، جیسا کہ تاریخ و مقاتل کے یہ الفاظ گواہ ہیں۔

فرفعه و ضربہ علی الارض بحیث لم یبق له عظم الا ان

کسر۔ (ریاض القدس ۲/۴۸)



ایک ہاتھ سے کسی جوان کو اٹھالینا اور پھر اسے اوپر اچھال کر زمین پر اس طرح مارنا کہ اس کی ہڈی پھٹی ہو جائے، یہ کسی کسن یا نازک نفیس بچے کے بس کا روگ نہیں ہے۔  
 ان لوگوں نے لفظ ”حلم“ سے تو قیاس کیا ہے مگر انہوں نے اس عبارت کو نہیں دیکھا

☆ فلم یزل الغلام یقبل یدیه و رجليه.....

یعنی شہزادہ پاک کے بارے میں لفظ غلام کا استعمال ہوا ہے جو کہ ایک کامل جوان کے لئے استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ شہزادہ علی اکبر کے بارے میں

☆ فقد برز الیہم الغلام کا جملہ استعمال ہوا ہے اور اسی سے کچھ فاضل علما نے انیس بیس سال سے زیادہ عمر کا ثابت کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔

کیا اس لفظ سے شہزادہ قاسم کی جوانی پر استدلال نہیں کیا جاسکتا؟ جو لوگ تاریخ مقتل کا گہرائی سے مطالعہ کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ شہزادہ قاسم کے بارے میں لفظ غلام کئی مرتبہ بولا گیا ہے جو ان کے بھرپور جوان ہونے کی دلیل ہے۔

کچھ فاضل علمائے متقدمین نے شہزادہ قاسم کا سن مبارک سولہ سال بھی لکھا ہے، طبری نے سن مبارک دس سال لکھا ہے، ابو مخنف نے چودہ سال لکھا ہے، صرف علامہ مجلسی نے لکھا ہے کہ وہ بالغ نہ تھے، چونکہ ہم بتا چکے ہیں کہ امام محمد تقیؑ کی شادی گیارہ سال میں ہوئی تھی اس لئے انہیں لاکھ کسن ثابت کیا جائے ان سے کم سن ثابت نہ ہوں گے، جب ایک واقعہ ان کے خاندان کا موجود ہے تو پھر اس اعتراض کی کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی۔

ایک قابل توجہ امر یہ بھی ہے کہ اس گھراطہر کے شہزادے عام لوگوں کی نسبت جلدی جوان ہوتے تھے کیونکہ ان کی نشوونما یا بڑھوتری کی رفتار عوام الناس کے کہیں زیادہ



ہوتی تھی، جیسا کہ گیارہ سال کے سن میں جناب ابو الفضل العباسؑ نے صفین میں جو جنگ کی تھی، اس میں جب آپ کو بابا پاک کا لباس جنگ پہنایا گیا تھا تو وہ ان کی قامت پر پورا اترتا تھا۔ اس لئے ساڑھے چودہ سال کے تو مند شہزادہ کو ایک انتہائی کمسن بچہ بنا کر پیش کرنا اور پھر اسی سے واقعہ عقد کی نفی پر دلیل لانا غیر عالمانہ رویہ ہے۔

**غیر شرعی و مذہبی حوالہ:**

دوستو! اگلے مرحلہ میں روایت کی توثیق و تضعیف کے لئے اسے شرعی پیمانے پر تو لا جاتا ہے کہ کیا اس روایت میں کوئی ”غیر شریعت“ تو نہیں ہے؟  
الحمد للہ! آج تک اس پر کسی نے کوئی شرعی اعتراض وارد نہیں کیا، ہاں جن لوگوں نے شرعی حوالہ سے بات کی ہے تو انہوں نے مولا امام حسنؑ کی وصیت پر شریعت کے حوالہ سے اعتراض کیا ہے، میں ان کا نام نہیں لوں گا، انہوں نے اپنی کتاب میں وصیت والی روایت پر اس انداز سے تنقید کی ہے جس سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ انہیں عزاداری کے خلاف ہائز کیا گیا ہے۔

انہوں نے لکھا ہے کہ شرعی وصیت کا کلام الہی میں ایک مخصوص مذکور ہے کہ دو گواہوں کے سامنے وصیت کی جائے اور یہ کسی وصیت ہے کہ جس کا کسی کو علم تک نہ تھا، صرف امام مظلومؑ ہی کو بغیر گواہوں کے وصیت کر دی گئی جو شرعی وصیت کے قوانین پر پوری نہیں اُترتی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے چونکہ ویسے بھی مراسم عزاداری کو ختم کرنے کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے، اس لئے ان سے تو ہماری بات ہی نہیں ہے، ہاں جو لوگ حقیقت پسند ہیں ان سے گزارش کروں گا کہ جو قوانین عام لوگوں کے لئے ہوتے ہیں اس میں استثناء ضرور ہوتا ہے، جیسا کہ عام عدالت میں دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے مگر شہنشاہ انبیاءؑ نے



کچھ اصحاب کرام کو گواہی کا مکمل نصاب قرار دیا تھا اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اگر کسی کیس میں ایک طرف ایک ہزار گواہ ہوں اور دوسری طرف جناب ابوذر غفاری گواہ ہوں تو قاضی شرعی کو ان ہزار لوگوں کے مقابلے میں ان کی گواہی قبول کرنا پڑے گی، کیونکہ ان کی گواہی کو رد کرنا انہیں نعوذ باللہ جھوٹا ثابت کرنے کے مترادف ہے اور انہیں جھوٹا ثابت کرنا شہنشاہ انبیاء کی حدیث پاک کی تکذیب کے مترادف ہے، کیونکہ انہوں نے ان کی سچائی کے بارے میں فرمایا تھا کہ ان جیسا سچا زیر آسمان کوئی ہے ہی نہیں اس لئے ہزاروں لوگوں کو جھٹلانا لازم ہے اور انہیں سچا ماننا واجب ہے اور رد کرنا کفر ہے یہ تو عوام کی بات تھی اب ہمارے سامنے شہنشاہ کربلا کی ذات ہے تو ان کے سامنے اگر کروڑوں فرشتے بھی گواہی دیں تو ہمیں فرشتوں کی عصمت پر شک کر لینا چاہئے۔ مگر شہنشاہ کربلا کی عصمت پر شک نہیں کیا جاسکتا کیونکہ وہ ایسے معصوم ہیں کہ جو سہو اور نسیان تک سے اجل وارفع واعلیٰ ہیں، اب اگر یہ فرماتے ہیں کہ ہمیں بھائی نے وصیت فرمائی تھی تو پھر کسی گواہ کی ضرورت ہی نہیں ہے جیسا کہ ہماری کتب غیبت میں جناب کامل بن ادریس کے سامنے شہنشاہ زمانہ نے اپنے بابا پاک کی ایک طویل وصیت بیان فرائی ہے اور اس پر آج تک کسی بڑے سے بڑے عالم نے بھی یہ اعتراض نہیں کیا کہ یہ کیسی وصیت ہے کہ جو قوانین شرع کے معیار پر پوری نہیں اترتی جب ان پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا ہے تو پھر امام مظلوم پر کیسے یہ اعتراض لاگو ہو سکتا ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ شہنشاہ کربلا نے جس وصیت کا ذکر فرمایا ہے ممکن ہے اس کے گواہ موجود ہوں اور ناقل روایت کو معلوم نہ ہوں سو چا جائے تو کسی صورت میں وصیت پر اعتراض جائز نہیں ہے۔

دوستو! حقیقت یہ ہے کہ وصیت پر اعتراض تو سراسر جاہلیت و کفر ہے کہ جب امام



نے فرمادیا تو کسی کو پوچھنے کا حق نہیں ہے کہ آپ نے کس حوالے سے فرمایا ہے، کیونکہ یہ رویہ تو فدک کے کیس جیسا ہے کہ وہاں بھی شریعت کے نام پر ڈاکہ ڈالا گیا تھا کہ گواہ پیش کریں، گواہ پیش ہوئے تو کہا نساب پورا نہیں ہے، جب نساب پورا ہو گیا تو کہا بیٹوں کی گواہی والدہ کے حق میں قابل قبول نہیں ہے۔ یہ صرف ڈاکہ ڈالنے کے بہانے تھے۔

### حفظ مراتب کا حوالہ:

اگلے مرحلے میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ روایت جس شخصیت کے بارے میں ہے کیا اس کے خلاف شان تو نہیں ہے؟ ان کی عظمت اور اسٹیٹس کے خلاف تو نہیں ہے؟ اس حوالے سے آج تک اس پر کسی نے کوئی اعتراض لاگو کیا ہی نہیں کیوں کہ دختر کی شہوی بھتیجے سے کرنا کسی کے خلاف شان نہیں ہوتا جبکہ بھتیجا بھی سعادت مند، نیک اور جانشین ہو اور اس کے دوسرے بھائی بھی اس شرف سے مشرف ہوں تو پھر شان و عظمت کے خلاف تصور کرنا بھی درست نہیں ہے۔

### معروف عام کا حوالہ

پانچویں مرحلے میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ زیر بحث روایت معروف عام کے خلاف تو نہیں ہے؟ کیونکہ شرعاً اور مذہباً امر بالمعروف کا حکم ہے، یعنی جو معروف ہو روایت کو اس کے خلاف نہیں ہونا چاہئے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ روایت انتہائی معروف ہے اور جو اسے رد کرتے ہیں وہ خلاف معروف کا ارتکاب کرتے ہیں، کیونکہ آج دنیا کے جس گوشے میں بھی شیعہ عزاداری کرتے ہیں وہاں اس شہزادی کی شادی وعقد کا ذکر خصوصی طور پر ہوتا ہے۔ اور

عشرہ محرم میں ایک دن اس تقریب کے لئے مخصوص ہوتا ہے، جملہ عروسی (بیچ) بنائی جاتی ہے یا مہندی کی شبیہ برآمد ہوتی ہے، اس میں ایران، عراق، شام، مصر، لبنان، پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، کشمیر بلکہ یورپ تک جہاں بھی شیعہ ہیں وہ کسی نہ کسی طرح سے شادی کا ذکر کرتے ہیں اور امام مسموم کے لخت جگر کی حسرت آمیز شادی پر گریہ و بکا کرتے ہوئے یہ ثابت کر کے دکھاتے ہیں کہ خود کو عرب کہنے والے کس قدر گرے ہوئے لوگ تھے کہ انہوں نے ساری اسلامی اور عربی روایتوں کو توڑا ہے، محرم الحرام میں جنگ کر کے انہوں نے روایت عرب کو توڑا ہے کہ جسے اسلام نے بھی باقی رکھا تھا کہ امیر کائنات کی جب صفین کے مقام پر جنگ ہوئی تو وہاں عین جنگ کے دن محرم کا چاند نظر آ گیا تھا تو دونوں لشکروں نے ہتھیار اتار کر رکھ لئے تھے اور پورا مہینہ وہاں قیام رکھا اور جنگ نہیں کی اور جب صفر کا چاند نظر آیا تو پھر جنگ ہوئی مگر کربلا میں یہ قانون بھی توڑا گیا۔

اور یہ رسم جملہ عروسی ان تمام علاقوں میں صدیوں سے رائج ہے کہ جہاں جہاں عرب سے تعلق رکھنے والے قبائل پہنچے ہیں آج ہم جو بیچ پاک برآمد کرتے ہیں یہ اس جملہ عروسی (خیمہ عروسی) کی شبیہ ہے کہ جو خیمہ عروسی کے نام سے آج بھی کربلا میں موجود ہے۔

میرے ایک دوست اپنے ہی حوالے سے فرما رہے تھے کہ ہم نے آیت اللہ محمد شیرازی سے جملہ عروسی کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ تو ہمارے گھر سے بھی برآمد ہوتا ہے ”از خانہ مایرون می آید“ اسی طرح ایران میں تو بڑے بڑے علمائے عظام کے گھروں سے بیچ (جملہ عروسی) کی شبیہ برآمد ہوتی ہے۔

خود کربلا معلیٰ (عراق) میں تو خیمہ عروسی آج بھی موجود ہے اور اسی کی ساری منتیں



مہندی کی ہوتی ہیں اور ہم آج بھی کہتے ہیں کہ جس شریف انسان کو بچی کی شادی کا مسئلہ درپیش ہو، وہ مہندی کی منت مان کر تصدیق کر لے کہ منت پوری ہوتی ہے یا نہیں ہوتی؟

اگر منت پوری ہو جائے تو پھر اسے اس روایت کی تائید ایزدی تصور کرے۔

### اخلاقی دلیل:

ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ امام مظلوم جہاں دیگر مناصب اعلیٰ کے مالک تھے وہاں وہ اخلاق انبیاء کے مبلغ بھی تھے اور جناب داؤدؑ نے ایک نابالغ یتیم بچے کی شادی صرف اس لئے کی تھی کہ ایک پیوہ ماں کی آرزو کو پورا کرنا وہ اپنا اخلاقی فرض سمجھتے تھے اور ان کے اس فرض کی ادائیگی پر خالق نے مہر جواز اسی صورت میں صادر فرمائی کہ اس بچے کی عمر چالیس سال بڑھادی (اس کی تفصیل مجلس میں موجود ہے)

### تائیدات:

اب یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ اس مسئلہ سے متعلق جہاں دوسری دلائل و تائیدات موجود ہیں، وہاں معصومینؑ کی طرف سے بھی اس ضمن میں ہر دور میں تائیدات منامی (خواب) بھی صادر ہوتی رہی ہیں اور کوئی بھی دور ایسا نہیں رہا ہے کہ جس میں یہ تائیدات منامی (خواب) نہ ملی ہوں۔

اس ضمن میں شاید کوئی یہ سوچے کہ عالم خواب میں معصومینؑ کی زیارت محل توقف ہے تو ان لوگوں سے عرض کروں گا کہ سرور کونینؑ نے فرمایا تھا کہ ☆ من رآنی فی المنام فقد رآنی ....

یعنی جس نے بھی خواب میں ہماری زیارت کی ہے گویا اس نے بیداری میں



زیارت کی ہے، کیونکہ ابلیس اس شکل میں کبھی متشکل نہیں ہو سکتا۔۔۔ اور یہ حدیث متفقہ بین تشیع ہے اور اس پر امامیہ کا اتفاق ہے کہ کسی بھی معصوم کی شکل میں کوئی غیر متشکل نہیں ہو سکتا اور ان کی زیارت عالم خواب و بیداری میں برابر ہوتی ہے، اس پر ہمارے علمائے اعلام نے اپنی کتاب میں کچھ ابواب بھی قائم کئے ہیں اور روایات صادقہ بھی نقل کئے ہیں اور اس پر جناب ابراہیم اور جناب یوسف کے خوابوں سے استدلال بھی کیا ہے۔

اور صاحب دارالسلام علامۃ الجلیل جناب شیخ محمود عراقی نے تو اپنی کتاب غیبت دارالسلام میں منامات (خواب) کا ایک طویل باب بھی قائم کیا ہے، اس لئے جو تائیدات معصومین واقعہ عروسی کے ضمن میں عالم خواب میں حاصل ہوئی ہیں انہیں بھی درست ماننا لازم ہے اور اس واقعہ عروسی کے ضمن میں بہت سے روایات صادقہ اور تائیدات معصومین موجود ہیں اور بہت سی تائیدات تو نقل ہی نہیں ہو سکیں، ہاں بعض علمائے اعلام نے ان تائیدات معصومین کو بطور دلیل کے بیان فرمایا ہے جیسا کہ صاحب نفائس الاخبار ہیں یا علامہ دربندی ہیں تو انہوں نے ان واقعات کو بطور دلیل بھی پیش کیا ہے۔

صاحب نفائس الاخبار لکھتے ہیں:

بدان کہ بعض از علما ابرار زیاد اصرار دارد در کتاب خود براینکہ از برائے قاسم زفاف اتفاق افتاد و خبر مذکور را مد رک حکم قرار داده و از برائے مطلب خود ادلہ اقامہ کردہ ماند، خوند ان ذکرین این قضیہ را در بالای منابر در مجالس علما و تقریر علما را دلیل آورده و دیگر آنکہ شعرا آزاد رقصاید و مرثیاتی ادر ارج نموده اند و دیگر آنکہ متداولست در میان مردم کہ تعزیه قاسم برپا می کنند، بہ تفصیل عروسی و دیگر خواہائیکہ جمیع از علما و دید تک کہ در عالم رویا خدمت حضرت سید الشہداء مشرف شدہ از وقوع این قضیہ ایشان را اخبار فرمود۔



(بحوالہ کتاب نفائس الاخبار صفحہ ۲۹۵)

یہ جاننا چاہئے کہ علمائے ابرار میں سے زیادہ لوگ اپنی کتابوں میں عروسی شہزادہ قاسم کو متفقہ علیہ قرار دیئے جانے پر اصرار کرتے ہیں اور وہ اس روایت کو فیصلہ کن (حکم) قرار دیتے ہیں اور وہ اپنے مطلب و مقصد پر ان چیزوں سے دلائل لاتے ہیں، یعنی ذاکرین کا اس واقعہ کو علمائے اعلام کی مجالس میں برسر منبر پڑھنا اور ان کا انہیں نہ روکنا اس کو اس امر کی صداقت کی دلیل بناتے ہیں دوسری بات یہ ہے کہ شعرا نے اس روایت کو قصائد اور مرثیوں میں منظوم کیا ہے اور عوام شہزادہ پاک کی تعزیتی مجالس کو عروسی کی تفصیل کے ساتھ قائم کرتے ہیں۔ (یہ بھی ایک دلیل صداقت ہے)

کثیر علماء عظام نے دیکھا ہے کہ وہ عالم خواب میں امام مظلوم کی بارگاہ قدس میں مشرف بزیارت ہوئے اور اس واقعہ کی تصدیق چاہی اور سرکار نے اس کی خبر دی۔

(تو یہ بھی اس واقعہ کی صداقت پر ایک ناقابل تردید دلیل ہے)

صاحب اسرار الشہادہ علامہ دربندی نے ایسے روایات صادقہ کا ذکر کیا ہے کہ جن میں واقعہ مذکور کی محصوین کی طرف سے تصدیق و تائید ہوئی ہے۔ پاک وہند کے بعض علمائے عظام کو بھی اسی طرح عالم خواب میں خود محصوین نے اس واقعہ عروسی کو بیان کرنے کی تاکید فرمائی جیسا کہ جناب مولوی ہدایت حسین نجفی اور سید الواعظین سید آغا حسین شاہ صاحب کے نام قابل ذکر ہیں ایسی لاتعداد تائید و احکامات خود ہمارے بزرگوں کو آنمہ ہدیٰ کی طرف سے موصول ہوئی ہیں۔

کچھ لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ خیمہ عروسی تو شاہان قاجار و صفوی نے بنوایا تھا اور یہ کوئی صداقت کی دلیل نہیں ہے میں اُن سے عرض کروں گا کہ شاہان صفوی و قاجار نے جو کام کئے ہیں وہ مراجع عظام کے مشورہ سے کئے ہیں اور شاہان صفوی بھی عرب کی



روایت کو جانتے تھے اس دور کے مراجع عظام بھی قدیم عرب روایات سے کماحقہ واقف تھے، اس لئے انہوں نے اجازت دی اور شاہان وقت نے جملہ عروسی تیار کروایا تھا۔ کیونکہ ہمارے یہاں کے عربی دان لوگ ساری روایات کو ہندوستان و پاکستان کے تناظر میں دیکھتے ہیں اور عرب روایات کو بالکل جانتے تک نہیں ہیں، اس لئے وہ صرف ”کیوں“ اور ”کیسے“ کی طرح کے اعتراض کرتے چلے جاتے ہیں۔

دوستو یہاں تک آپ نے دیکھ لیا کہ ان سارے مراحل میں اس روایت عقد کی توثیق ہوتی ہے اور اسے درست ماننے میں کوئی چیز مانع نہیں ہے سوائے ضد کے اب ہم یہاں چند متفرق اعتراضات کے بھی اجمالی طور پر جواب دینا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ اس کا کوئی گوشہ خالی نہ رہ جائے۔

**اعتراض:**

کچھ مہربانوں نے یہ فرمایا ہے کہ اگر امام مظلومؑ نے اپنے لخت جگر کی شادی ماہ محرم میں کی ہے تو پھر ہمیں سنت امام کے مطابق محرم میں شادیاں کرنا اور خصوصی طور پر روزِ عاشور شادی کرنا جائز ہونا چاہیے تھا، ہمارے لئے ان ایام عزائیں شادی کرنا کیوں حرام مانا جاتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حرمت عمومی کی دو اقسام ہیں۔

(۱) حرمت واقعی (۲) حرمت واقعی و واقعی۔

یعنی ایک چیز کا حرام ہونا کلی طور پر ہوتا ہے مگر ایک چیز ایسی بھی ہوتی ہے کہ جو اصلاً حرام نہیں ہوتی بلکہ کسی واقعہ کی وجہ سے یا کسی دوسری وجہ سے حرام ہو جاتی ہے، جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ شادی کرنا اصلاً جائز ہے لیکن ایک شخص اپنے بیٹے کی شادی کرنا چاہتا ہے اور وہ کسی سعد تارخ کو منتخب کرتا ہے، کسی معصوم کے یوم میلاد کو یا کسی دیگر سعد



تاریخ کو شادی طے ہو جاتی ہے، عین شادی کے روز اس کی والدہ یا والد فوت ہو جاتا ہے یا قتل ہو جاتا ہے تو وہ شادی ملتوی کر دیتا ہے، اور اس پر اس وقت شادی کرنا حرام ہو جاتا ہے کیونکہ والد کی وفات یا قتل کے دن شادی کرنے سے شریعت روکتی ہے، یہ حرمت واقعی ہے نہ کہ واقعی ہے، کیونکہ شادی کرنا واقعی حرام نہیں ہے۔

اسی طرح واقعہ کر بلا سے قبل اس تاریخ کو شادی کرنے کی منع نہیں تھی اور شہنشاہ کر بلا نے بھی یہ شادی کی تھی تو واقعہ ہونے سے پہلے کی تھی، ہاں اگر واقعہ کر بلا کے بعد کسی امام نے روز عاشور شادی کی یا کسی شہزادہ کی شادی کی ہے تو پھر ان کی بات پر غور کیا جاسکتا ہے، مگر ہمارے آئمہ ہدیٰ کا معمول تو یہی رہا ہے کہ ایام عزائم میں ہمیشہ سو گوار رہے، حتیٰ کہ بعض آئمہ ہدیٰ روز عاشور سر بر ہنہ پا بر ہنہ عزاداری فرماتے تھے۔ ان ساری باتوں سے جو بھی ثابت ہو روایت عقد کی نفی نہیں ہوتی۔

### اعتراض:

شادی کی روایات کے بارے میں ایک اعتراض یہ ہوتا ہے کہ اس میں کوئی خلافِ شان کلمات بھی ہیں۔

اس کے جواب میں عرض کروں گا کہ اس روایت کی بنیاد میں قباحت نہیں ہے یعنی شادی ہوئی ہے، اب اس کی تفصیلات میں کچھ دیگر مواد شامل ہو جائے تو اس سے اصل واقعہ کی نفی نہیں ہوتی، جیسا کہ ہمارے سامنے ہر شہید کی شہادت کے واقعات میں حتیٰ کہ تاریخ آئمہ میں بھی کچھ نہ کچھ مبالغہ موجود ہے اور صاحبانِ عقل اس مبالغہ سے صرف نظر کرتے ہوئے اصل بات کو تسلیم کرتے ہیں اور جو خلافِ شان مواد ہے اس کی نفی بھی کر دی جاتی ہے نہ کہ اصل روایت یا واقعہ سے انکار کیا جاتا ہے اور اگر ایسا کیا جائے تو یہ بھی ایک جارہانہ رویہ ہے جو کسی عالم کے شایانِ شان نہیں ہے۔



شادی کی روایت کے اجزا کو میں اپنی مجلس میں بیان کروں گا، یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ ہمارے متقدمین روضہ خوان بعض چیزوں کو اعتباراً بیان کرتے تھے جیسا کہ زخموں کو سہروں کے پھول کہتے تھے، خون آلود سرخ زمین کو بیج کہتے تھے، خون کو مہندی سے تشبیہ دیتے تھے، سنگباری کو دودلہا پر نثار موتی چھاور کرنا بیان فرماتے تھے، تو اعتباراً کو کسی عالم نے کبھی بھی حرام نہیں کہا ہے، یہ ایک طرح کا کنایہ، استعارہ، تشبیہ، اعتبار ہے جو حسن کلام و بیان ہوتا ہے اور یہ محاسن کلام میں شامل ہے۔

سبیل سکینہؑ حیدر آباد لطیف آباد

اعترض:

ہمارے فاضل مہربان اعترض کرتے ہیں کہ بیج کا بنانا درست نہیں ہے۔ اس پر انہوں نے غلیظ تصورات کو پیش کر کے بیج بنانے سے روکنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے جواب میں عرض کروں گا کہ یہ ایک نفسیاتی حربہ ہے کہ کسی اچھی چیز کو بری شکل میں پیش کر دیا جائے تاکہ وہ اچھائی رُک جائے، جیسا کہ میرے سامنے ایک صاحب کسی سے فرما رہے تھے کہ یہ جوشیعوں میں رونے سے نجات کا تصور ہے کہیں یہ عیسائیت سے تو نہیں آیا؟ اور اس کے مقابل جو فاضل شخص بیٹھے ہوئے تھے وہ اس تصور ہی سے انکار فرما رہے تھے کہ ہمارے ہاں رونے پر نجات کا کوئی تصور موجود ہی نہیں ہے کیونکہ یہ تو عیسائیت کا نظریہ ہے اس پر میں نے مداخلت کی اور کہا بھائی صاحب میں تو یہ بھی سوچتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور اس کی وحدت کا نظریہ اسلام میں کہیں یہودیت سے تو نہیں آ گیا کیونکہ اسلام سے پہلے اللہ کو ایک سمجھنے والا مذہب ان کا تھا اور یہ نظریہ ہم نے ان سے چرایا ہے۔

اس پر اس نے کہا کہ ایسا کچھ نہیں ہے، تو میں نے گزارش کی بھائی جو سچائی ہو وہ کسی کی ذاتی جاگیر یا پراپرٹی نہیں ہوتی، کسی مذہب کی ملکیت نہیں ہوتی، اس لئے رونے پر



نجات کا تصور صرف اسلام میں نہیں بلکہ سارے مذاہب میں موجود ہے۔ ایسے نفسیاتی حربوں کو آپ آسانی سے دیکھ سکتے ہیں، جیسا کہ ایک صاحب نے جوش ملیح آبادی کے سامنے نماز کے رکوع و سجود کی ایسی قبیح تصویر بنائی تھی کہ انہوں نے پھر پوری زندگی نماز نہ پڑھی اور کہتے تھے کہ عبادت کا یہ انداز غیر شریفانہ ہے اسی طرح آج کوئی بیچ پر اپنی غلیظ ذہنی گندگی اچھالتا ہے تو یہ گندگی اس کے منہ پر پڑے گی، ہمیں ایک اچھی چیز کو نہیں چھوڑنا چاہئے، کیونکہ اگر گندی ذہنیت سے دیکھا جائے تو ہر اچھی چیز کی ایک بدترین تصویر بنائی جاسکتی ہے، مگر یہ دشمنانہ سوچ تو ہو سکتی ہے، کوئی شیعہ یا عقیدت مند ایسی گندی باتیں سوچ ہی نہیں سکتا۔ انہی اشارات کے ساتھ اجازت چاہوں گا۔

(جعفر نقوی)

## شادی شہزادہ قاسم

عزاداران گرامی!

قدیم عرب کے متعلق تمام مورخین لکھتے ہیں کہ عرب قوم کا معاشرہ بہت بگڑا ہوا تھا ذرا سی بات پر جنگیں شروع ہو جاتی تھیں اور وہ جنگیں صدیوں تک جاری رہتی تھیں، مثلاً عرب کی ایک دشمنی کا واقعہ ہے کہ دو قبائل کے درمیان ایک جنگ اونٹوں کو پانی پلانے سے شروع ہوئی تھی، ایک قبیلہ والے کہتے تھے کہ ہم اونٹوں کو پانی پہلے پلائیں گے اور دوسرے قبیلہ والے کہتے تھے کہ نہیں ہم پانی پہلے پلائیں گے، یہاں سے لڑائی شروع ہوئی جو پورے چار سو سال تک جاری رہی، دونوں طرف سے ہزاروں لوگ مارے گئے، اسی طرح نحوست کے طور پر عرب میں ناقہ بصوص اور براجن کتبیہ مشہور تھی جن کی وجہ سے طویل جنگیں ہوئی تھیں۔ ایسے ہی ایک اور مثال بھی ہے کہ ایک قبیلہ کا

سردار ایک جنگ میں قتل ہو گیا تو اس قبیلہ والوں نے اس کی بیوہ کو قبیلہ کا سردار بنا دیا، ایسے ہی ایک اور قبیلہ کا سردار قتل ہوا تو انہوں نے بھی اپنے سردار کی بیوہ کو سردار بنا لیا۔ ان دونوں سردار عورتوں کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ ہم ایک دوسرے سے اپنی برتری ثابت کریں، دونوں عورتیں اس موقع کی تلاش میں تھیں، ایک دن ایک عورت نے یہ تجویز کی کہ ایک شریک قبیلہ کو دعوت دوں، وہ تمام قبیلہ مع سردار جب مہمان ہوگا تو اس موقع پر اپنی برتری کا کوئی نہ کوئی راستہ تلاش کر لوں گی۔ یہ سوچ کر اس قبیلہ کو دعوت دی گئی، جس وقت وہ قبیلہ آ گیا، باہر دسترخوان لگ گئے، اس میزبان سردار عورت نے اپنی کنیزوں کو کہا کہ جس وقت مہمان سردار عورت میرے خیمہ میں کھانا کھانے کے لئے بیٹھے تو تم نمک دانی اس کے قریب رکھ کر آہستہ سے باہر نکل جانا، اس کی کنیزوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔

جس وقت سب کنیزیں باہر چلی گئیں تو اس میزبان خاتون نے مہمان خاتون سے کہا کہ ذرا یہ نمک دانی اٹھا کر مجھے دے دیں، اس کا مقصد یہ تھا کہ جب یہ نمک مجھے اٹھا کر دے گی تو میں اس سے برتر ثابت ہو جاؤں گی کیونکہ میں نے اس سے نوکرانیوں والا کام لیا ہے، یہ سوچ کر اس نے جس وقت نمک مانگا تو مہمان خاتون نے اٹھ کر چلنا شروع کر دیا کہ اس نے مجھے یہ کیوں کہا ہے کہ مجھے نمک اٹھا دو، میں کوئی اس کی کنیز تھی۔

اس کا یہ شور سن کر مہمان قبیلہ والوں نے تلواریں بے نیام کر لیں اور میزبان قبیلہ کے لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دیا، نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں طرف سے کافی لوگ قتل ہوئے اور پھر کافی عرصہ تک یہ دشمنی باقی رہی۔ (اسرار الشہادت)

ان واقعات سے عرب نسل کی ذہنیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، لیکن معاشرہ



جتنا بگڑا ہوا ہی کیوں نہ ہو اس میں کچھ نہ کچھ تو انہیں ضرور موجود ہوتے ہیں جو صلح اور قیام امن کی انسانی خواہش کا تقاضہ ہوتے ہیں، ایسے ہی عرب میں یہ روایتی قوانین موجود تھے جو ماحول کو از سر نو راہ پر لگا دیتے تھے۔ مثلاً

جو قبیلہ مسلسل جنگوں میں تھک جاتا تھا یا اتنا کمزور ہو جاتا تھا کہ اس میں جنگ کرنے کی سکت نہ رہتی تھی تو اس وقت مخالف قبیلہ والے اس کی کمزوری کو سمجھتے ہوئے آخری حملہ کرتے تھے تاکہ دشمن قبیلے کی نسل ہی ختم کر دی جائے۔ اس نیت سے جب وہ مخالف کو گھیر لیتے تھے اور کمزور قبیلہ یہ محسوس کر لیتا تھا کہ ہم ان کے ساتھ اب نہیں لڑ سکتے اور اگر لڑیں گے تو ہماری نسل ختم ہو جائے گی تو ایسے موقع پر عرب میں دو قانون تھے جس سے صلح ہو سکتی تھی۔

پہلا قانون یہ تھا کہ کمزور قبیلہ فوراً اپنی کسی عورت کو برقع پہنا کر میدان میں بھیج دیتا تھا، وہ عورت آ کر کہتی تھی کہ میں تمہارے دشمنوں کی عزت تمہارے پاس چل کر آئی ہوں، ہمیں معاف کر دو، میں ان کی عزت تمہارے پاس معافی مانگنے کے لئے آئی ہوں، یہ سن کر مخالف قبیلہ فوراً صلح پر آمادہ ہو جاتا تھا کہ اب تو ان کی عزت ہمارے پاس چل کر آئی ہے۔ اب جنگ ختم کر دو۔ (اسرار شہادت)

دوسرا قانون یہ تھا کہ مخالف قبیلہ اگر اپنی کسی عورت کو بھیجنا تو ہیں سمجھتا تھا تو پھر کسی نوجوان کو دولہا بنا لیتا تھا، اس کو سہرے پہنا کر میدان میں بھیج دیتا تھا، وہ آ کر کہتا ہے کہ میں دولہا چل کر آیا ہوں، آج ہماری خوشی کا موقع ہے، تم اسے غم میں تبدیل نہ کرو، میں دولہا منت کرتا ہوں کہ ہمیں معاف کر دو یہ سن کر مخالف قبیلہ والے فوراً معاف کر دیتے تھے بلکہ اس قسم کی معافی مانگنے پر وہ شادی میں شریک بھی ہوتے تھے اور شادی کے اخراجات بھی وہ خود برداشت کرتے تھے۔ (اسرار شہادت)



اس روایت کو عرب میں جناب داؤد نے رائج کیا تھا اور اس کی وجہ ایک واقعہ بنا تھا جس کو ”قصص النادرہ“ اور ”صاحب ریاض القدس“ نے لکھا ہے کہ:-

جناب داؤد نے ایک یتیم بچہ پال رکھا تھا، جس وقت وہ پانچ چھ برس کا ہوا تو انہوں نے اس کی تعلیم و تربیت کا انتظام فرمایا، اس کو درس دینے میں مصروف تھے کہ عین اس وقت جناب عزرائیل نازل ہوئے اور عرض کی کہ جس کی تعلیم کا آپ نے آج آغاز کیا ہے اس کی موت ایک ہفتہ کے بعد واقع ہو جائے گی، اس بچے کو دنیا سے رخصت ہو جانا ہے۔

انہوں نے بچے کو پاس بلایا اور فرمایا کہ شہر کے فلاں تاجر کو ہماری طرف سے پیغام دو اور خواستگاری کرو اور کچھ مال بھی عطا فرمایا، اس بچے نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے تاجر کو پیغام خواستگاری دیا جو اس نے قبول کر لیا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ جناب داؤد نے اپنی قوم کو یاد فرمایا اور انہیں اصل حقیقت سے آگاہ فرمایا کہ خالق کی طرف سے اس بچے کے لئے پیغام اجل پہنچ چکا ہے اور اس کو ایک ہفتہ بعد مر جانا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ جب یہ بچہ پیدا ہوا ہوگا تو اس کے والدین کی خواہش ہوگی کہ یہ جوان ہوگا تو اس کی شادی کریں گے، اس کی خوشیاں دیکھیں گے۔

اب اگرچہ وہ اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں مگر ان کی خواہش کی تکمیل کی خاطر ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی بچی کی قربانی دے، ہم اس نابالغ بچے کی شادی کی رسومات ادا کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اس کے ماں باپ کی یہی تمنا تھی۔ قوم میں سے ایک شخص آمادہ ہو گیا اور اس نے اپنی بچی پیش کی اور شادی کی رسومات ادا ہونا شروع ہو گئیں۔



دوسری طرف انہوں نے اس کے غسل و کفن کا انتظام کرنا شروع کر دیا، جس وقت اس کی شادی کی رسومات مکمل ہو گئیں تو سب لوگ بہت اداس تھے کہ ہفتہ کے بعد یہ بچہ دنیا سے رخصت ہو جائے گا۔

پھر ہوا یوں کہ موعود ہفتہ گزر گیا مگر وہ بچہ زندہ رہا، جب ایک مہینہ گزر گیا تو اس کے بعد جناب داؤد نے جناب جبریل کو یاد کیا اور اُن سے پوچھا کہ ہمارے یتیم بچے کو تو کچھ بھی نہیں ہوا حالانکہ اس کے لئے موت کا وعدہ تھا۔

اس وقت انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کی صفت رحیمیت نے رحمت کو وسیع فرمایا جس کی وجہ سے اس بچے کی موت کو چالیس برس تک ملتوی کر دیا گیا ہے۔

بروایت دیگر اس وقت وحی نازل ہوئی اور خالق نے فرمایا کہ تم نے اس بچے کی خوشیوں کا اہتمام کیا ہے، اس لئے ہم نے مناسب نہیں سمجھا کہ اس کی خوشی کو غم میں تبدیل کریں، ہم نے اس کی عمر چالیس برس بڑھا دی۔ (اسرار شہادت ۲۵۶)

اور اب آپ اُمت کے لئے یہ قانون بنادیں کہ اگر کسی کی شادی ہو رہی ہو تو جتنی بڑی دشمنی ہی کیوں نہ ہو اس موقع پر ان کی خوشی کو غم میں تبدیل نہیں کریں گے یہی قانون عربوں میں صدیوں سے آ رہا تھا، اس لئے امام مظلومؑ نے کربلا میں اتمام حجت کے لئے پاک بھائی کی نشانی کو سہرے پہنائے تھے کہ کل یہ لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ امام مظلومؑ نے صلح کی کوشش نہ کی تھی۔

اب ہم جب سوشل انٹروپالوجی (Social Anthropology) اور (Social Anthology) سوشل انٹھالوجی کے حوالے سے اس رواج کو دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ یہی رواج محمد بن قاسم ہندوستان میں ساتھ لایا تھا، بلکہ تمام عرب نژاد قبائل میں یہ رواج آج بھی موجود ہے کہ کسی خاندان میں جتنا بڑا اختلاف ہی



کیوں نہ ہو، اگر دولہا سہرے پہن کر مخالفین کو منانے جائے تو کوئی انکار نہیں کرتا بلکہ پنجاب میں بھی جو عرب النسل قبائل آباد ہیں ان میں بھی رواج ہے کہ اگر برادری کا کوئی فرد شادی میں شریک نہ ہو رہا ہو تو دولہا کو اس کے پاس بھیج دیا جاتا ہے اور دولہا کو امن و صلاح کا پیامبر سمجھتے ہوئے کوئی خالی واپس نہیں لوٹاتا اور اس کے ساتھ برابری میں شامل ہو جاتا ہے، یہ رواج کسی نہ کسی شکل میں پاکستان کے تمام صوبوں میں موجود ہے، بلوچستان ہو یا سرحد، سندھ ہو یا پنجاب ان کے تمام علاقوں میں دولہا کے ساتھ صلح کا تصور کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔

### شہزادہ قاسم کی شادی:

روز تاسوعا یعنی نو محرم کا دن ہے، سورج شفق کے خون میں غلطان نظر آ رہا ہے، کربلا کی زمین پر نہر علقمہ کی مغربی طرف ملکہ عالمین بی بی کی پاک بیٹیوں کے سات قاتلوں کے درمیان خیام لگے ہوئے ہیں، ان کے باہر اصحاب کے خیام لگے ہوئے ہیں، بعد از نماز عصر اور قبل از غروب آفتاب کا وقت ہے۔

اس وقت عمر ابن سعد ملعون نے جنگ کا آغاز کرنا چاہا، کیونکہ صلح کے تمام مذاکرات ناکام ہو گئے تھے، اس لئے باقی ایک جنگ کا راستہ رہا تھا، اس لئے انہوں نے جنگ کا فیصلہ کیا اور فوجوں کو خیام کی طرف روانہ کیا، اس وقت حضرت عباس عین جوش کے عالم میں خیام میں تشریف لائے اور آ کر عرض کی آقا دشمن خیام کی طرف بڑھ رہا ہے، اب جنگ کی اجازت ہو تو ہم تلوار اٹھائیں شہنشاہ مظلومیت امام حسینؑ نے فرمایا:

☆ ارجع الیہم فان استطعت ابن توخرہم الی غدوة و تدافعہم  
عنا العشیة لعلنا نصلی لربنا اللیلة و ندعوه و نستغفرہ فہو یعلم  
انی کنت احب للصلوة لہ و تلاوة کتابہ و کثرة الدعاء



الاستغفار..... (تاریخ طبری)

میرے بھائی! تم جا کر ابن سعد ملعون سے ایک رات کی مہلت مانگو، آج رات ہم کو بہت سے کام مکمل کرنا ہیں۔

الخصر ایک رات کی مہلت مانگی گئی یا دی گئی، اس بات کی حقیقت کو محترم مصنف نے اپنے ایک قطعہ میں کچھ یوں واضح فرمایا ہے کہ:-

لوگ کہتے ہیں کہ شبیرؑ نے مہلت مانگی  
ذہن میں چھوٹا سا نقطہ ہے، سماتا ہی نہیں

ایک شب کی انہیں سرکاڑ نے مہلت دی تھی  
دینا آتا ہے انہیں، مانگنا آتا ہی نہیں

یہاں پر میں عرض کروں گا کہ جو واقعہ میں یہاں عرض کر رہا ہوں اس کو اکثر صاحبانِ مقتل نے روز عاشور کے واقع میں لکھا ہے، مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ واقعہ دن کا نہیں بلکہ شب عاشور کا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ امن کے تمام مذاکرات کی ناکامی کے بعد اتمامِ حجت کرنا حجت اللہ فی العالمین پر فرض تھا، اس لئے یہ ایک رات کی مہلت جہاں عبادت کے لئے مانگی گئی تھی وہاں اس کی لاتعداد اور مقاصد بھی تھے، ان میں سے ایک اتمامِ حجت کا اہتمام بھی تھا اور یہ بھی تاریخی حقیقت ہے کہ کربلا میں شب عاشور سے لے کر اپنی شہادت تک شہنشاہ کربلا امام حسینؑ نے مسلسل اتمامِ حجت کے عمل کو جاری رکھا، خطبات کے ذریعے، عمل کے ساتھ، رسومات اور قدیم رسم و رواج کے حوالے سے، گویا لمحہ بہ لمحہ اتمامِ حجت کا عمل جاری رہا

(اسرار الشہادت علامہ در بندی اور، ریاض القدس جلد دوم)

اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ واقعہ عقد روز عاشور کا نہیں بلکہ شب عاشور کا ہے اور یہ اس



وقت کا واقعہ ہے جس وقت چراغ خاموش ہونے کے بعد صرف خواص باقی رہ گئے تھے۔ خیام سے باہر کربلا کی زمین پر شاہی قالین بچھا ہوا ہے، اس قالین کے مرکزی مقام پر ایک مسند لگی ہوئی ہے جس پر شہنشاہ کربلا تکیے کا سہارا لے کر تشریف فرما ہیں اور عمومی طور پر سب اصحاب کو اور خصوصی طور پر بنی ہاشم کو آنے والے واقعات و حالات اور شہادت کے بارے میں آگاہ فرمایا جا رہا ہے۔

☆..... یا اہلی و شیعتی اتخذا هذا اللیل جملاً.....

فرماتے ہیں اے میرے پاک گھر کے افراد اور میرے شیعہ ہم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم رات کو ناتہ بنا کر اس پر سوار ہو کر نکل جاؤ، دشمن کو صرف ہماری ذات مطلوب ہے، اس موقع پر ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا:

جناب ابو حمزہ ثمالی جناب امام علی زین العابدینؑ سے روایت کرتے ہیں کہ جس وقت باقی ماندہ اصحاب و انصار میں سے سب نے یہ عرض کی کہ آقا ہم آپ کو بالکل نہیں چھوڑیں گے تو اس وقت شہنشاہ کربلا امام حسینؑ نے فرمایا:

☆ یا قوم انی غداً اقتل و تقتلون کلکم معی ولا تبقی منکم واحدا..... (الخروج والجرارح)

اے میرے جانثار و کل کے دن ہم کو بھی معراج شہادت پر فائز ہونا ہے اور تم سب نے ہمارے ساتھ اس سعادتِ عظمیٰ سے مشرف ہونا ہے اور تم میں سے کوئی ایک بھی شہادت سے محرم نہیں رہے گا، امام مظلومؑ نے جس وقت یہ ارشاد فرمایا تو سب نے حمد و شکر کیا، امام علی زین العابدینؑ فرماتے ہیں کہ اس وقت شہزادہ قاسمؑ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی:

☆ و انا فیمن یقتل؟..... فاشفق علیہ فقال له یا بنی کیف



الموت عندك ..... قال يا عم احلى من العسل..... (کلمات الامام)

آقا کیا میرا نام بھی شہدا کی فہرست میں موجود ہے؟ مظلومؑ کو بلانے فرمایا بیٹا پہلے تم یہ بتاؤ کہ تمہیں موت کیسی لگتی ہے۔

شہزادہ قاسمؑ نے عرض کی حضور مجھے تو موت شہد سے بھی زیادہ میٹھی محسوس ہوتی ہے کیونکہ نوخیز جوانوں کو میٹھی چیزیں بہت زیادہ اچھی لگتی ہیں۔ اس لئے انہوں نے شہد سے زیادہ میٹھی کہہ کر موت کے ذائقے کو لذیذ کر دیا۔

یہ جواب سن کر امام مظلومؑ نے ان کو کوئی جواب نہیں دیا، بلکہ خاموشی اختیار فرمائی، جس کی وجہ سے شہزادہ قاسمؑ نے یہ محسوس کیا کہ شاید ہمارا نام شہدا کی فہرست میں موجود نہیں ہے، اس کے بعد انہوں نے عرض کی کہ آقا میرا نام بھی شہدا میں شامل فرمائیں۔ امام مظلومؑ فرماتے ہیں۔

☆ یا بن الاخ انت من اخی علامۃ واریدان تبقی لی لا تسلی  
بك..... (مقتل طریجی)

کہ تم میرے بھائی کی نشانی ہو، تم ان کی مکمل شبیہ ہو، جس وقت ہمارا دل اپنے بھائی کے لئے اداس ہوتا ہے تو آپ پر نگاہ فرمالینے سے ہماری تمام اداسی دور ہو جاتی ہے، ہم کس دل سے آپ کا نام شہدا میں شامل کریں۔

جناب قاسمؑ حکم امام زمانہؑ سمجھتے ہوئے مایوس ہو کر کچھ دور جا کر زمین پر بیٹھ گئے، ادھر ان کے پانچ بھائی نام لکھوانے حاضر ہوئے اور ان کے نام لکھ لئے گئے، یہ دیکھ کر جناب قاسمؑ کا دل بہت غمگین ہوا اور وہ روتے ہوئے ایک خالی خیمہ میں آ بیٹھے۔

فجلس القاسم منا لما واضعاً راسه علی رکبتہ (مقتل طریجی)

انہوں نے اپنے گھٹنوں پر سر رکھ کر رونے کی پیاس بجھائی، اچانک ان کو خیال آیا



کہ جس وقت بابا امام حسنؑ کا آخری وقت تھا اور میں نے ان کے قدموں پر سر رکھا تھا تو انہوں نے اس وقت ایک تعویذ عطا فرمایا تھا اور حکم دیا تھا کہ جب تمہارا دل بہت غمگین ہو تو اس تعویذ کو کھول کر پڑھنا، مایوسی دور ہو جائے گی۔

یہ سوچ کر شہزادہ قاسمؑ نے بازو سے تعویذ کھول کر دیکھا، وہ تعویذ نہ تھا بلکہ ایک وصیت نامہ تھا اور اس کی عبارت یہ تھی۔

☆ یا ولدی قاسمؑ اوصیک انک اذا رایت عمک الحسینؑ فی طف کربلا وقد احاطت به الاعداء فلا تترك آله وسلم ولا تبخل علیه بروحک وکلما نھاک عن البراز فعاوده لیاذن فی البراز لتخوض فی السعاده الابدی..... (طریحی)

حضرت امام حسنؑ نے لکھا تھا کہ اے میرے لعل ہم تمہیں وصیت فرماتے ہیں کہ جب تم اپنے پاک چچا کو کربلا کے ویرانہ میں مصائب میں مبتلا دیکھنا کہ دشمنانِ خدا و رسولؐ نے انہیں گھیرا ہوا ہو تو اس وقت جہاد سے پیچھے نہ ہٹنا، دشمنانِ خدا سے جنگ ضرور کرنا اور چچا جان سے اپنی جان پیاری نہ کرنا اور ہر صورت میں چچا سے جنت کی اجازت لینا، تاکہ ابدی سعادت ہمیشہ کے لئے تمہارے قدموں میں سر بہ سجود رہے۔  
(اسرار الشہادت)

پہلے تو شہزادہ قاسمؑ رو رہے تھے، جیسے ہی یہ وصیت نامہ پڑھا تو رُخ تاباں پر مسکراہٹ پھیل گئی، خدا جانے کہ ان کو شہادت کتنی پیاری تھی، شہزادہ فوراً اٹھے اور جلدی سے چچا کی طرف روانہ ہوئے۔

ادھر شہنشاہ کربلا کی نگاہ پڑی، لعل کو مسکراتے ہوئے دیکھا تو سمجھ گئے کہ اب کوئی ایسی سفارش لے کر آ رہے ہیں کہ جس کو شاید ہم رونہ کر سکیں گے۔ آپ اپنے خیمہ میں



تشریف لے آئے، شہزادہ قاسم بھی آپ کے خیمہ میں پہنچ گئے جس وقت شہزادہ قاسم قریب آئے تو امام مظلومؑ نے فرمایا کہ کوئی موت کے لئے بھی سفارش کرتا ہے؟ شہزادے نے مسکرا کر وصیت نامہ پیش کیا۔

امام مظلومؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے، رو کر فرماتے ہیں کہ کیا ایسے مشکل وقت میں بھی مجھے بھائی نے آزمایا تھا؟ (اسرار الشہادت)

میں سمجھتا ہوں کہ حضرت امام حسنؑ علم امامت سے یہ جانتے تھے کہ کربلا میں اتمام حجت کے لئے دو لہا بنانے کی ضرورت پیش آئے گی اور اُمت ملعونہ اس دو لہا کو شہید بھی کر دے گی، اس لئے انہوں نے اپنے سب سے پیارے فرزند جناب امیر قاسمؑ کو اس کام کے لئے منتخب فرماتے ہوئے یہ وصیت نامہ بصورت تعویذ ان کو عطا فرمایا اور ساتھ ہی اپنے بھائی کو بھی وصیت فرمائی تھی کہ تم اس موقع پر میرے لعل کو دو لہا بنانا، اس لئے امام مظلومؑ نے فرمایا:

☆ قال يا بن الاخ هذا الوصية لك من ابيك و عندى وصية اخرى من ابيك لى ولا بد من انفاذاها..... (مقتل طریگی)

اس کے بعد فرمایا کہ ایک وصیت تو یہ تھی جو انہوں نے تمہیں فرمائی تھی، ایک وصیت انہوں نے ہمیں بھی فرمائی تھی، وہ بھی ہم کو مکمل فرمانا ہے، یہ فرما کر اپنے خیمہ سے باہر تشریف لائے اور خیام حرم کے اندر جا کر۔

☆ طلب عوناً و عباساً و جميع اهل بيته (مقتل طریگی)

پہلے بھائیوں کو یاد فرمایا، بہن کو بھی یاد فرمایا، جس وقت تمام خاندان جمع ہو گیا تو فرمایا کہ ہم نے ارادہ کیا ہے کہ پاک بھائی کی نشانی کی شادی کا اہتمام فرمائیں، اس کی بیوہ ماں کی آس پوری ہو جائے کہ ایک مرتبہ اپنے شہزادہ کے سر پر سہرے کو دیکھ لیں۔



معظمہ کائنات حضرت زینبؓ نے جناب فضہ کو حکم فرمایا کہ جلدی جا کر ہر خیمہ میں اطلاع دیں کہ آج پاک شبیرؑ کے خیمہ میں جناب امام حسنؑ کے پاک لعلؑ کی شادی ہو رہی ہے، ہر پاک بی بی کو دعوت ہے، آج وقت مختصر ہے اور رسومات بہت زیادہ ہیں، یہ سن کر سب مستورات اپنے خیام سے روتی ہوئی روانہ ہوئیں اور امام مظلومؑ کے خیمہ میں جمع ہوئیں، اس وقت پاک بیبیوں نے آپس میں مشورہ کرنا شروع کیا کہ دلہن کے لئے تو کافی چیزیں درکار ہوتی ہیں، یہاں پر سہروں کے لئے پھول بھی موجود نہیں مہندی ہے تو اس کو تیار کرنے کے لئے پانی موجود نہیں ہے، رسومات ادا کرنے کے لئے وقت نہیں ہے، اب کیا کیا جائے؟

آپس میں مشورہ کے بعد ایک خیمہ کو جو کہ سب خیام کی پشت پر یعنی پاک خیام میں سے بالکل جنوب کی طرف تھا (جو کہ آج بھی موجود ہے) کو مختص فرمایا گیا (سفر نامہ حج) اس خیمہ کو جگہ عروسی قرار دیتے ہوئے خیمہ عروسی بنایا گیا، جس میں پاک دلہن کو بٹھایا گیا، آپ زائرین کرام سے پوچھیں وہ خیمہ آج بھی کربلا میں موجود ہے اس خیمہ کو کافی عرصہ تک تو مستورات جا کر دیکھتی تھیں کہ خیمہ کے پردوں پر مہندی کے نشانات اس رنگ میں موجود رہے کہ جیسے اس خیمہ کے پردے سے کسی نے مہندی والے ہاتھ صاف کئے ہوں، اس خیمہ میں پاک دلہن کو آ کر بٹھایا گیا، پہلا مسئلہ تھا مہندی تیار کرنے کا، اس کی ذمہ داری جناب شریکہ الحسینؑ بی بی نے اٹھائی، انہوں نے ایک برتن میں مہندی لی اور اپنے خیمہ میں تشریف لے آئیں اور اپنی آنکھوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آج مجھے مہندی کے لئے پانی کی ضرورت ہے، کیا اس مشکل وقت میں تم میری امداد کر سکتی ہو؟

حکم ملنے کی دیر تھی، آنکھیں ساون کے بادل کی طرح کھل کر برسیں اور چند لمحوں



میں برتن میں اتنا پانی جمع ہو گیا کہ جس سے بہ آسانی مہندی بنائی جاسکتی تھی۔

صاحبانِ عرفان ذکر جناب سید ذوالفقار علی شاہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جن پاک ہاتھوں کے لئے یہ مہندی تیار کی جا رہی تھی ان کی نسبت سے واقعی یہ پاک مہندی اتنی ہی ذی عز و شرف تھی کہ جسے بنانے کے لئے آپ زمزم یا آب کوثر مناسب ہی نہیں تھا، اس لئے اس پاک مہندی کو نبی زادوں کے مقدس آنسوؤں سے تیار کیا گیا تھا کیونکہ اس سے زیادہ متبرک پانی ممکن ہی نہیں تھا۔

یہی مہندی پاک تھی کہ جس کے متعلق صاحبانِ مقتل لکھتے ہیں کہ شامِ غرباں جب شامی ملائین نے پاک خاندانِ تطہیر کے تبرکات لٹائے گئے تو انہیں یہ مہندی نظر آئی، انہوں نے جس وقت پاک مہندی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو یہ مہندی فوراً رکھ بن گئی تھی، کیونکہ یہ اتنی مقدس مہندی تھی کہ جس کو کوئی غیر معصوم مس نہیں کر سکتا تھا۔

(خصائص الکبریٰ)

پاک دلہن نے اس طرح تیار کی گئی مہندی کو دیکھا تو رو کر فرمایا کہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ یہ مہندی کس طرح اپنے ہاتھوں پر لگاؤں، جبکہ میں یہ جانتی ہوں کہ کچھ دیر بعد میرا سہاگ باقی نہیں رہے گا اور مجھے یہ مہندی آنسوؤں ہی سے اتارنا پڑے گی، پاک دلہن کی یہ بات سن کر مستورات میں گریہ کا کہرام مچا ہوا، دلہن پاک رو رہی تھیں، تمام مستورات بھی رو رہی تھیں سب منت سماجت کر رہے تھے کہ دلہن مہندی لگاؤ، مگر دلہن کی آنکھیں نہیں ساون کے بادل ہیں جو برس رہے ہیں، رو کر فرماتی ہیں کہ مہندی تو سہاگ کی ہوتی ہے کہیں بیوگی کی مہندی بھی کسی نے لگائی ہے؟ جس وقت پاک دلہن نے یہ کہا تو معظمہ کائنات نے پاک دلہن کا سراطرہ چوم کر فرمایا کہ بیٹی جس طرح بھی ممکن ہو صبر کرتے ہوئے یہ رسم ادا کرنے دو کیونکہ ہم سب پر امام زمانہ کے حکم کی تعمیل



واجب ہے، ان کی خواہش کی تعمیل تو ہر حال میں کرنا ہی ہے، پاک دہنؑ نے جس وقت یہ فرمان سنا تو رو کر عرض کرتی ہیں پھوپھی جان! آپ کا فرمان بھی حق ہے مگر میری مجبوریوں پر بھی نگاہ فرمائیں یہ مہندی کی رسم چند گھڑیوں کی رسم ہے، بیوگی کا درزندگی بھر کا ہے، یہ آنسوؤں سے تیار کی گئی مہندی کچھ دیر بعد آنسوؤں ہی سے اُتر جائے گی، مگر اس کا رنگ قیامت تک باقی رہے گا۔

پھوپھیوں کا حکم ماننے ہوئے پاک دہنؑ نے مہندی لگائی، ادھر امام مظلومؑ نے اپنے خیمہ میں اپنی بیوہ بھانج کو یاد کیا، جب وہ تشریف لائیں تو سرکار رو کر فرماتے ہیں:

☆ قال لام القاسمؑ ایس للقاسمؑ ثياب جدد فقالت لا (مقل طریق) بھابھی! مجھے آپ کے یتیم کو دو لہا بنانا ہے، ہر ماں اپنے بیٹے کی شادی کے لئے پہلے سے لباس تیار رکھتی ہے، کیا آپ نے بھی شہزادہ قاسمؑ کے لئے کوئی جوڑا تیار کیا تھا، کیا وطن سے روانہ ہوتے وقت اس کی شادی کے لئے آپ نے کوئی پوشاک بھی ساتھ لی تھی؟ معظمہ بی بی حضرت اُم فروہ سر جھکا کر عرض کرتی ہیں کہ مجھے تو دکھوں نے وقت ہی نہیں دیا کہ میں اس کی شادی کی پوشاک تیار کرتی، میرے پاس تو اس کے لئے ایسا کوئی لباس بھی نہیں ہے جو اس کا پہنا ہوا نہ ہو۔

امام مظلومؑ فرماتے ہیں کہ اچھا آنکھیں صاف کریں، اس موقع پر رونا مناسب نہیں ہوتا، اس کے بعد بہن حضرت زینبؑ کی طرف دیکھا۔

☆ فقال لا خته ایتینی بالصندوق فاتتہ به و وضع بین یدیہ ففتحه واخرج منه قباء الحسنؑ والبسہ القاسمؑ قباء الحسنؑ والف عمامتہ علی راسہ (مقل طریق)

پاک ہمیشہ سے کو فرمایا کہ تبرکات والا صندوق منگوائیں، یہ سن کر پاک بی بی نے



کنیزوں کو حکم فرمایا کہ وہ صندوق فوراً لے کر آئیں، جس وقت وہ صندوق امام مظلوم کے سامنے آیا تو انہوں نے اس صندوق کو کھولا، اس میں سے اپنے پاک بھائی مولا امام حسن کی ایک پوشاک برآمد کی، ہاتھوں میں اٹھا کر آنکھوں سے لگائی، اس کے بعد پاک دولہا بیٹے کو پاس بلایا، بھائی کی پوشاک دولہا کے زیب تن فرمائی، اس کے بعد پاک بھائی کا عمامہ اٹھایا اور دولہا کے سر پر سجایا۔

☆ ثم ان الحسين ثيابه على صورة الكفن و شد سيف بوسط القاسم (اسرار الشہادت)

امام مظلوم نے لخت جگر کو ایسے پوشاک پہنائی جیسے کسی نوجوان کو کفن پہنایا جاتا ہے، کمر کے ساتھ تلوار آراستہ فرمائی، لباس پہنانے کے بعد۔

☆ ثم ان الحسين شق ازياق القاسم و قطع عمامته نصفين و ا ولها على وجهه۔ (اسرار الشہادت)

عمامہ پاک کے سروں پر لگی ہوئی کناری جدا کر دی، پھر ایک طرف سے عمامہ پاک کو کچھ حد تک دو حصوں میں تقسیم کر دیا، اس کے ایک حصہ کے ساتھ تخت الحنک بنائی، دوسرے حصہ کو پیشانی پر ایسے لٹکایا جیسے مقنع باندھا جاتا ہے، اس کی وجہ علامہ در بندی نے یہ لکھی ہے کہ:-

☆ ان تعرفه عرسه بهذه العلامة حين عبور حرم رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وبناته من مصارع القتلى (اسرار الشہادت)

یعنی اس زمانہ میں دولہا کا مقنع ایسے بنایا جاتا تھا اور امام مظلوم نے یہ پسند فرمایا تھا کہ جب خاندان تطہیر کے پاک پردہ دار مقتل میں تشریف لے آئیں تو اس نشانی سے پاک دولہا کو پہچان لیں۔



المختصر جناب قاسم کو دولہا بنانے کے بعد مولا کریم کر بلا کافی دیر تک اپنے یتیم بچے کو سینہ سے چمکا کر گریہ فرماتے رہے، ان کا منہ چوم کر فرماتے تھے کہ کاش آج آپ کے بابا پاک موجود ہوتے اور آپ کو اس رنگ میں دولہا کے روپ میں دیکھتے۔

جگہ عروسی کے سامنے دولہا اور دلہن کی مسند لگائی گئی سامنے دلہن کے جھیز کا سامان رکھا گیا، سب رشتہ داری موجود تھے، سب آنکھیں گریہ کنناں تھیں، جناب غازی نے جناب قاسم کو آکر مسند پر بٹھایا، مظلوم کر بلا نے دریافت فرمایا کہ کیا میری چند گھڑیوں کی دلہن بیٹی دلہن بن گئی ہے؟

جناب معظمہ عالیہ حضرت زینبؓ نے عرض کی کہ آپ کا انتظار ہے، یہ سن کر امام مظلوم دختر کے خیمہ میں تشریف لے آئے۔

فمسك بيد ابنته التي كانت مسماة للقاسم فعقد له عليها (طریگی)

اپنی پاک شہزادی جو پہلے سے ہی شہزادہ قاسم کے نام سے منسوب تھیں، ان کو خیمہ عروسی میں بلوایا گیا، جس وقت وہ دلہن کے روپ میں تشریف لائیں اور امام مظلوم نے پاک بیٹی کو دلہن بنے دیکھا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے، پیشانی پر بوسہ دے کر فرماتے ہیں میری لائق بیٹی تمہارے بابا کی مجبوریاں ہیں ورنہ ان دکھ درد کے حالات میں تمہیں دلہن نہ بناتا، یہ فرما کر پاک شہزادی کا ہاتھ پکڑ کر جیسے دلہن کو سہارا دیا جاتا ہے، ویسے ہی سہارا دے کر خیمہ سے باہر لائے، سب مستورات نے اُٹھ کر استقبال کیا امام مظلوم نے پاک دلہن کو جناب قاسم کی مسند کے ساتھ بٹھایا، اس کے بعد جناب غازی پاک نے خطبہ نکاح ادا فرمایا، یہ ایک عجیب منظر تھا کہ دولہا اور دلہن ایک ساتھ تشریف فرما ہوئے، سراطہر پر قضا کا سایہ تھا، مگر چونکہ حکم امام کے تحت یہ رسوم کرنا تھیں تو دولہا کی پاک والدہ دستور کے مطابق سب مخدرات عصمت کو جھیز دکھانے میں



مصرف تھیں، وہ ایک ایک چیز کو اٹھا کر پہلے آنکھوں سے لگاتیں، پھر چومتی تھیں، اشک غم پلکوں کے بند توڑ کر بہہ رہے تھے اور روکے نہیں رکتے تھے، سب مستورات پوچھتی ہیں کہ آج تو خوشی کا موقعہ ہے آپ کیوں رو رہی ہیں، یہ چند لمحے تو مسکرائیں، پاک بی بی رو کر فرماتی ہیں کہ میں یہ جہیز تو دکھلا رہی ہوں مگر دل میں دوسوہ ہے کہ دلہنوں کے جہیز پر کسی بیوہ کو نہیں آنے دیا جاتا، کسی بیوہ کو سامان کو ہاتھ نہیں لگانے دیتے، یہ میری بہو کا جہیز ہے اور جبکہ میں بیوہ ہوں اس لئے مجھے خوف محسوس ہو رہا ہے اور میں یہ سوچ رہی ہوں کہ کہیں کوئی بدشگونی نہ ہو جائے، میں یہ بھی جانتی ہوں کہ جیسے پاک دلہن کا سہاگ آج کا مہمان ہے، ویسے ہی پاک دلہن کا جہیز بھی آج ہی کا مہمان ہے کیونکہ کل شام غریباں کو شاید کوفہ و شام سے آئے ہوئے لوگ یہ سب کچھ لے جائیں۔ سب مومنین مل کر دعا کریں کہ اس ایک شب کی دلہن کو ابدی خوشیاں نصیب ہوں اور بیوہ ماں شہزادہ قاسم کی خوشیاں دیکھ کر شاد ہوں، امام زمانہ کے سائے میں دولہا اور دلہن کی شادی کے شگن دوبارہ ادا کئے جائیں اور شادی کی یہ خوشیاں ابد الابد تک منائی جاتی رہیں۔

﴿ آمین یا رب العالمین ﴾

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ عَجِّلْ فَرَجَهُمْ  
بِقَائِمِهِمْ عَجِّلْ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيفَ وَصَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ اَجْمَعِیْنَ



باب ۷.....

## حضرت قاسم کا تذکرہ اردو شاعری میں

مرثیے در حال حضرت قاسم

مرزا دکنی

مرزا تخلص، ابوالقاسم نام، ساکن گول کنڈہ۔ گول کنڈہ کا آخری سلطان تانا شاہ کا  
درباری شاعر تھا۔ مرثیہ کہنے میں کافی شہرت اور مقبولیت حاصل کر لی تھی۔ میر حسن نے  
بھی اپنے تذکرے میں اس مرزا کا ذکر کیا ہے۔

مرزا نے حضرت قاسم کے حال کا طویل مرثیہ کہا ہے:-

کہو قصہ شجاعت کا سو قاسم کی شہادت کا

یزیداں کی عداوت کا کہو یاراں صدا صد حیف

مرزا نے اس مرثیے میں ازرق سے حضرت قاسم کی جنگ کا تفصیلی حال نظم کیا ہے۔

سفارش حسین رضوی لکھتے ہیں:-

”مرزا نے میر انیس کے جناب قاسم کے حال کے مرثیے کی، جس کا مطلع ہے:-

پھولا شفق سے چرخ پہ جب لالہ زار صبح

داغ نیل ڈیڑھ پونے دو سو برس پہلے ڈال دی تھی۔ میر انیس کے مرثیے کی عمارت



اس بنیاد پر تعمیر ہوئی ہے۔ (اردو مرثیہ صفحہ ۱۰۴)

## اصغر دکنی

اصغر بھی ایک قدیم مرثیہ گو ہے، حضرت قاسمؑ کے حال میں اس کا مرثیہ مشہور ہے:-

جب چڑھے لڑنے کوں قاسمؑ تب کہہ درو دلھن  
اے نجومی سانچ کہہ کس وقت پر لا گئے لگن  
تھے کھڑے کیسے یو مجھ کوں چھوڑ گئے امین حسنؑ  
نخت چڑھتے بخت اُلٹے یہ ہوا کیسا شگن

## تحقیق دکنی

یہ بھی ایک قدیم مرثیہ گو ہے۔ حضرت قاسمؑ کے حال میں تحقیق کا ایک مرثیہ دستیاب ہے۔

قاسمؑ اس رن میں بنا بن کے چلا جاتا ہے  
تار سہرے کے دیکھو سر میں چھڑا جاتا ہے  
بولے یو بیوہ دولھن دولھا میرا جاتا ہے  
گھر عروسی کا دیکھو ہائے لوٹا جاتا ہے

## فتح اللہ دکنی

یہ بھی ایک قدیم مرثیہ گو ہے۔ فتح اللہؑ نے بھی ایک مرثیہ حضرت قاسمؑ کے حال میں کہا ہے:-

دن بیاہ کے شامیاں نے قاسمؑ بنے کوں مارا  
بستا جو گھر حسنؑ کا کر ظلم سوں اُجارا

دھن نے توڑ سہرا سر پیٹ یو پکارا  
کہوں میں چھوڑ مجھ کوں دولہا کہاں سدھارا

## فضل علی فضلی دہلوی

محمد شاہ بادشاہ دہلی کے عہد میں فضلی نے فارسی ”روضۃ الشہداء“ کو ”کر بل کتھا“ کے نام سے اردو نثر میں تحریر کیا ہے۔ یہ واقعہ کر بلا پر لکھی گئی عمدہ کتاب ہے دہلی کے نثری ادب میں اردو کی پہلی کتاب ہے۔ فضلی مرثیے بھی کہتے تھے۔ ”کر بل کتھا“ میں شہادتِ حضرت قاسمؑ پر ایک مجلس موجود ہے جس میں حضرت قاسمؑ کے حال کے مرثیے بھی ہیں:-

حیف اے قاسمؑ ، اب نلگن تیرا اور شوانی وُو پیر ہن تیرا  
تس پہ ہوتا ہے اب مرن تیرا پیر ہن ہووے ہے کفن تیرا  
میرے بھائی حسنؑ کے جیو جگر اب چلا توں چچا کے تیں تچ کر  
اے بھتیجے تیرے چچا اوپر آکھڑا ہے گا دوکھ کٹھن تیرا  
واری ماں پیٹتی ہے تجھ پہ پڑی کہتی یہ کیا مصیبت آئی بڑی  
اے بچے ، تجھ بن ایک ایک گھڑی دو بھر ہوئی ، ہائے ، بالین تیرا

## علی قلی ندیم دہلوی

علی قلی ندیم، دہلی کے رہنے والے تھے، میر مسکین دہلوی کے شاگرد تھے، ندیم نے ایک مرثیہ حضرت امام حسنؑ کی شہادت پر کہا ہے جس میں یہ شعر بھی ہے:-

نئی نسبت میں شاہ قاسمؑ کا  
سر جدا تن سے یا حسنؑ دیکھو



## میر عبداللہ مسکین دہلوی

میر عبداللہ مسکین دہلی کے رہنے والے تھے، محمد شاہ، بادشاہ دہلی کے عہد میں مشہور مرثیہ گو تھے۔ خاصی تعداد میں مرثیے کہے ہیں۔ حضرت قاسمؑ کے حال میں ایک مرثیہ بہت مشہور ہے:-

جب کہ قاسمؑ نے پہن گلے میں شہانہ باگا  
باندھ سر سہرا چلا بیاہنے شب کا جاگا  
موت کی آنکھ میں کیا خوب یہ نوشہ لاگا  
ہو کے خوش وقت لگی کہنے بدھاوا گاگا

یہ شہادت کی تمھیں آن مبارک باشد  
شادی مرگ مری جان مبارک باشد

## شاہ نجم الدین آبرودہلوی

آبرودہلوی، سراج الدین علی خاں آرزو دہلوی کے شاگرد تھے ۲۰ دسمبر ۱۷۷۲ء میں وفات ہوئی۔ مرثیے بھی کہے ہیں۔ ایک مرثیے میں حضرت قاسمؑ کا ذکر اس طرح کیا ہے:-  
قاسمؑ نے دیکھا قصد لڑائی کا شاہ کا تنہائی اُن کی اور ہجوم اس سپاہ کا  
مارا جگر کے درد میں نالہ اک آہ کا دامن پکڑ اس اوج حقیقت کے ماہ کا  
معروض اس طرح سے کیا ماجرا کے تئیں

کے شاہ میرے باپ کے قائم ہوتم مقام ہم کو تمھاری ذات کا ہے آسرا تمام  
تم سے ہمارا چھوٹا دنیا میں ہے حرام رخصت قتال کی مجھے اول دو یا امام  
یہ آرزو ہے جیو میں تمھارے خدا کے تئیں

قاسمؑ کی بات سُن کے یہ رویا بزرگوار کائے جان تو امام حسنؑ کا ہے یادگار



کرتا ہوں اپنے بیٹوں سے تجھ کو زیادہ پیار رخصت نہیں تجھے کہ کرے جا کے کارزار  
گھر بیٹھ چاہتا ہے جو میری رضا کے تئیں

### میر محمد علی محبت دہلوی

محبت دہلوی، سودا دہلوی کے ہم عصر تھے، دہلی سے حیدر آباد دکن چلے گئے تھے۔  
سالار جنگ میوزیم حیدر آباد دکن میں اُن کے مرثیوں کی بیاض موجود ہے۔ دوسری  
حضرت قاسم کے حال کے بھی ہیں ایک مرثیے کا مطلع ہے:-

غمگین ہو، چڑھا بیاہ پہ یہ کس کا بنا ہے  
نوبت بگی ماتم کی یہ کیوں؟ سہرا کھلا ہے  
یہ کیسا ہے دولہا، کہ کفن سر کو بندھا ہے  
دولہن کے چلا گھر کو یا اب گور چلا ہے

موت مشاطہ ساتھ ہے، لینے والی جان  
قاسم اب دن بیاہ کے چلے ہیں قبرستان

دوسرا مرثیہ ہے:-

ہائے قاسم کی سواری رن میں پہنچی جس گھڑی  
لینے سرسم دھگانا یک بیک موت آؤڑی  
چاند سے منہ پر لگی تروار جیوں گل کی چھڑی  
ہولہو کی دھارتھی، دولھے کے سہرے کی لڑی

### مرزا محمد رفیع، سودا دہلوی

سودا دہلوی نے شاعری کی ہر صنف میں اپنی طبیعت کی جودت و ندرت کے نمونے  
پیش کئے ہیں، مرثیے بھی خوب خوب کہے ہیں۔ آصف الدولہ کے عہد میں لکھنؤ آئے،



آغا باقر کے امام باڑے میں لکھنؤ کی سرزمین پر محو خواب ہیں۔ سودا نے حضرت قاسم کے حال کے متعدد درشے کہے ہیں لیکن مندرجہ ذیل مرثیہ بہت مشہور ہیں:-

مطلع

یارو ستم نو یہ سُنو چرخ کہن کا      ٹھانا ہے عجب طرح سے بیاہ ابنِ حسن کا  
خنجک یہ کچھ باندھا ہے دو لہا سے دھن کا      جو تار کفن کا ہے سو ڈورا ہے لگن کا

مطلع

کیا کروں شادی قاسم کا میں احوال رقم      واسطے دیکھنے کے آری مصحف جس دم  
بیاہ کی رات رکھا تخت پہ نوشہ نے قدم      گائے تقدیر و قضا نے یہ بدھا وے باہم  
قاسم مرگ جو انانہ مبارک باشد  
جلوہ شمع بہ پروانہ مبارک باشد  
کپڑے بنے تھے جو پہننے کے لیے بیاہ کی رات      کیا گھڑی تھی وہ کہ نوشکی ہوئی قطع حیات  
یوں بدھا تھا کہ سیٹے جائیں کفن دوز کے ہات      شہ نے پہنے تو کہا موت نے کرتلیماں  
بہ قدرت خلعت شاہانہ مبارک باشد  
جامہ پرخون شہیدانہ مبارک باشد

میر تقی میر

میر تقی میر کی زندگی خود ایک مرثیہ تھی، آصف الدولہ کے عہد میں لکھنؤ پہنچے تو رونا رلانے کے لیے مرثیہ ہاتھ آگیا، مرثیوں کا مجموعہ شائع ہو چکا ہے۔ ایک مرثیہ شہادت حضرت قاسم پر بھی کہا ہے:-

قاسم کی شادی اُس دن رچائی      جس دن کہ شہ سے کچھ بن نہ آئی



دلہن نے سے ایسی بنائی وہ بزم جن نے ساری رُلائی  
 بھائی نہ تھے جو ہوتے براتی بزمِ عروسی رونق بھی پاتی  
 سو تو جلائی ہر اک نے چھاتی آگے ہی جا جا گردن کٹائی  
 دولہا اگر تھا ظاہر نویلا لیکن نہایت بیکس ، اکیلا  
 بابا کا مرنا اس طور جھیلا طاقت سے آگے ایذا اٹھائی  
 بابا ہوا تھا ہو کر کے مسموم شفقت ، عنایت ، غیروں سے معلوم  
 ایک جو چچا ہے سو بھی ہے مظلوم ڈھونڈھے ہے اپنے عم سے رہائی

### خلیفہ محمد علی سکندر دہلوی

جن قدیم مرثیہ نگاروں نے شہرت عام پائی اُن میں سکندر کا نام اہم ہے۔ ۱۸۰۰ء  
 میں وفات ہوئی۔ اُن کے مرثیے دو سو سال گزرنے کے باوجود مقبول عام ہیں۔ اُن کا  
 ایک مرثیہ حضرت قاسمؑ کے حال کا بہت مشہور ہے:-

بیاہ کے دن سر قاسمؑ پہ جو تیغا لاگا  
 کٹ کے سہرا جو گرا کھل گیا منہ کا آگا  
 دیکھا نوشہ کے لوہو کا جو سوہا باگا  
 ہو کے قربان قضا بولی بدھاوا گاگا

دن شہادت کے تمھیں آن مبارک باشد

جلوۂ موت مری جان مبارک باشد

سکندر کا ایک مرثیہ اور حضرت قاسمؑ کے حال میں مریع ہے جس میں ۳۴ بند ہیں:-

بنے قاسمؑ کے سر سہرا بندھا کے



## خادم علی خادم دہلوی

خادم دہلوی، میر تقی میر کے شاگرد تھے، عہد آصف الدولہ میں دہلی سے لکھنؤ آ گئے تھے۔ اُن کا ایک مرثیہ درحال حضرت قاسمؑ، علی گڑھ یونیورسٹی میں موجود ہے:-

”قاسمؑ بنزار خست ہو کر جب میداں کی طرف چلا“

شیخ غلام ہمدانی مصحفی امر وہوی

مرثیہ

کبرآنہ کیوں کر آپ کو صرف بکا رہے ابنِ حسنؑ جب اس سے منھا اپنا چھپا رکھے  
کیوں اے فلک روا ہے یہی نکتہ کے اس آستین چاک کو معجز کے واسطے

دوٹھا کے غم سے رو رو کے دلہن ہو یوں ہلاک ڈالیں براتی خانہ ماتم میں سر پہ خاک  
سہرا بنے تیار گریبان چاک چاک قاسمؑ بنے سے سروسیم بر کے واسطے

مرزا گدا علی گدا

مرثیے درحال حضرت قاسمؑ

- ۱۔ جب دیا میدان کا قاسمؑ کو حضرت نے جواب بند ۴۹
- ۲۔ جب مادرِ قاسمؑ نے قاسمؑ کو بنا دیکھا بند ۳۹
- ۳۔ ماں نے جب کبرآ کو مسند پر بٹھایا مومنو بند ۳۳
- ۴۔ میں برات کو کہوں اے یارو یا میت کا ساتھ بند ۳۷
- ۵۔ جب حنا بندی کی آئی رات مہر و ماہ کی بند ۳۱
- ۶۔ جس کا کنبہ خاک و خوں میں لوٹا ہوا ہے بند ۴۰



گدا..... مرثیہ (بند ۴۰)

جس کا کنبہ خاک و خوں میں لوٹا ہو ہائے ہائے

قصہ کوتہ جب وہ دولہا ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا

اور گرا میدان میں گھوڑے سے وہ نکتھرا

وہ چچا لاش اس بنے کی اپنی چھاتی سے لگا

لے چلا جب گھر کی جانب پیٹتا روتا ہوا

دیکھا کیا ڈیوڑھی پہ ماں اُس کی چودھویں کے ماہ کی

منتظر با چشم تر بیٹھی ہے اس نوشاہ کی

میر حیدر کی

۱۔ شادی کہوں میں اس کو ماتم کی آج رات

۲۔ مومنورن میں مچی جب شادی ابنِ حسنؑ بند ۳۵

۳۔ یار وہ شادی کہ جس میں نالہ و فریاد ہو بند ۳۷

سلام

دیکھ کر شادی قاسم کو یہ کہتا تھا ہر اک اس طرح کا بھی کہیں بیاہ بھلا ہوتا ہے

یہی کچھ رسم ہے ہوتی کہ دلہن ننگے سر اور سر دولہا کا نیزہ پہ چڑھا ہوتا ہے

حیدر کی..... مرثیہ

اُٹھ کے تب قاسم کی ماں نے اپنی چھاتی سے لگا بیاہ کا جوڑا جو وہ بیکس بدن پر پہنے تھا

پھاڑ کر اس کو دیا شکل کفن اس دم پہنا پھر سپر تلوار بندھوا ہاتھ میں نیزہ دیا

اور کہا یوں شاہ سے کچھ عرض کرنے آئی ہوں

آپ کے اکبر کا فدیہ اپنا قاسم لائی ہوں



## احسان لکھنوی

مرثیہ (بندہ ۳۰) در حال حضرت قاسم

چین نہ دن کو ہے نہ رات کو آرام ہے  
 سُن کے یہ شبیرِ واں شور مچانے لگے پھینک کے پگڑی کے تیں خاک اُڑانے لگے  
 دیکھ کے کبریا کا منہ آنسو بہانے لگے جس گھڑی قاسم کی آلاش اُٹھانے لگے  
 ماں نے یہ اس کی کہا ہیں مری گودی پلے  
 اے مرے صاحب مرالال کہاں لے چلے

## مرزا پناہ علی بیگ افسردہ

مرثیہ در حال حضرت قاسم

- ۱۔ بیاہ ہے قاسم بنے کا مومنوں زاری کرو بندہ ۳۱
- ۲۔ جنت چلا ہے قاسم لے کر برات اپنی بندہ ۳۲
- ۳۔ اے فلک کیسا ترے دور میں یہ بیاہ ہوا بندہ ۲۵

مرثیہ

کیوں حنائی در و دیوار ہیں ویران سبھی سُرخِ خون تو مخفی ہے بظاہر سبزی  
 کیا حسنِ سیدِ مسموم کے گھر ہے شادی کون دولہا ہے بنا، کون بنی بیوہ بنی  
 کس کا یہ تحفہ گلزار لُٹا شادی میں  
 کس کی مہندی تھی جو یہ خون بہا شادی میں

افسردہ... مرثیہ

قاسم یہ لگے کہنے کہ اے بھینا کہوں کیا تلواریں سے لکڑے ہو اس پر مرے سہرا



گردن ہے قلم میری میں ہوں خون میں ڈوبا      تھا موت کا حیلہ وہ میرا بیاہ کہاں تھا  
 کہیو مری دلہن کو نہ رووے مرے غم سے  
 دے صبر خدا جلد اُسے اپنے کرم سے  
 سلام..... افسردہ

جیسا قاسم گیا بن بن کے بنا تھا بن میں  
 ایسا دولہا کوئی دنیا میں بنایا نہ گیا

لاش قاسم سے کہی مادر قاسم نے یہ بات      کیوں تری فصل بہاری گل رعنا نہ رہی  
 غنچے باغوں میں چٹکتے ہیں پڑے تم ہو خوش      کیوں زباں اے مرے گرو تری گویا نہ رہی  
 یہ کہتے تھے قاسم کے لاشے سے اکبر      کہ لو ہم بھی مُلکِ عدم دیکھتے ہیں  
 لاش قاسم کی دیکھی حسن نے جب کہ آکر      پار ہیرے کی دل سے کئی تھی کر بلا میں  
 آج قاسم کیسو یہ بیاہ کیو موری بٹیا کو بن میں تباہ کیو  
 آپ جنت کی تو راہ لیو گلے پھولن ڈار کے ہار گنیو

دلگیر کے مرثیے

درحال حضرت قاسم

- ۱۔ جب قاسم اپنی ماں سے رخصت طلب ہوا      بند ۵۱ جلد پنجم
- ۲۔ جب عزم ہوا بہرِ وفا ابنِ حسن کا      بند ۶۱ جلد پنجم
- ۳۔ جب قاسم نوشاہِ گرا خانہ زیں سے      بند ۵۳ جلد اول



- ۴۔ جب کربلا میں شادی ابنِ حسن ہوئی بند ۳۷ جلد سوم
- ۵۔ جب مادرِ قاسم نے سنا آتی ہے زینبؓ بند ۴۳ جلد اوّل
- ۶۔ جب کہ قاسم نے چچا جان کو تنہا دیکھا بند ۳۴ جلد سوم
- ۷۔ جس دم شہِ مظلوم گرے گھوڑے سے رن میں بند ۴۰ جلد پنجم
- ۸۔ جب لے چلے شہِ قاسم ناشاد کا لاشہ بند ۴۳ جلد چہارم
- ۹۔ جب چاہی رضا مرنے کی قاسم نے چچا سے بند ۴۴ جلد چہارم
- ۱۰۔ حسینؑ نے جو حسنؑ کی ادا وصیت کی بند ۶۰ جلد اوّل
- ۱۱۔ سرسبز جب بہشت میں ابنِ حسنؑ گیا بند ۵۰ جلد دوم
- ۱۲۔ عقد کبرّا سے ہوا جب قاسمؑ نوشاہ کا بند ۴۵ جلد دوم
- ۱۳۔ فاطمہ کبرّا جو بنائی بنی بند ۴۳ قلمی
- ۱۴۔ قاسمؑ نے چچا سے جو اجازت طلبی کی بند ۳۸ جلد چہارم
- ۱۵۔ کہہ دی یہ خبر آکے کسی نے جو دلہن سے بند ۴۶ جلد چہارم
- ۱۶۔ میدان کی مانگی جو رضا ابنِ حسنؑ نے بند ۵۴ جلد پنجم
- ۱۷۔ میدان سے لاش آئی جو فرزندِ حسنؑ کی بند ۵۲ جلد پنجم

مرثیہ (بند ۴۷) جلد اوّل

اے مومنو بن بیٹوں کی جب ہو چکی زینبؓ

اس شان سے فرزندِ حسنؑ رن میں چلا تھا اک سبز عمامہ سرِ اقدس پہ بندھا تھا  
وہ شملہ جو چھوڑا تھا سو کا ندھے پہ پڑا تھا گردانے ہوئے شان سے دامانِ قبا تھا

تحت الحنک اس وضع سے مکھڑے پہ پڑی تھی

بدلی سی بس اک چاند کے پہلو میں لگی تھی



مرثیہ (بند ۵۵)

جلداؤل

جب دشتِ کربلا میں شہادت کی شب ہوئی  
 آپس میں دنوں بھائی تھے یہ کہہ رہے ابھی جو اُن کی آنکھ چہرہ قاسم پہ پڑ گئی  
 دیکھا شگفتہ جوں گلِ خنداں ہے وہ جری گویا کہ اُس کو رن کی اجازت ہے ہل چکی  
 کرتا ہے سجدہ، سجدے سے جب سر اٹھاتا ہے  
 گردوں کی سمت دیکھتا ہے مُسکراتا ہے

مرثیہ (۶۰ بند)

حسینؑ نے جو حسنؑ کی ادا وصیت کی  
 کہا یہ مادرِ قاسمؑ نے اور کیا نالہ گیا حضورِ حسنؑ میری گود کا پالا  
 شہیدِ راہِ خداِ فدیہٴ شہِ والا مرا جری پسر از رِق کا مارنے والا  
 مرا حسینؑ پسر اور مرا دلیر پسر  
 غزالِ چشم مرا لال اور شیر پسر

مرثیہ (۳۶ بند)

جب مادرِ قاسمؑ نے سنا آتی ہے زینبؑ  
 جب ڈیوڑھی پہ پہنچی بنے قاسمؑ کی سواری ماں اُس کی جو پردے سے لگی کرتی تھی زاری  
 سروڑ کو جو دیکھا تو یہ کہنے لگی واری کیوں بھر گئی خوں سے ہوئی کیا شکل تمھاری  
 اس لاڈ لے کو میرے یہ کیا ہو گیا رن میں  
 ہاں رات کا جاگا تھا سو یہ سو گیا رن میں



مرثیہ (۵۳ بند)

جب قاسم نوشاہ گرا خانہ زیں سے  
 جب قاسم نوشاہ گرا خانہ زیں سے اور شہ کو پکارا وہ اک آوازِ حزیں سے  
 گھوڑے کی عنال چھٹ گئی دستِ بدہ دیں سے جاتے ہی اٹھایا اُسے رورو کے زمیں سے  
 تھے خاک کبھی پوچھتے چہرے سے بنے کے  
 آنکھوں کو کبھی ملتے تھے سہرے سے بنے کے

مرثیہ (۴۵ بند)

عقدِ کبریا سے ہوا جب قاسم نوشاد کا  
 مادرِ ابنِ حسن نے یوں کئے رورو کے بین تم پہ انماں ہو صدقے اے حسن کے نورِ عین  
 تم چچا کے عاشق اور عاشق تمہارے ہیں حسین حق تعالیٰ نے بنایا کیا ہے عشقِ جانبین  
 شکر ہے آگے ہمارے صدقے عتوں پر ہوے  
 جان دے کر اپنی پیارے صدقے عتوں پر ہوے

مرثیہ (۵۰ بند)

سر سبز جب بہشت میں ابنِ حسن گیا  
 ارزق کو تو نے مارا جو اے غیرتِ قمر زہرا گری تھی شکر کے سجدے کو خاک پر  
 تھا ایک تو حسین کی تعلیم کا اثر زہرا کی یہ دعا سے ہوئی تھی تری نضر  
 سر مگھ جو تجھ سے وہ صفتِ فیل ہو گیا  
 ہر تیر اُس کو ریزہ بچیل ہو گیا

مرثیہ (۳۷ بند) جلد سوم

جب کربلا میں شادی ابنِ حسن ہوئی



قاسم قدم پہ شاہ کے یہ کہہ کے گر پڑا      کیا مانگوں میں ہے آپ نے سب کچھ مجھے دیا  
یہ آرزو مری ہے یہی بس ہے التجا      بابا تمھاری محجو غلامی میں دے گیا

زہرا کی آپ محجو غلامی میں دیتے

مرنے کی رخصت آپ سلامی میں دیتے

مرثیہ (بند ۳۴) جلد سوم

جب کہ قاسم نے چچا جان کو تنہا دیکھا

جب کہ قاسم نے چچا جان کو تنہا دیکھا      اور اُس شاہ پہ اک حادثہ برپا دیکھا

موج زن دشت میں اک خون کا دریا دیکھا      قبضہ تیغ کی جانب بہ تمنا دیکھا

دل سے رورو کے کہا اب تجھے کیا کرنا ہے

زندگانی کی تمنا ہے کہ اب مرنا ہے

مرثیہ (بند ۳۸)

قاسم نے چچا سے جو اجازت طلبی کی

قاسم نے چچا سے جو اجازت طلبی کی      حالت ہوئی تغیر بہت سببِ نبی کی

شدت نظر آئی جو اُسے تشنہ لبی کی      تقریر تھی یہ سببِ رسولِ عربی کی

دانستہ گرفتارِ بلا ہوتے ہو قاسم

اس وقت میں کیوں مجھ سے جدا ہوتے ہو قاسم

مرثیہ (بند ۴۶) جلد چہام

کہہ دی یہ خبر آ کے کسی نے جو دلھن سے

پھر مادرِ قاسم نے یہ شبیر سے پوچھا      صدقے گئی بیٹا مرا کچھ خوب لڑا تھا

گھبرایا تو رن میں نہیں کم سن مرا بیٹا      پانی کی طرف تو نہیں اس پیاسے نے دیکھا



زخمی وہاں سردار بھی دوچار کیئے تھے  
بڑھ بڑھ کے مرے لعل نے کچھ وار کیئے تھے

مرثیہ (۴۳ بند) جلد چہام

جب لے چلے شہ قاسم ناشاد کا لاشہ  
ڈیوڑھی پہ کھڑا روتا تھا زہرا کا وہ جایا  
فصّہ نے غرض خیمے کا پردہ جو اٹھایا  
اس شکل سے زینب کو برادر نظر آیا  
یعنی کہ ہے سر تابہ قدم خوں میں نہایا  
اور گھوڑے پہ ہے قاسم ناشاد کا لاشہ  
شہ روتے ہوئے لاتے ہیں داماد کا لاشہ

مرثیہ (۴۴ بند) جلد چہام

جب چاہی رضا مرنے کی قاسم نے بچا سے  
دلگیر کا یہ مرثیہ حالات حضرت قاسم کے موضوع پر بہترین مرثیہ ہے، میر انیس اور  
مرزا دبیر اگر اس مرثیے پر اپنی توجہ مرکوز کر دیتے تو حضرت قاسم کے حال کے تمام  
مرثیوں کا رنگ ہی کچھ اور ہوتا۔ زیادہ تر مرثیوں کا موضوع شادی قاسم یا ازرق سے  
لڑائی ہے۔ دلگیر کا یہ مرثیہ حضرت قاسم کی سیرت و کردار سے متعلق ہے اور اس موضوع  
پر یہ واحد مرثیہ ہے:-

قاسم نے کہا آپ یہ کیا کہتے ہیں حضرت  
کب اُن کو گوارا ہے کہ ہو آپ پہ آفت  
ہیں دیر سے لتاں تو مجھے دے چکیں رخصت  
یا شہ میری اماں ہیں بڑی صاحبِ غیرت  
سوار ہیں فرما چکی مجھ خستہ جگر سے  
مرنے کی رضا مانگ محمدؐ کے پسر سے



## سید عبداللہ ناظم لکھنوی

مرثیے درحال حضرت قاسم

۱۔ جس گھڑی قاسم بنا خون میں غلطاں ہوا بند ۳۴

### میر خلیق

درحال شہادت حضرت قاسم

- ۱۔ قاسم بنا مسند پر جب بن کے بنا بیٹھا بند ۳۴
- ۲۔ جب کھائی سناں سرو ریاض حسنی نے بند ۲۰
- ۳۔ رن کی جب قاسم و عباس نے رخصت پائی بند ۳۶
- ۴۔ مومنو آئی جو اولادِ حسن کی باری بند ۴۴
- ۵۔ جب جنگ کے میدان میں کام آچھے قاسم بند ۶۳
- ۶۔ جب قصد کیا قاسم نوشاہ نے رن کا بند ۶۰
- ۷۔ حق نے دیا قاسم سا جو فرزند حسن کو بند ۳۷
- ۸۔ شادی سے فراغت ہوئی جب ابنِ حسن کو بند ۳۶
- ۹۔ مہندی کی آج قاسم نوشہ کی دھوم ہے بند ۳۹
- ۱۰۔ قاسم نے کہا ماں سے بنا دیکھ بنی کو بند ۳۹
- ۱۱۔ جس گھڑی رن کی رضا شاہ نے دی قاسم کو بند ۴۰
- ۱۲۔ جب لاش کو نوشاہ کی شہ لے چلے گھر سے بند ۳۶
- ۱۳۔ قاسم بنا جہان سے جب کوچ کر گیا بند ۳۶
- ۱۴۔ جب تیغ چلی سرو گلستانِ حسن پر بند ۴۰



۱۵۔ رن میں جب شبیر کے انصار سب مارے گئے بند ۴۰

۱۶۔ جنگ میں قاسم نوشاہ نے جب نام کیا بند ۳۹

۱۷۔ جب وادی جنگاہ میں کام آچکے قاسم بند ۵۰

۱۸۔ رن میں باندھے ہوئے سہرے کو جو آئے قاسم بند ۴۱

۱۹۔ مہندی کی آج قاسم نوشہ کی دھوم ہے بند ۳۹

میرخلیق (۴۰ بند)

جب تیغ چلی سرو گلستانِ حسن پر سر تا بقدم زخم کھلے گل سے بدن پر

طاری ہوا غش رن میں جو اس غنچہ دہن پر یکبار خزاں آگئی شادی کے چمن پر

دکھلائی بہار اپنی عجب گلشن غم نے

سنبل سے کئے بال پریشان حرم نے

مرثیہ (۴۰ بند)

صف بندھ چکی میدان میں جب فوج ستم کی اور طبل بجے تیغ ہر اک برق سی چکی

قاسم نے بڑھا گھوڑے کو شمشیر علم کی اعدا نے ہر اسماں ہو یہ تقریر بہم کی

کس درجہ بہادر ہے ید اللہ کا پوتا

کس شان سے آیا اسد اللہ کا پوتا

مرثیہ (۴۰ بند)

رن میں جب شبیر کے انصار سب مارے گئے بے خطا، بے جرم، ناحق، بے سبب مارے گئے

حضرت زینبؓ کے بھی فرزند جب مارے گئے اور قاسم کے بھی بھائی تشنہ لب مارے گئے

بارِ غم سے وہ حسن کا لاڈلا گھبرا گیا

دیکھ کر لاشے اسے جوشِ شجاعت آگیا



مرثیہ (۲۹ بند)

مومنو آئی جو اولادِ حسن کی باری      ماں نے ان کی کہا حضرت سے با آہ و زاری  
اپنے مرنے کی نہ بھائی کرو تم تیاری      صدقے ہونے دو بھتیجوں کو یہ بھائی داری  
اپنے بھائی کی وصیت پہ عمل کرنے دو  
پہلے میدان میں بیٹوں کو مرے مرنے دو  
مرثیہ (۳۶ بند)

قاسم بنا جہاں سے جب کوچ کر گیا      عمو کے دل پہ داغ جدائی کا دھر گیا  
رن کو وہ یوں پکارتا با چشم تر گیا      وہ میرا سہرے والا بھتیجا کدھر گیا  
اسلوب کون سا ہے بھلا دل کے چین کا  
ویران ہوتا جاتا ہے لشکرِ حسین کا  
مرثیہ (۳۴ بند)

قاسم بنا مسند پر جب بن کے بنا بیٹھا      اور شرم سے زانوں پر سر اپنا جھکا بیٹھا  
کہنے سے بزرگوں کے اک دم کو تھا آبیٹھا      پر دل میں تھا جینے سے وہ ہاتھ اٹھا بیٹھا  
سہرا تو پڑا منھ پر پھولوں کا لٹکتا تھا  
وہ چاؤ بھرا پھر پھر میدان کو تکتا تھا

مرزا فصیح کے مرثیے

درحال حضرت قاسم

- ۱۔ جب تیغ کھینچی شاہ نے اور باگ لی رہواری      بند ۶۰      عبداللہ ابن حسن
- ۲۔ جب جنگ کے میدان میں ابنِ حسن آئے      بند ۴۸      حضرت قاسم
- ۳۔ شادی سے فراغت جو ہوئی ابنِ حسن کو      بند ۳۸      حضرت قاسم



- ۴۔ کربلا میں شاہ کو جب روز عاشورا ہوا بند ۷۶ حضرت قاسم  
 ۵۔ کیا جواں شاہ کے ہمراہ تھے سبحان اللہ بند ۵۷ عبداللہ ابن حسن  
 ۶۔ لشکرِ شام میں جس دم نظر آئے قاسم بند ۵۷ حضرت قاسم  
 ۷۔ لاش نوشاہ کی میدان سے لاتے ہیں حسین بند ۵۰ حضرت قاسم

مرثیہ (بند ۲۷)

لاش نوشاہ کی میدان سے لاتے ہیں حسین  
 ماں کدھر اشک بہاتی ہے بنے قاسم کی لاش اب خیمے میں آتی ہے بنے قاسم کی  
 زخمی تلواروں سے چھاتی ہے بنے قاسم کی جان اے بیہو جاتی ہے بنے قاسم کی  
 ہوگا کس دھوم سے نوشاہ کے گھر میں ماتم  
 کیسا جلد آگیا اس ماہ کے گھر میں ماتم  
 مرثیہ (بند ۴۸)

جب جنگ کے میدان میں ابن حسن آئے  
 جب جنگ کے میدان میں ابن حسن آئے خلعت کو عروسی کے بنا کر کفن آئے  
 اک دھوم پڑی قاسم گل پیر ہن آئے ہر سمت سے تلواریں لیے تیغ زن آئے  
 نوشہ تو ادھر جنگ پہ تیار ہوا تھا  
 روتے تھے حرم خیمے میں کھرام پپا تھا

میر ضمیر کے مرثیے

در حال حضرت قاسم

- ۱۔ جب خیمے سے روانہ حسن کا پیر ہوا  
 ۲۔ روشن کیا جب نام چراغِ حسنی نے

۳۔ قاسم ابن حسن نے جو شہادت پائی بند ۳۹

۴۔ قاسم جب آکے شاہ سے رخصت طلب ہوا بند ۳۵

۵۔ لشکرِ شام میں جس دم نظر آئے قاسم

مرثیہ (۴۰ بند)

مطلع:- آبِ دمِ شمشیر سے جب پیاس بجھا کر

آبِ دمِ شمشیر سے جب پیاس بجھا کر فردوس میں پہنچے شہدا حلق کٹا کر

نوشہ نے کہا حق سے یہ ہاتھوں کو اٹھا کر قاسم کو بھی اب دین سے بابا کے ادا کر

ارمان ہے فدیہ میں بنوں شاہِ زمن کا

قرضِ حسن ہے یہ مرے پاس حسن کا

مرثیہ (۶۵ بند)

”مرنے پہ کمر باندھی جوشہ کے رفقا نے“

کام آگئے رن میں رفقا شاہ کے سارے فرزند گئے مسلم مظلوم کے مارے

زینب کے پسر بھی سوئے فردوسِ سدھارے تب حضرت قاسم ہوئے میدان میں اُتارے

واں جنگ کا سامان تھا اور دھوم پڑی تھی

پیاں بیبیوں کو جان کی قاسم کے پڑی تھی

مرثیہ (۵۱ بند)

مطلع:- ”گھوڑے سے جو نوشاہ گرا روئے زمیں پر“

گھوڑے سے جو نوشاہ گرا روئے زمیں پر اور شہ کو نہ آیا وہ نظر خانہ زیں پر

اندوہ کا اک کوہ گرا سرور دیں پر فرمانے لگے ہاتھ کو رکھ اپنی جبین پر

یاں ظالموں نے مار لیا ابنِ حسن کو

کیا جا کے میں دکھلاؤں گا منہ اُس کی دلہن کو



مرثیہ (۷۰ بند)

مطلع:- میدان میں آمد آمد قاسم کی دھوم ہے  
میدان میں آمد آمد قاسم کی دھوم ہے اور زلزلہ میں کشور سلطانِ روم ہے  
ارض و سما میں جن و ملک کا ہجوم ہے اک حملے میں بہشت بزرِ قدم ہے  
غل ہے کہ یہ ریاضِ حسن کا نہال ہے  
ابن کنتدہ درِ خیبر کا لال ہے

مرزا حسین علی خاں اثر لکھنوی (شاگردِ ناخ)

سبیلی سکیٹہ حیدرآباد (مرثیہ ۴۴ بند)

مطلع:- بنے قاسم کی کروں گر میں بیاں شادی کا  
بنے قاسم کی کروں گر میں بیاں شادی کا نام لیں پھر نہ کبھی اہلِ جہاں شادی کا  
رات کو گھر میں تھا دولہا کے ساں شادی کا صبح ہوتے ہی نہ تھا نام و نشان شادی کا  
بنے کے گھر کی ہوئی درپے بربادی مرگ  
دیکھ کر بنری کا منہ بنرا ہوا شادی مرگ

مرزا کلب حسین خان ناڈر (شاگردِ ناخ)

مرثیہ

جب کہ اعدا نے نشانوں کے پھریرے کھولے  
حضرت قاسم کی شہادت پر ماں (اُمّ فروہ) کے بین:  
شانہ کس گیسو میں کروں گی قاسم مُرمہ کس زرگی آنکھوں میں دوں گی قاسم  
صدقے کس چاند کی تصویر کے ہوگی قاسم مرگیا تجھ سا پر اب نہ جیوں گی قاسم



ترے باعث سے تھی آفاق میں حرمت میری  
تیری ماں جان کے سب کرتے تھے عزت میری  
رباعی

عارض تھے جو بدر کمال قاسم تو ابرو پر خم تھے ہلال قاسم  
ہر خال فزوں تھا نجمِ رخشدہ سے خورشید تھا روے بے مثال قاسم

تھا خاک پہ جسم ناتوانِ قاسم دوڑاتے تھے گھوڑے دشمنانِ قاسم  
پامال مثالِ سبزہ میدان میں ہوئے تھے ٹاپوں سے چور استخوانِ قاسم

جلے میں عجب مجلسِ غم برپا تھی سب سہنیں بیہوش تھیں غشِ کبرا تھی  
روتے تھے رسولؐ، پیٹتی تھی زہراؑ مرگِ قاسم قیامتِ کبرا تھی

نواب باقر علی خاں تشریف لکھنؤی (شاگردِ حاج)

مرثیے درحالِ حضرت قاسم  
مرثیہ (بند ۶۶)

رو لو محبو آج یہ مہندی کی رات ہے  
یہ سن کے مستعد ہوئے لڑنے پہ اہلِ شام قاسم نے بھی نیام سے بس کھینچی لی حُسام  
میدان میں جنگ سے ہوئے دوزادہِ حرام پوتے نے رن میں خوب کیا مرتضیٰ کا نام  
اہلِ ستم کی فوج کو مسمار کر دیا  
ازرق کے چاروں بیٹوں کو فی التار کر دیا



مرثیہ (بند ۱۴۴)

مومنو ثانی طوبی یہ میرا منبر ہے  
مومنو چاہیے اس وقت خیالِ قاسمِ مختصر کر کے بیاں کرتا ہوں حالِ قاسم  
آج ہے مدِ نظر وصفِ جمالِ قاسمِ سب میں ہے مثلِ حسنِ جاہ و جلالِ قاسم  
رُخِ انور کی چمک تابہ فلک جاتی ہے  
چاندنی رات کو اُس چاند سے شرماتی ہے

امیرالدولہ راجہ محمود آباد سر محمد امیر حسن خان حبیب

مرثیہ (بند ۴۶۵)

اے زباں قوتِ اعجاز بیانی دکھلا  
حضرت قاسم پر لکھے گئے مرثیوں میں یہ سب سے طویل مرثیہ ہے، متعدد الفاظ  
اُردو لغت میں اضافہ ہیں:-

پشتِ مرکب پہ ہے راکب کہ ہے خاتمِ یہ نگیں پر تو حُسن سے ہے منزلِ مہ خانہ زیں  
جلوہ افروزِ فرس قاسمِ نوشاہ نہیں یوسف اور نگِ سلیمان پہ ہوئے آکے مکیں  
قاف سے قاف تلک شہرہ رعنائی ہے  
اب تو پریوں کو بھی دعوائے زلیخائی ہے

میر انیس

مرثیہ (بند ۱۶۴)

پھولا شفق سے چرخ پہ جب لالہ زار صبح  
جب خیمہ حسین سے نکلا حسن کا لال دیکھا کہ در پہ روتے ہیں سرورِ بصدِ مال  
بس گر پڑا قدم پہ یہ کہہ کر وہ خوش خصال دیتے رضائے حرب مجھے بہر ذوالجلال



چلائی ماں کہ سبطِ پیسیر نہ روکیو  
شبرؔ نے دی صدا کہ برادر نہ روکیو

مرثیہ (۱۳۲ بند)

جب حضرت زینبؓ کے پسر مر گئے دونوں  
دی رن کی رضا شاہ نے جب ابنِ حسنؓ کو کیا عید ہوئی مرنے کی اس غنچہ دہن کو  
شیرانہ چلاتی بکف خیمے سے رن کو اعدا نے کہا دیکھ کے اس رشکِ چمن کو  
نورِ حسنی چہرہ زیبا سے عیاں ہے  
ہم شوکت و شانِ اسد اللہ یہ جواں ہے

مرثیہ (۹۸ بند)

جب صبحِ شبِ عقدِ چراغِ حسنؓ آئی  
کرتی ہے عروسِ اجل آ آ کے اشارے مشتاق ہوں میں اے حسنؓ پاک کے پیارے  
اب چلیے جٹاں کیجئے عوروں کے نظارے شبرؔ ہیں بہت دیر سے مشتاق تمہارے  
اس دھوپ میں جنت کی ہوا کھائیے چل کر  
سہرا بندھا دادی کو بھی دکھلائیے چل کر

مرثیہ (۱۶۲)

سب سے جدا روشِ مرے باغِ سخن کی ہے  
نیزہ اٹھا کے گوشِ فرس سے کیا بلند نکلا شقی پرے سے اڑاتا ہوا سمند  
قاسمؔ پکارے اوستم ایجادِ خود پسند نیزے کا ہے غرور تو آبانہ کوئی بند  
گھل جائے گا کہ ہم اسد حق کے شیر ہیں  
نیزوں میں کھیل کر جو پلے وہ دلیر ہیں



مرثیہ (۵۲ بند)

جب ہوے عازمِ گلشتِ شہادتِ قاسم  
 جب ہوے عازمِ گلشتِ شہادتِ قاسم      ٹھک کے مجرا کیاشتہ کو ہوے رخصتِ قاسم  
 چڑھ کے تازی پہ بھد شوکتِ وصولتِ قاسم      فوجِ اعدا پہ چلے شیر کی صورتِ قاسم  
 غل پڑا جنگ کو فرزندِ حسنِ آتا ہے  
 لاکھ سے لڑنے کو اک تشنہ دہن آتا ہے

مرزا دبیر

مرثیہ (۴۷ بند)

رن میں باندھے ہوئے سہرے کو جو آئے قاسم  
 سُن کے یہ گلشنِ جنت کو سدھارے نوشاہ      لاش کو لے کے چلے خیمے کو شاہِ ذی جاہ  
 تھا درِ خیمہ پہ فرزندِ حسنِ عبداللہ      اُس نے چلا کے کہا ماں سے بھد نالہ و آہ  
 عرش پر دادی کے رونے کی صدا جاتی ہے  
 رن سے ٹوٹی ہوئی قاسم کی برات آتی ہے

مرثیہ (۵۶ بند)

میدان میں آمد ہے گلِ باغِ حسن کی  
 ارمان بھری سُن کے یہ ہمشیر کی تقریر      ہاتھوں سے جگر تھام کے رونے لگے شبیر  
 زینب سے کہا شاہ نے پھر بہ دلِ تغیر      سر رکھنے کو دولہا کے ملا تکیہ شمشیر  
 رائی سوے گلزارِ ارم ہو گئے قاسم  
 جاگے تھے بہت رات کو اب سو گئے قاسم



مرثیہ (۷۱ بند)

دشتِ جنگاہ میں جب آمدِ نوشاہ ہوئی  
دشتِ جنگاہ میں جب آمدِ نوشاہ ہوئی  
محوِ دیدار صفِ لشکرِ گمراہ ہوئی  
محوِ دیدار صفِ لشکرِ گمراہ ہوئی  
نور سے ساغرِ خورشید تو معمور ہوا  
نور سے ساغرِ خورشید تو معمور ہوا  
ذرہٴ ریگِ رواں بھی شرِ طور ہوا  
ذرہٴ ریگِ رواں بھی شرِ طور ہوا

مرثیہ (۷۰ بند)

خورشید کا طلوع ہے برجِ خیام سے  
خورشید کا طلوع ہے برجِ خیام سے  
نزدِ خدا حسینؑ و حسنؑ کا ہے اک وقار  
نزدِ خدا حسینؑ و حسنؑ کا ہے اک وقار  
جیسا پر حسینؑ کا اکبرؑ ہے گلزار  
جیسا پر حسینؑ کا اکبرؑ ہے گلزار  
اکبرؑ کو ہم شبیہٴ رسولؐ خدا کیا  
اکبرؑ کو ہم شبیہٴ رسولؐ خدا کیا  
قاسمؑ کو اپنے شیر کا نقشہٴ عطا کیا  
قاسمؑ کو اپنے شیر کا نقشہٴ عطا کیا

مرثیہ (۵۴ بند)

جب صفِ آرائی کی میدان میں سپاہِ شام نے  
جب صفِ آرائی کی میدان میں سپاہِ شام نے  
قتلِ قاسمؑ کی ہوئی سبطِ پیہر کو خبر  
قتلِ قاسمؑ کی ہوئی سبطِ پیہر کو خبر  
اکبرؑ و عباسؑ بھی تھے ساتھ شہ کے نوحہ گر  
اکبرؑ و عباسؑ بھی تھے ساتھ شہ کے نوحہ گر  
خون میں غلطاں جو دیکھا قاسمؑ دلگیر کو  
خون میں غلطاں جو دیکھا قاسمؑ دلگیر کو  
آگیا غشِ لاش پر نوشاہ کے شبیر کو  
آگیا غشِ لاش پر نوشاہ کے شبیر کو

مرثیہ (۶۸ بند)

خمیہ سے شہ کے قدرتِ حق کا ظہور ہے  
خمیہ سے شہ کے قدرتِ حق کا ظہور ہے  
یعنی درودِ قاسمؑ ابنِ غیور ہے  
یعنی درودِ قاسمؑ ابنِ غیور ہے



ہے خود فرقِ قاسمِ نوشہ پہ جلوہ گر      یا کوندتی ہے برق یہ طوبیٰ کے فرق پر  
یا بوسہ زن ہے یہ سرِ نرگس پر قمر      یا ہے چراغِ طور یہ روشن، کرو نظر  
پر یہ نہ برق ہے نہ قمر نہ چراغ ہے  
سودائے عشقِ حق کا یہ اس سر میں داغ ہے

مرثیہ (۷۴ بند)

آمد گلِ مرادِ حسنؔ پر خزاں کی ہے  
آمد گلِ مرادِ حسنؔ پر خزاں کی ہے      رخصتِ حرم سے قاسمِ غنچہ دہاں کی ہے  
منظورِ دل کو سیرِ ریاضِ جناں کی ہے      ہر سمت دھومِ خیمے میں آہ و فغاں کی ہے  
سہرا بھی سر پہ باندھے ہیں سر بھی کٹاتے ہیں  
دولہا ابھی بنے ہیں ابھی مرنے جاتے ہیں  
بادشاہِ اودھ نصیر الدین حیدرؔ

مرثیہ (در حالِ حضرتِ قاسمؔ) بند ۱۷

ابنِ شہر آشوب سے یوں ہے بیانِ درد و غم  
گرچہ قاسمؔ سن میں چھوٹا تھا مگر دل تھا بڑا      فوجِ اعدا کو جو دیکھا مستعدِ رن میں کھڑا  
لشکرِ رُوبہ پہ جوں شیرِ نیماں جا پڑا      اس قدر اس لشکرِ بدکیش سے ڈٹ کر لڑا  
سیکڑوں کو ایک دم میں اس نے بے دم کر دیا  
مارے تلواروں کے لشکرِ سارا برہم کر دیا

میر انسؔ

مرثیہ (بند ۲۰۲)

کیا دلفریبِ حُسنِ عروںِ کلام ہے



میت پہ یہ ستم تہ افلاک ہائے گھوڑوں کی نعل اور وہ تن پاک ہائے ہائے  
چور استخوان سینہ صد چاک ہائے اور تار تار بیاہ کی پوشاک ہائے ہائے  
ارمان تھے جتنے ماں کے وہ مٹی میں مل گئے  
زخموں کے پھول سب تن رنگیں پہ کھل گئے

میر مونس

مرثیہ (بند ۱۶۲)

اے جملہ نشیں پردہ دل سے نکل اب تو  
نعرہ کیا قاسم نے کہ او کافر بد مست آئیں ہوں وہ جس نے ترے بیٹوں کو کیا پست  
کیوں ناوک غم تیرے جگر میں نہ ہوں پیوست وہ چار، یہ دو کڑے، وہ بے سر ہے یہ بے دست  
کھیلے ہوئے ضیغ کے شکاروں کو اٹھا لے  
او پیل دماں پشت پہ چاروں کو اٹھا لے

مرثیہ (بند ۵۷)

پھولا جب آسمان پہ گل آفتاب صبح  
رخصت ہوا حسین سے جب دلبر حسن غل تھا کہ رائد ہوتی ہے اک رات کی دلہن  
گھوڑا اٹھا کے پہنچا جو وہ شیر صف شکن ہیبت سے کانپنے لگے روئیں تنوں کے تن  
حملوں سے صاف جنگ کا میدان کر دیا  
قاسم بنے نے فوج کا گھسان کر دیا

مرثیہ (بند ۱۷۰)

طے کی خدیو ملک سحر نے جو راہ شب  
محشر بپا تھا گھر میں کہ باہر سے آئی لاش مسند پہ لا کے قبلہ دیں نے لٹائی لاش



پرخوں جو اپنے لال کی مادر نے پائی لاش رُخ کی بلائیں لے کے گلے سے لگائی لاش  
چلائی سر کو رکھ کے تن پاش پاش پر  
قاسم بنے نثار یہ ماں تیری لاش پر  
میرمونٹس کا یہ مرثیہ مرثیہ مرثیہ مولنس جلد ششم (۱۹۱۵ء) میں شائع ہوا۔ مہذب لکھنوی  
نے غلطی سے یہ مرثیہ ”معیارِ کامل“ میں علی میاں کامل کے نام سے ۱۹۵۱ء میں شائع کیا۔

مرثیہ (بند ۲۰۳)

مشاطہ عروسِ سخن ہے زباں مری  
بانو پکاری قاسمِ ذبیحہ الوداع اے نور چشم، چودھویں کے ماہ الوداع  
آواز دی پھوپھی نے کہ نوشاہ الوداع اے ابنِ فاطمہ کے ہوا خواہ الوداع  
پھر چاند سی یہ شکل دکھانا نصیب ہو  
دولہا بنا ہوا تجھے آنا نصیب ہو  
میرمونٹس کا یہ مرثیہ مندرجہ ذیل مطلع سے مشہور ہے:-  
”اے مومنو جدائی ہے دولہا دلہن میں آج“

مرثیہ (بند ۲۰۸)

اے طبعِ رسا شانہ کشِ زلفِ سخن ہو  
عباس پکارے کہ جگر بندِ حسنِ واہ یہ ضربِ ید اللہ تھی اے قلعہ شکن واہ  
دکھلا دیا دادا کی لڑائی کا چلن واہ اے رات کے جاگے ہوئے تشنہ دہن واہ  
سب فوج کے سر جھک گئے اس گیو کو مارا  
مرحب کو تہہ تیغ کیا دیو کو مارا

## میر عشق

مرثیہ (بند ۱۷۴)

داغِ فنا میں شادی و غم کی پکار ہے  
 نکلتے تھے در سے اہلِ حرم صورتِ غزال  
 تھادشت میں یہ قاسم گل پیرہن کا حال  
 تیغوں کے برچھیوں کے جراثیم سے تھے نڈھال  
 مہندی کے بدلے خوں سے تھے دونوں ہاتھ لال  
 سہرے کی جا کٹے ہوئے کا کل کے ہار تھے  
 کپڑے بدن میں سُرخ تھے زخموں کے ہار تھے

مرثیہ (بند ۱۷۴)

میں طائرِ خوش نغمہ گلزارِ حسن ہوں  
 مانند حسنِ خلق کے خلاق ہیں قاسم  
 احمد کی طرح معدنِ اشفاق ہیں قاسم  
 مثلِ شدہ دیں موت کے مشتاق ہیں قاسم  
 مانند علیٰ جنگ کے مشتاق ہیں قاسم  
 حیدر کی طرح یہ کرم حق سے لڑے ہیں  
 وہ مرحب و عسکر سے یہ ازرق سے لڑے ہیں

## کلیم لکھنوی

مرثیہ (بند ۱۹۷)

شادی ہے کربلا میں یہ کس گلزار کی  
 دامنِ قبا کا باندھ کے نوبادہ حسن  
 بیٹھے فرس پہ صورتِ ضرغام ذوالنہن  
 خوشبو سائی پھول میں آکر چمن چمن  
 منقارِ عندلیب میں مہر کا گلِ سمن  
 سکھ پلائے مہر پہ حیدر کا پڑ گیا  
 گویا نگین مہرِ سلیمان پہ جڑ گیا



مرثیہ (۲۲۹ بند)

اے حُسنِ بیاں آئینہ نور دکھا دے  
 کس محفلِ شادی میں پیا سبز زنی ہے      کس شیر کی پوشاک شہانی کفنی ہے  
 گردش سے زمانے کی عجب شکل بنی ہے      سکتے میں بنا ہے تو پریشان بنی ہے  
 کہتا ہے جو دل کس کی یہ رودادِ محن ہے  
 ہاتف کی ندا ہے کہ وہ فرزندِ حسن ہے  
 میر نفیس

مرثیہ (۱۸۹ بند)

ہاں اے عروسِ مجلہٴ اعجاز رو دکھا  
 قاسم نے کی یہ عرض کہ یا شاہِ نامدار      سب اُس پہ ہیں نثار جو ہو آپ پر نثار  
 آتی ہے یہ صدائے پدرِ مجھ کو بار بار      جنت میں فاطمہ کو تمھارا ہے انتظار  
 آفت کا وقت ہے دل و جانِ بتول پر  
 اب تک نہ تم فدا ہوئے سبطِ رسول پر

مرثیہ (۱۵۱ بند)

ثنائے آلِ محمدؐ ہے افتخارِ سخن  
 لہو رواں ہے کھلے ہیں تمام زخمِ بدن      ڈھلی ہے وہی طرفِ فریضِ ضعف سے گردن  
 فرس پہ عالمِ غش میں ہے نورِ عینِ حسنؑ      اجلِ حیات کا پامال کر رہی ہے چمن  
 قدم رکابوں کے حلقوں میں جم نہیں سکتے  
 بس اب سمند پہ نوشاہِ تھم نہیں سکتے



مرثیہ (۱۶۲)

باغِ سخن میں آمدِ فصلِ بہار ہے  
زور ایک خشم ایک سا قہر و جلال ایک  
بل ابروؤں کا ایک نگاہوں کا حال ایک  
جرات کی راہ ایک طریقِ جدال ایک  
شیرِ خدا نے مرحبِ نامی کو دو کیا  
ابنِ حسن نے ازرقِ شامی کو دو کیا

مرثیہ (۱۳۸)

خاندانِ شہِ لولاک کا مذاح ہوں میں  
پیار کر لوں تمہیں آؤ مرے جانی قاسم  
ہم کو دکھلائی نہ پوری بھی جوانی قاسم  
تھے تمہیں حضرت شہر کی نشانی قاسم  
ہوگی ترخون میں یہ پوشاکِ شہانی قاسم  
گہت گیسوے پیچیدہ مجھے بھاتی ہے  
تم سے بوجھ کو بڑے بھائی کی آجاتی ہے

مرثیہ (۸۲)

پھر طبعِ سلیم انجمنِ آرائے سخن ہے  
غل تھا کہ رُخِ قاسمِ ذی قدر کو دیکھو  
اس چاند کو دیکھو تو نہ پھر بدر کو دیکھو  
رخسارِ دوش و کمر و صدر کو دیکھو  
تیر اس کے لیے لیس ہیں اس غدر کو دیکھو  
غنجہ بھی تو یہ تنگ دہانی نہیں رکھتا  
دیکھو یہ وہ یوسف ہے جو ثانی نہیں رکھتا

میر رئیس

مطلعے درحالِ حضرت قاسم

۱۔ یارب عروسِ فکر کو حُسن و جمال دے



۲۔ ہاں اے زباںِ روانیٰ ذہنِ رسا دکھا

مرثیہ (بند ۱۷۱)

یارب عروںِ فکر کو حُسن و جمال دے

تلوار تولتے ہوئے قاسم جدھر چلے خود بڑھ کے بہرِ نذرِ لعینوں کے سر چلے  
گرسا منے سے بھاگ کے کچھ بد گھر چلے تلوار نے لپک کے صدادی کدھر چلے

بھاگو نہ بار بار صفِ کارزار میں

آؤ ادھر کہ فوج کی بھرتی ہے نار میں

میر سلیم

مطلعہ درحالِ حضرت قاسم

۱۔ حُرّ سرخ رو اٹھا جو حسینی سپاہ سے

۲۔ خورشید نے جب سر پہ رکھا تاجِ زری کا

۳۔ فرزندوں کو جب شہ پہ نذا کر چکیں نہ نبت

مرثیہ

حُرّ سرخ رو اٹھا جو حسینی سپاہ سے

ہے وصفِ چشمِ قاسم گلگوںِ قبا محال لکھے قلم سے گر کوئی شاعر یہ کیا محال

مضمون بندھا ہوا ہے جو زنگس سے دو مثال اے طبع تیز ہاں کوئی تشبیہ تو نکال

گردش ہے صاف قدرتِ حق کا ظہور ہے

کعبہ کے سات پردوں میں خالق کا نور ہے

میر وحید

مرثیہ (بند ۱۹۶)

یارب مرے قلم کو جواہر نگار کر



بہرِ ونا جو قاسم گل پیرہن چلا رہوار کیا چلا کہ غزالِ خُتن چلا  
 دُڈل کا فارسوں کو دکھاتا چلن چلا طاؤس بن کے سیر کو سوے چمن چلا  
 مہیز کی جو قاسم گلگوں عذار نے  
 پائی قدم کی گرد نہ بادِ بہار نے

### مرزا محمد جعفر اوج لکھنوی

- ۱۔ رخت جو شہ سے لختِ دلِ مجتبیٰ ہوا حضرت قاسم
- ۲۔ سرِ سبزِ فضلِ حق سے ہے باغِ سخن مرا حضرت عبداللہ بن حسن
- ۳۔ سرِ حسنِ سبزِ قبا آتا ہے رن میں حضرت قاسم
- ۴۔ ہاں نو عروسِ نظم اُلٹ دے نقاب کو حضرت قاسم
- ۵۔ یوں شیرِ زرہ پوش ہیں داغوں سے بدن کے حضرت قاسم

مرثیہ (بند ۱۲۵)

باغِ سخن میں رنگِ جما ہے بہار کا  
 ہاں ساقیا عطا ہوئے ارغوانِ رزم ایسی شراب دے کہ بڑھے عز و شانِ رزم  
 پہنچے ثرا سے تابہ ثریا نشانِ رزم مُنکر بھی مان جائیں دم امتحانِ رزم  
 لکھتا ہوں جنگِ قاسم روشن ضمیر کی  
 تصویر ہے جہادِ جنابِ امیر کی

### مرزا شریف بیگ شریف دہلوی

ہندی مرثیہ (۲۱ بند)

کون دیس سے آئی بہنا جن یہ لگن دھرائی



ہے ہے کاسم ہے ہے کاسم سگرے مندر میں ہوئی  
 ساس نہار بہو کو کہتی ہے ہے سیاں موئی  
 ماکے موری بالی بچی ہے ہے بیوہ ہوئی  
 دلہن کہتی رو رو میں بن سیاں آج ہوئی  
 ہمرے پتا اب کہتے ہیں رو رو مر گیا مورہ بھتیجا  
 ہم کو جی سے پسار کے دولہا موت دلہن پر رتجھا  
 دلہن کی اب چوتھی ہوئی یاں ، واں دولہا کا تیا  
 ہم سے نین چڑا کے سیاں گور سے آنکھ لگائی

### نگاہی دہلوی

مرثیہ (۳۰ بند)

مومنو سنیو ذرا ہے یہ عجب ماجرا  
 رن سے جو قاسم کی لاش گھر میں لائے حسینؑ  
 دیکھ اُسے قاسم کی ماں آنسوؤں سے بھر کے نین  
 خاک اڑا سر اوپر بولی یہ باشوروشین  
 لٹ گئی بستی میری اٹھ گیا آرام چین  
 میرے کلیجے میں آہ آج چھری چل گئی  
 پوت مرا مر گیا کوکھ مری جل گئی

### نواب سرفراز علی خاں سرفراز (شاگرد اس)

مرثیہ (۱۳۶ بند)

جب نمایاں ہوئی گردوں پہ شہادت کی سحر  
 شور تھا قاسم ذیجاہ کی صورت دیکھو  
 پھول سے نرم ہیں عارض کی نزاکت دیکھو



تازگی روح کو ہوتی ہے لطافت دیکھو      مسکراتے ہیں کھڑے شوق شہادت دیکھو  
 ولولے جنگ کے دل میں جو کبھی آتے ہیں  
 دمدم گل کی طرح ہونٹ کھلے جاتے ہیں

## تعشّق

مطلع :-      محو جنگ قاسم ابرو کماں ہوے  
 محو جنگ قاسم ابرو کماں ہوے      ایسے لڑے کہ خون کے دریا رواں ہوے  
 اندازِ حربِ حیدرِ صفدرِ عیاں ہوے      نامی جو تھے جوان وہ سب بے نشان ہوے  
 یکبار کچھ عجیب ہوا رن میں چل گئی  
 صبح اجل سے شام جوانی بدل گئی

## میر علی محمد عارف لکھنوی

مرثیہ (۱۵۵ بند)

آئینہ ہے جوہر مری شمشیرِ زباں کا  
 تھا شور کہ اب جاؤ گے ہے بنے قاسم      داغ اب ہمیں دکھلاؤ گے ہے بنے قاسم  
 شمشیر و سناں کھاؤ گے ہے بنے قاسم      اب پھر نہ یہاں آؤ گے ہے بنے قاسم  
 ہے تیر ہواں سال آہ نہ پھولے نہ پھلے ہو  
 بیہات کہ اس عمر میں مرنے کو چلے ہو

مرثیہ (بند ۶۷)

دے ساقیِ الست شرابِ ولا مجھے



## در حال حضرت قاسمؑ

فرما رہے تھے یہ ابھی شبیرِ خوش خصال قاسمؑ کے دل میں آگیا ناگاہ کچھ خیال  
تعویذ اک جو باندھے ہوئے تھا حسنِ کالال بازو سے کھول کر اُسے بولا وہ نونہال  
بہتر ہے جو ہو رائے شہ نیک نام کی  
پڑھ لیں حضور اسے یہ ہے خواہش غلام کی

## دولہا صاحبِ عروج

(مرثیہ بند ۹۵)

پھر گلشنِ سخن میں ہے آمدِ بہار کی  
ہنگام جب وفاتِ حسنؑ کا ہوا قرین بولے بلا کے قاسمؑ محزوں کو شاہِ دیں  
چھٹتا ہے تم سے اب پدرِ یکس و حزیں تعویذ یہ باندھ لو اے میرے مہ جبین  
رنجِ عظیم جب تمہیں گردوں دکھائے گا  
اُس وقت یہ نوشتہٴ غم کام آئے گا

(مرثیہ بند ۱۵۲)

رن کی جب قاسمؑ ذی جاہ نے رخصت پائی  
رن کی جب قاسمؑ ذی جاہ نے رخصت پائی صبح سے جس کی تمنا تھی وہ دولت پائی  
دل ہوا شاد کہ ہم چشموں میں عزت پائی بڑھ گیا اور لہو تن میں وہ نعمت پائی  
ہوسِ جنگ سوا تھی جو دلِ مضطر میں  
کر کے تسلیم گئے قاسمؑ ذیشانِ گھر میں



مرثیہ (بند ۵۶)

قاسم کو جب حسین سے اذن و غا ملا  
 پہنچے قریب فوج جو قاسم بہ کرت و فر گھوڑے کی باگ روک کے دیکھا ادھر ادھر  
 آواز دی کہ او پسر سعد کینہ ور گر مرد ہے تو سامنے آدیراب نہ کر  
 جلدی سے خاکِ معرکہ میں مل کے خاک ہو  
 دنیا خدا کی تیری نجاست سے پاک ہو

بابو صاحب فائق لکھنوی  
 حضرت قاسم کے حال کے دو مرثیے :-

جلہ شاہد مضمون ہے فصاحت میری (۹۵ بند)  
 مرثیہ (بند ۱۳۲)

ہے جلوہ گاہِ حسن مضامین سخن مرا  
 حضرت قاسم ازرق شامی پر حملہ آور ہوئے ہیں :-

جس سمت سے نکلتا تھا بچ کر وہ روسیاء ہوتا تھا رہوار وہیں آ کے سیدِ راہ  
 عاجز تھا اپنی جان سے نا اہل و کینہ خواہ چرکے پہ چرکے کھانے سے احوال تھا تباہ  
 اٹھتا تھا شور فوج ہزیمت شعار سے  
 بچہ اسد کا کھیل رہا ہے شکار سے

شمیم امر و ہوی

مرثیہ (بند ۱۱۱)

جب فلک پر سحر قتل کا تارا چمکا



شاہ دیں پر فلک پیر نے یہ غم ڈھائے چاند سے تن پہ ہزاروں مہ نو دکھائے  
ہوش نوشہ کو نہ تھا بات نہ کرنے پائے کبھی انگڑائیاں لیں اور کبھی تھرائے

حال کچھ کہہ نہ سکے درد کے مارے قاسم

شاہ کی گود میں جنت کو سدھارے قاسم

مرثیہ (بند ۱۱۲)

خضر چرخِ عجب شاہدِ شبرینہ ہے

آئے قاسم تو یہ حسرت سے کہا رو کر الوداع اے مرے ناشاد، پدر کا ہے سفر  
لکھ کے اک نامہ دیا اور کہا اے رشکِ قمر مثل تعویذ کے تم اس کو رکھو بازو پر

اس نشانی کی کسی کو نہ خبر کرنا تم

جب کوئی وقت پڑے اس پہ نظر کرنا تم

مرثیہ (بند ۱۱۱)

میں دلدادہ گلزارِ سخن ہوں

کہا بھائی عباس کچھ تم نے دیکھا لڑا آج کس دھج سے شبر کا جایا

وہ بولے میں ہر وار پر رو رہا تھا نگاہوں میں پھرتا تھا شبر کا نقشہ

کیے نعرے خیر شکن کی طرح سے

لڑے آج قاسم حسن کی طرح سے

ظہیر دہلوی

مرثیہ (بند ۹۵)

گلگونہ شفق جو ہوا رونمائے صبح

ازرق پہ فتحِ یاب ہوا جب حسن کا لال فرطِ عطش سے جان پہ صدمہ ہوا کمال



آکر حضورِ خدمتِ سلطانِ خوشِ خصال کی عرضِ تشنگی سے بس اب زیت ہے وہاں  
 رو کر گلے سے سرورِ دیں نے لگا لیا  
 انگشتی سے پیاس کا صدمہ بجھا دیا

سید نفاست حسین نفاست زید پوری (شاگردِ نفاست زید پوری)

مرثیہ (بند ۱۰۰)

قرآن میں قسم جس کی ہے وہ کون سحر ہے  
 آئی جو سرِ لاشِ پسرِ بیوہ شبر پہلو میں کسی طرح نہ سنبھلا دلِ مضطر  
 لاشے پہ نظر کر کے یہ چلائی تڑپ کر افسوس یہ کیا ظلم ہوا، اے مرے دلبر  
 حسرت رہی ملنے کی جو انانِ وطن سے  
 قسمت نے کیا تم کو جدا قبرِ حسن سے

مرثیہ (بند ۸۱)

درحالِ حضرت قاسم و حضرت احمد بن حسنؑ  
 بلبلِ باغِ نفاست ہے طبیعتِ میری  
 لاشِ قاسمؑ پہ یہاں روتے تھے شاہِ دوسرا ناگہاں شورِ مبارزِ طلبی رن میں ہوا  
 آکے شبیرؑ سے احمدؑ نے لیا اذنِ وعا سولہواں سال تھا قاسمؑ سے یہ تھے سن میں سوا  
 چڑھ کے رہوار پہ کی شاہِ زمن کو تسلیم  
 موت کرنے لگی دلہندِ حسنؑ کو تسلیم

مرثیہ (بند ۱۲۰)

باغِ جہاں مرقعِ رنج و ملال ہے



جب ہو چکا لباس وہ قاسم کے زیب تن کچھ ایسا ٹھیک ٹھیک تھا وہ جامہ حسن  
یاد آگئے حسن شہ والا کو دفتن روئے اسی خیال میں شاہنہ زمن  
آنکھوں سے سلک گوہر شہوار گر گئی  
شہ کی نظر میں بھائی کی تصویر پھر گئی

### واجد علی شاہ کے مرثیے

درحال حضرت قاسم

- ۱۔ سفینہ دل عالم تباہ ہوتا ہے بندہ ۵۰ حضرت قاسم
  - ۲۔ سامان بوستان محمد خزاں ہے آج بندہ ۴۴ عبداللہ بن حسن
- مرثیہ (۴۷ بند)

درحال حضرت قاسم علیہ السلام

”اے قاسم رزقِ دو جہاں ایز و مٹاں“

روکا بہت اُس کو نہ رُکا شاہ سے قاسم میدان کا جس وقت کہ وہ ہو چکا عازم  
اُس وقت ہوا شاہ پہ بھی امر یہ لازم یعنی کہ وہ خود ہو چکا تھا موت کا جازم  
عمامے کو دو گوشے کیا چہرے پہ چھوڑا  
اور بازوؤں پر بھی اُسے لٹکا دیا تھوڑا

میر بادشاہ علی بقا لکھنوی خلف میر وزیر علی صبا لکھنوی

شاگرد خویش مرزا دتیر

مرثیہ (۱۰۵ بند)

یارب سخن تازہ کو تاثیر عطا کر



کس شان سے شہر کے جگر آتے ہیں رن میں      ارماں بھری بیوہ کے پسر آتے ہیں رن میں  
داماد شہ جن و بشر آتے ہیں رن میں      باندھے ہوئے مرنے پہ کمر آتے ہیں رن میں  
اخلاص سے سورے کئی دم کر کے پڑھے ہیں  
یہ نام خدا پہلے پہل رن پہ چڑھے ہیں

## علی میاں کاتل

مرثیہ (۱۵۰)

پھر گلشن سخن میں ہے آمد بہار کی  
یہ مرثیہ میر تقی میر کے مرثیے :-

”پھر گلشن سخن میں ہے آمد بہار کی“  
کا جواب ہے، کاتل نے مطلع کا پہلا مصرع نفیس کا ہی رکھا ہے :-

یہ کہہ کے خیمے گاہ سے نکلا وہ رشکِ ماہ      دیکھا کہ در پہ خیمے کے گریاں کھڑے ہیں شاہ  
قاسم کے منہ پہ آپ نے حیرت سے کی نگاہ      سینے سے سر لگا کے یہ بولے بہ اشک و آہ

ہوگا وہی جو مرضی پروردگار ہو

اچھا سدھارو پشتِ فرس پر سوار ہو

مرثیہ (۱۶۶) بند

عترتِ احمد مرسل کا ثنا خواں ہوں میں

ہے روایاتِ صحیحہ میں یہ مضمون تحریر      خاک پر جبکہ گرا گھوڑے سے وہ ماہِ منیر

لشکرِ شام کے اسواروں کا اک جمِ غفیر      آیا رہواروں کو دوڑاتا ہوا بے تاخیر

ٹکڑے ٹکڑے ہوا یوں ابنِ حسن کا لاشہ

شاہ نے باندھ کے چادر میں اٹھایا لاشہ



## سید فضل علی وقار زید پوری (شاگرد میر انیس)

مرثیہ (بند ۱۵۸)

اُلٹا جو حورِ صبح نے رُخ سے نقاب کو

قاسمِ مُصر تھے شہ سے پئے اذنِ کارزار رن کی رضا نہ دیتے تھے شبیرِ زہنہار

کیا کیجئے یہ ابنِ حسن کو تھا انتشار یاد آگئی پدر کی وصیت جو ایک بار

دل میں کہا کہ پہلے وہ تحریر دیکھئے

اب کیا دکھاتی ہے ہمیں تقدیر دیکھئے

لطیف لکھنوی (شاگرد میر انیس)

مرثیہ (بند ۲۸۰) درحالِ حضرت قاسم

مدح ریاضِ مرتضوی سے نہال ہوں

(یہ مرثیہ راجہ صاحب محمود آباد کے کتب خانے میں قیصر باغ لکھنؤ میں موجود ہے)

اولیس بلگرامی

مرثیہ درحالِ حضرت قاسم

۱۔ مشاطہ قدرت کی ثنا زیب بیاں ہے بند ۱۳۵

۲۔ رنگ گل سخن کو نہ یارب زوال ہو بند ۱۴۴

۳۔ ابنِ حسن کا وقت شہادت قریب ہے بند ۲۷

مرثیہ

اے مرے گلزارِ نثار اس شکوہ پر پٹری جمائے پھیر و فرس کو ادھر ادھر

حربہِ عدو کرے گا رُکا رہوار گر ہاں بڑھ کے کاٹ لو سرِ مغرور و خیرہ سر



اے مرے شہسوار یہ وقتِ جدال ہے  
ہاں پیاس تین دن کی ہے اس کا خیال ہے

### آغازِ ہین دہلوی

آغازِ ہین بریلی میں ۷/ محرم کو مہندی کی مجالس پابندی سے پڑھتے تھے اس لیے  
حضرت قاسمؑ کے حال میں اُن کے مرثیے خاصی تعداد میں موجود ہیں۔ آغازِ ہین کا ایک  
قلمی مرثیہ ان کے دستخط کے ساتھ ہمارے کتب خانے میں موجود ہے جس کا مطلع ہے:-

چرخ پر صبح کا تارا جو نمودار ہوا (بند ۵۰)

ان کے دیگر مرثیوں کے مطلعے درحالِ حضرت قاسمؑ مندرجہ ذیل ہیں:-

۱- جب وادیٰ جنگاہ میں کام آچکے قاسمؑ بند ۳۹

۲- جورن سے لاشہ قاسمؑ اٹھا کے لائے حسینؑ بند ۵۱

### مرثیہ

شاہ سے زوجہ شہزاد نے یہ جب کی تقریر سر اٹھا کر سوئے قاسمؑ لگے کہنے شبیرؑ  
اپنی سی لاکھ کی بن آئی نہ کوئی تدبیر لومری جانِ رضادی کہ یوں ہی تھی تقدیر

کیا پیدا ہے اسی دن کو خدا نے ہم کو

ابھی باقی ہیں بڑے رنج اٹھانے ہم کو

حکیم کاظم حسینؑ غیور عظیم آبادی (شاگردِ میرٹھس)

مرثیہ (۱۶ بند)

مطلع:- رن کی جب لیکے رضا قاسمؑ نوشاہ چلے

رن کی جب لے کے رضا قاسمؑ نوشاہ چلے چڑھ کے گھوڑے پہ سوئے لشکر گمراہ چلے



فتح و اقبال جلو داری میں ہمراہ چلے ساتھ پوتے کے مدد کو اسد اللہ چلے  
تازہ داماد چلے ہیں جو یہ سر دینے کو  
خود عروس اجل آگے سے بڑھی لینے کو  
سید محمود حسن عقیل (شاگردِ آج)

مرثیہ (بند ۹۷)

دیتا ہوں آج زیب ، عروسِ کلام کو  
دوہو کے یاں تو گر پڑا یہ خانماں خراب      واں در پہ تھے کھڑے ہوئے شاہِ فلک جناب  
اہلِ حرم کو دی یہ صدا با صد اضطراب      لوی بیویوں دعائیں ہوئیں سب کی مستجاب  
سجدے کرو کہ فضل کیا ذوالجلال نے  
ازرق کے سر کو کاٹا ہے شہر کے لال نے  
سید مصحف حسین مشتاق مصطفیٰ آبادی  
مرثیہ (بند ۹۵)

دشتِ آفت میں جو صبح شبِ عاشور ہوئی  
وجد میں آکے یہ کہنے لگے ہم شکلِ نبیؐ      واہ کیا خوب لڑے سلمک اللہ انہی  
دی صدا شاہ نے لڑتے تھے اسی طرح علیؑ      فرطِ الفت سے قریب آگئے عباسِ جری  
کہتے تھے ٹھہرو ذرا پاس تو آ لوں قاسم  
مرحبا کہہ کے گلے تم کو لگا لوں قاسم  
عسکری میرزا مودب لکھنوی

۱۔ مدوح جانتے ہیں جو کچھ میرا حال ہے      بند ۹۱      درحالِ حضرت قاسم



۲۔ سچ ہے گلشن ہستی کی فضا کچھ بھی نہیں درحال حضرت قاسم

مرثیہ

ناموس شہ سے مل کے حسن کا پسر چلا قصد جہاد میں سوے افواج شر چلا  
شوقِ عروسِ مرگ میں عالی گہر چلا پوشاکِ نور پہنے ہوئے وہ قمر چلا  
زلفوں میں عطرِ اسلمہ تن پر لگا ہوا  
نکلا دلیر خیمے سے دولہا بنا ہوا

مودب نے اپنے خاندان کے برخلاف حضرت قاسم کی شادی کا حال ترک کر دیا  
تھا حضرت اُم فروہ کے بین میں صرف یہ بیت کہی ہے:-

تم مر گئے میں خلق سے ناشاد جاؤں گی  
اے میرے لال اب کسے دولہا بناؤں گی  
نسیم بھرت پوری (شاگردِ میر)

۱۔ عروسِ نظم دل افروز ہے کلام مرا بند ۸۲ درحال حضرت قاسم  
مرثیہ

پھر بڑھے خیمہ قاسم کی طرف شاہِ زمن دیکھا بیٹھا ہوا ہے فرش پہ دلہند حسن  
اُم فروہ کی زباں پر یہ ہے حسرت کا سخن آبرو میری ترے ہاتھ ہے اے غنچہ دہن  
جان پیاری نہ شہنشاہِ زمن سے کرنا  
ماں کو شرمندہ نہ اب روحِ حسن سے کرنا  
سید شبیر حسن اریس

مرثیہ

رخصت ملی جو ابنِ حسن کو حسین سے



رخصت ملی جو ابنِ حسنؑ کو حسینؑ سے      ہو کر چلے وداعِ شہِ مشرقین سے  
تھا سلسلہ جو فاتحِ بدر و حنین سے      گھوڑے پہ بیٹھے جم کے اسی زیبِ دزین سے  
رونیقِ فزا جو زین پہ دیکھا جناب کو  
فتح و ظفر نے دوڑ کے تھاما رکاب کو

### رستم علی خاں سپہر دھوپوری

مرثیہ (۱۵۶ بند)

جب عازمِ جہادِ حسنؑ کا پسر ہوا  
نکلا غرضِ محل سے جبکہ جگرِ بندِ مجتبا  
سر کو قدم پہ رکھ کے یہ بولا وہ ملے لقا      دیجئے مجھے اب رخصتِ وعا  
در پر کھڑے ہیں گلشنِ عنبرِ سرشت میں  
والد کو انتظار ہے میرا بہشت میں

### بادشاہِ مرزا شہر لکھنوی

مرثیہ (۱۰۸ بند)

یارِ ب مرے قلم میں گلِ ایماں کا زور دے  
ہمیشہ اٹھو مادرِ قاسمؑ کے پاس جاؤ      غم کا پہاڑ ٹوٹتا ہے یہ خبر سناؤ  
مسندِ بچھا کے قاسمؑ مضطر کو تم بٹھاؤ      بھابھی کے سامنے انھیں نوشاہِ سناؤ  
جا کر یہ باغِ خلد میں لیں گے قرار آج  
ہوں گے عروںِ مرگ سے یہ ہمکنار آج

## سید سجاد حسین شدید لکھنوی

حُسنِ کلام ہے حُسنِ محبتی کا ذکر

قاسم ہے نام کرتا ہوں تقسیمِ نار بھی اور بانٹتا ہوں باغِ جناب کی بہار بھی  
ہے صلح بھی پسند، لڑائی شعار بھی بندھواتا ہوں رسن بھی میں کرتا ہوں وار بھی  
خوش ہے کریم شانِ اطاعت کو دیکھ کے  
کرتا ہوں کام اس کی مشیت کو دیکھ کے

## سید حیدر عباس حیدر سبزواری

- ۱۔ جب صبح کے چراغ سے روشن جہاں ہوا بند ۸۰
  - ۲۔ جب رزم گہہ کو لختِ دلِ مرقع چلا بند ۸۱
  - ۳۔ ازرق کے لال ہو چکے دوزخ کو جب رواں بند ۸۶
- سبیلِ سیکندر حیدر باطنی مرثیہ (بند ۱۳)

جب فوجِ شاہ دیں میں سحر کی ازاں ہوئی

قاسم ہے میرا نام میں ہوں دلبرِ حسن ہیں عمو جان میرے شہنشاہِ بے وطن  
دادا علی ہیں نانا نبی سرورِ زمن چھوٹے چچا ہیں حضرتِ عباس صف شکن

یہ سب بزرگوار خداداد ہیں مرے

عباس فنِ جنگ میں استاد ہیں مرے

## یونس زید پوری

مرثیہ (۱۶۳ بند)

کس باغ میں بہارِ گلستانِ خلد ہے



کچھ ایسا یہ سماں تھا جسے دیکھ دیکھ کر  
آتا تھا منہ کو دیکھنے والوں کا بھی جگر  
قاسم بھی فرطِ غم سے جھکائے ہوئے تھے سر  
پوشاک جب پہنا چکے سلطانِ بحر و بر  
تلوار اپنی باندھی کمر میں دلیر کی  
پھر دل بھر آیا دیکھ کے یہ شان شیر کی

### محسن زید پوری

مرثیہ (۱۷ بند)

پھر آج آئینہٴ نظم پر جلا ہو جائے  
چلے جو خیمے سے مقتل کو قاسمِ ذیشان  
کمر سے لپٹی بہن سینے سے لپٹ گئی ماں  
پکاریں زینبِ غم دیدہ گھر ہوا ویراں  
حسین کہتے تھے اب تجھ کو پاؤں گا میں کہاں  
اُٹھانے کے لیے بارِ عظیم جاتا ہے  
پے حصولِ شہادت یتیم جاتا ہے

### مرزا غنفر حسین عروج بھرتپوری

مرثیہ (۱۰۲ بند)

عالم افروز ہوا جب رُخ تابانِ سحر  
لاشِ قاسم کی غرضِ خیمے میں لائے حضرت  
بی بیاں جمع ہوئیں پُرسے کو با صد حسرت  
خون بھری دیکھی جو مادر نے پسر کی صورت  
بولی، ماں واری، یہ کیا تم نے بنائی حالت  
ہائے، رنگین ہے سب خون سے چہرا بیٹا  
باندھ کر آئے ہو کیا بیاہ کا سہرا بیٹا



## سید غلام امام نامی جو پوری

مرثیہ (۱۱۱ بند)

فدائے قاسمِ نوشاہ ہے عروسِ سخن  
باندھ کر چادرِ معصومہ میں آیا لاشہ  
لا کے مسند پہ شہ دیں نے لٹایا لاشہ  
توڑ کر چادرِ زہرا کو ابھر آئے تھے تیر  
جس طرح باپ کے تابوت میں در آئے تھے تیر

## قمر جلالوی

مرثیہ (۶۰ بند)

مسند آرائے فلک جب شبِ عاشور ہوئی  
انغرض در کی طرف جھومتا وہ شیر آیا  
سب نے مل مل کے کیا پیار گلے لپٹایا  
تا درِ خیمہ حرم نے اُسے خود پہنچایا  
باؤ کرنے لگیں قرآن کا سر پر سایا  
کر کے تسلیم جو شہر کا دُلا را نکلا  
چاند کے بُرج سے چھوٹا سا ستارا نکلا  
حضرتِ قاسم کے حال کے مندرجہ ذیل مرثیے ہمارے کتب خانے میں موجود ہیں  
تلاش کے بعد بھی نہیں ملے، انشاء اللہ دوسرے ایڈیشن میں ان مرثیوں کے بند انتخاب  
کر کے لکھ جائیں گے۔ فی الحال مرثیوں کے مطلعے درج ہیں۔

مرثیے تعداد بند شاعر

۱۔ اے مومنو جدائی ہے دولھا دلہن میں آج میر مونس



- ۲۔ جب لاشہ قاسم پہ شہر و بر آئے میرنفس
- ۳۔ جب قاسم جری نے جہاں سے سفر کیا میرنفس
- ۴۔ جب دولت شہر پہ زوال آگیا رن میں مرزا دپیر
- ۵۔ جب ازرق شامی کو فنا کر چکے قاسم مرزا دپیر
- ۶۔ جب آئی خزاں سرو گلستانِ حسن پر مرزا عشق
- ۷۔ زخمی جو رن میں قاسم گل پیر ہن ہوا میرانفس
- ۸۔ عقد کبرا سے ہوا جب قاسم نوشاہ کا دلگیر
- ۹۔ قاسم نے فنا کر دیا جب فوج گراں کو نفیس
- ۱۰۔ گھوڑے سے جب کہ قاسم گلگوں قبا گرا مرزا دپیر
- ۱۱۔ اے قاسم مضمون مجھے مضمون نیا دے ۱۴۷ امانت لکھنوی
- ۱۲۔ قاسم ابن حسن جب سوئے میدان نکلے ۴۵ دلاور علی عزت لکھنوی
- ۱۳۔ نیرنگ ہے عجب چمن روزگار میں محب
- ۱۴۔ میدان میں آمد ہے جگر بند حسن کی حمید لکھنوی
- ۱۵۔ سوا ہے غم سے اگر ہو سرور غربت میں حمید لکھنوی
- ۱۶۔ ثنائے ابن حسن سے ہے تر زبان سخن مرزا رفیع لکھنوی
- ۱۷۔ سکھ رواں ہے ضرب شجاعت کا دہر میں ۲۰۵ ثابت لکھنوی
- ۱۸۔ اے عندلیب طبع بہار سخن دکھا طالب لورپوری
- ۱۹۔ ازل سے عقد زبان و سخن ہے عالم میں ۵۰۰ مہدی حسین ماہر لکھنوی
- ۲۰۔ طور منبر مجھے ذکر شہ والا سے ملا ۲۴۰ اصغر حسین فاخر لکھنوی
- ۲۱۔ جب رن میں قتل بنت علی کے پسر ہوے اصغر حسین فاخر لکھنوی

- ۲۲۔ پھر آج قلم وصف شدہ دیں میں رواں ہو  
 سید محمد کاظم جاوید لکھنوی
- ۲۳۔ ہاں اے قلم خوشی سے مری اب رواں ہو پھر  
 سید محمد کاظم جاوید لکھنوی
- ۲۴۔ پھر آج کل ہے بڑے حُسن پر شبابِ سخن  
 سید محمد کاظم جاوید لکھنوی
- ۲۵۔ شکر صد شکر کہ پھر آج زبان کھلتی ہے  
 سید محمد کاظم جاوید لکھنوی
- ۲۶۔ جواب پائے نہ جس کا وہ گفتگو نہ کرے  
 ۱۲۸ فرزند حسین ذاکر لکھنوی
- ۲۷۔ نخل بند چمنستان معانی ہوں میں  
 برجیس
- ۲۸۔ جب گل ہوا چراغِ حسن رزم گاہ میں  
 فرزند حسن جلیل لکھنوی
- ۲۹۔ فیض شبیر سے گلزارِ سخن ہے میرا  
 حسن بھرتیوری
- ۳۰۔ آئی ہے طبیعت مری لیلائے سخن پر  
 شاد بھرتیوری
- ۳۱۔ عالم افروز ہوا جب رُخ تابانِ سحر  
 عروج بھرتیوری
- ۳۲۔ عزیزو سنو ! یہ نیا ماجرا دیکھ  
 عطا حسین عطا
- ۳۳۔ کیونکر نہ کروں وصفِ حسن کا حسن ہے  
 ۴۵ ناظم شکار پوری
- ۳۴۔ ہوا جو زہرِ ہلاہل کا مجتبیٰ پہ اثر  
 ۱۱۰ ناظم شکار پوری
- ۳۵۔ یارب مرے قلم میں کل ایماں کا زور دے  
 ۱۰۸ شہر لکھنوی
- ۳۶۔ زندگی کیا ہے محبت میں فنا ہو جانا  
 ۹۰ منظر عظیمی
- ۳۷۔ اہلِ تسلیم شجاعت کا چلن جانتے ہیں  
 ۷۷ زیباردولوی
- ۳۸۔ میں گیسوئے عروسِ ولا کا اسیر ہوں  
 ۹۶ اطہر جعفری
- ۳۹۔ یہ زندگی میں تنازع جو ہے بقا کے لیے  
 ۶۳ فیض بھرتیوری
- ۴۰۔ قاسم بخدا وارثِ قرآنِ جلی ہیں  
 منظور رائے پوری
- ۴۱۔ مسند آرائے فلک جب شبِ عاشور ہوئی  
 ۶۰ قمر جلالوی



- ۲۲۔ یلین شرافت کا میں خُلقِ حُسن ہے ۷۹ یادِ اورِ عظمیٰ  
۲۳۔ یارب چمنِ نظمِ گلستانِ یقین ہو ۶۳ یوسف علی عزیز دہلوی  
۲۴۔ یارب چمنِ عزا باغِ جنّاں ہو ۹۲ یوسف علی عزیز دہلوی  
۲۵۔ خدا ہر ایک کا رازق ہے اور بڑا عالم ۳۷ ہدم فیض آبادی  
۲۶۔ ہر ما رہی ہے قلبِ کوب اس نوجواں کی یاد ۳۶ سہیل بنارس
- 

jabir.abbas@yahoo.com



باب ﴿.....۸﴾

## نوحے در حالِ حضرتِ قاسمؑ

نوحہ  
دلگیر لکھنوی

ماں لاشہ قاسمؑ پہ لگی کرنے یہ زاری ہے ہے بنے قاسمؑ  
پامال صد افسوس ہوئی لاش تمہاری ہے ہے بنے قاسمؑ  
بے گور و کفن لاش تری دیکھ کے بیٹا پھٹتا ہے کلیجہ  
اس غربت و تنہائی پہ مادر گئی واری ہے ہے بنے قاسمؑ  
واری گئی احوال ذرا دیکھ دلھن کا جی کھوتی ہے کبراً  
سر پٹیتی ہے لاش پہ باگریہ و زاری ہے ہے بنے قاسمؑ  
کچھ تو کہو واری گئی کبراً سے مری جان اتناں گئی قربان  
صدتے گئی اس چاندی صورت پہ تمہاری ہے ہے بنے قاسمؑ  
یہ کہہ کے لگی پیٹنے سر مادرِ قاسمؑ کیا قہر ہے اس دم  
رٹڈ سالہ پہنتی ہے دلھن ہائے تمہاری ہے ہے بنے قاسمؑ  
ناشاد کہے یا کہے دولہا تمہیں اپنا ہے ہے مرے نوشاہ  
کیا کہہ کے دلھن پیٹے تمہیں ظلم کی ماری ہے ہے بنے قاسمؑ



ماں نے کہا سر پیٹ کے ہے ہے مرے نوشاہ بچھتا ہے کلیجہ  
 نتھ ناک سے داری گئی کبریا نے اُتاری ہے ہے بنے قاسم  
 ہے ہے مرے دولہا مرے نوشہ مرے پیارے ماں کس کو پکارے  
 تم مر گئے جیتی رہی مادر یہ تمہاری ہے ہے بنے قاسم  
 جس وقت کہ تم زخمی ہو گھوڑے سے گرے تھے میدانِ ستم میں  
 میں سنتی تھی جو عمو کو تھا تم نے پکارا ہے ہے بنے قاسم  
 یا تو مجھے وہ بیاہ کا جوڑا تھا پہنایا خوش ہو کے کچھ سچی نے  
 یا اب مجھے رورو کے ہے رنڈ سالہ پنہایا ہے ہے بنے قاسم  
 اک بات بھی کی آپ نے خوش ہو کے نہ مجھ سے یہ بیاہ تھا کیسا  
 کچھ ہم خنخی کا بھی مزا میں نے نہ پایا ہے ہے بنے قاسم  
 تم خون میں اب ڈوب کے میدان سے ہو آئے یہ قہر ہوا ہے  
 اس شادی کے ہوتے ہی عجب رنگ دکھایا ہے ہے بنے قاسم  
 پانی کے نہ ہونے سے میسر نہ ہوا رنگ جو خیمہ میں تم کو  
 سو تم نے وہاں خون سے سب جوڑا رنگایا ہے ہے بنے قاسم  
 میں شرم زدی ہو گئی تم رن کو سدھارے کچھ کی نہ تسلی  
 اس شرم نے ہاتھوں سے مرے تم کو گنویا ہے ہے بنے قاسم  
 اُٹھ کر تو مرا حال ذرا دیکھئے صاحب کس نیند ہو سوتے  
 گردوں نے مجھے خاک میں کیسا ہے ملایا ہے ہے بنے قاسم  
 کبریا تو یہ کہتی تھی کہ چلائی سکیں اس لاش پہ آ کر  
 کچھ مہندی کا ٹیگ آپ کی سالی نے نہ پایا ہے ہے مرے قاسم



دلگیر سیکنہ یہی کہتی تھی بصد غم اس لاش سے لپٹی  
کیوں تم پہ رنڈا پامری آپا کا خوش آیا ہے ہے بنے قاسم

نوحہ  
دلگیر لکھنوی

مجرے کو چچا کے قاسم جب بنزا بن کر آیا      زینبؑ نے کلیجہ پکڑا دل سرور کا بھر آیا  
کبریا رو رو چلائی اب مجھ پر محشر آیا      بیتابی کی حالت میں یہ حرف زباں پر آیا  
قاسم مرنے چلا چھوڑ مجھے ناشاد  
دادی زہرا پہنچے پوتی کی فریاد

نادان سیکنہ سے پھر بولا یوں رو کر قاسم      عموں کے سر پہ بنی ہے کٹاؤے گا اب سر قاسم  
جاوے گا ضرور اب بہنا اعدا کے برابر آیا      اس وقت مجھے مت رو کو اب وقت برابر آیا  
بھولی بچی شاہ کی روئی دھاڑیں مار  
لپٹی بھائی کے گلے ننھے ہاتھ پیار

اُس بنڑے نے وال سب کو القصہ بلکتے چھوڑا      ماں سے بھی چھپائیں آنکھیں دلہن بھی منہ موڑا  
تلاور کمر میں کس کر اور اپنا ڈپٹ کر گھوڑا      رو بہ صفتوں کے مقابل جوں شیر دلاور آیا  
بیڑے بولے دیکھو مرنے کو اس آن  
سر پر باندھے سہرا آیا ایک جوان

آخر کو لہین نے جوانی مائی میں ملائی اُس کی      کاٹی پہنچوں سے ہے ہر ایک کلائی اُس کی  
گھوڑے سے گرا اور گھر میں آواز جو آئی اُس کی      یوں روتا لاش پر اُس کی فرزند بیہیر آیا  
قاسم دلہن کو تیری ٹھور رہو نہ ٹھاؤں  
مائی میں یوں مل گیو بیہیر حسن کے ناؤں



گہرے سرور اس کا سہرا آنکھوں سے لگا کر روئے  
لاشے پہ بھتیجے کے شہ یہ شور مچا کر روئے  
خیمہ سے جو خاک اڑاتا ہمشکل پیمبر آیا  
بولا اکبر بھائی کے لاشے پہ ڈھاڑیں مار

قاسم بھائی چل بے ہم بھی چلتے ہار  
عباس نے اکبر کو جب میدان میں روتے دیکھا  
اور لاش پر ابن حسن کی شہ کو جی کھوتے دیکھا  
بھائی کو بھتیجے کو جب روروش ہوتے دیکھا  
ہاتھوں سے کلیجہ پکڑے عباس دلاور آیا  
بولا اپنی زندگی کیونکر مجھ کو بھائے

قاسم سہرا باندھ کر جب رن میں مر جائے  
گھوڑے پر لاش رکھ کر اس زنجی تیغ و سناں کا  
خیمہ کی جانب روروشیئر نے گھوڑا ہانکا  
سچے چمچے سے اس دم بنزی نے منہ اپنا ڈھانکا  
دولہا کا لاش جس دم خیمے کے اندر آیا  
ہاتھ کی چوڑی پھوڑ کے نوچے اپنے کھیس  
منہ کو دھور لپیٹ کے کیا فقیری بھیس

کہے کیا آگے سب اہل حرم کی زاری  
دولہا کی ماں کا رونا اور دھن کی خونباری  
تھی روروشر مچاتی ہر بی بی غم کی ماری  
تھا شافع حشر کے گھر میں گویا ایک محشر آیا  
رو رو بولیں بیبیاں سر پر مائی ڈالی  
سر کٹوانے جائے گا اب زہرا کا لال

نوحہ  
نواب باقر علی خاں تشفی لکھنوی

کبرائے کہا لاش پہ باگریہ وزاری ہے ہے بنے قاسم  
جیتے نہ پھرے آئی یہاں لاش تمھاری ہے ہے بنے قاسم



افسوس کہ سہرا تمہیں راس نہ آیا یوں سر کو کٹایا  
 یہ چاند محرم کا نہایت ہوا بھاری ہے ہے بنے قاسم  
 میدان میں یوں تیر سے زخمی ہوئی چھاتی روتے تھے براتی  
 تابوت کی مانند پھری رن سے سواری ہے ہے بنے قاسم  
 پانی نہ ملا اور نہ ممکن ہوا شربت تھی پیاس کی شدت  
 کوثر کی طرف روح پئے آب سدھاری ہے ہے بنے قاسم  
 تن خاک میں غلطاں ہے بدن سارا ہوا سرد ہے مجھ کو غم و درد  
 خوں سیروں بہا جاتا ہے کیا زخم ہے کاری ہے ہے بنے قاسم  
 یوں مانگ مری لٹ گئی تم مر گئے قاسم میں ہوتی ہوں نادم  
 بن آپ کے ہوتی ہے مجھے ذلت و خواری ہے ہے بنے قاسم  
 خیمے میں تشفی تھا عجب طرح کا عالم سب کرتے تھے ماتم  
 ہر ایک کے لب پر یہی اس وقت تھا جاری ہے ہے بنے قاسم

نوحہ  
میر انیس

بیان کرتی تھی کبڑا اے مرے رشک قمر دولہا  
 ہوا پامال گھوڑوں سے ترا تن سیم بر دولہا  
 پھراتے در بدر کس طرح سے اک دن کی بیانی کو  
 جو کوئی کاٹ لیتا تیرے بدلے میرا سر دولہا  
 جہاں میں ایسی بھی شادی کسی کی کم ہوئی ہوگی  
 گیا مرنے دھن کو چھوڑ کر وقتِ سحر دولہا



نہ چھوڑوں گی کبھی رونا نہ بدلوں گی کبھی کپڑے  
 رہوں گی جوڑا رنڈ سالے کا پہنے عمر بھر دولہا  
 نہ پایا رسم کا شربت گئے دنیا سے تم پیاسے  
 ہوئے ہے نہ مرنے مرنے مرے لب پانی سے تر دولہا  
 نہ اکبر ہیں نہ عباس دلاور ہیں نہ بابا ہیں  
 پھر انہیں گے لعین اونٹوں پہ ہم کو در بدر دولہا  
 تمہارے آگے مرتی میں پہ یہ قسمت میں لکھا تھا  
 دلہن بیٹھی رہے، کر جائے دنیا سے سفر دولہا  
 ہوئے مہندی کے بدلے سُرخ دست و پاترے خوں سے  
 ہوا طرے کی جا تم کو میسر زخم سر دولہا  
 وطن میں جا کے کب ہجولیوں کو منہ دکھاؤں گی  
 تمہاری قبر پر بیٹھی رہوں گی عمر بھر دولہا  
 جو کوئی مجھ سے پوچھے گا یہ کس کی قبر ہے بتلا  
 کہوں گی رو کے میں تھا یہ مرا خستہ جگر دولہا  
 ہوئی میں رائی بیابانی ایک شب کی دل جلی دکھیا  
 سحر کو رن میں کھا کر مر گیا تیغ و تبر دولہا  
 نشانی آستیں دے کر گئے تم ایسے دنیا سے  
 دوبارہ پھر دلہن کی پوچھتے کچھ آکر خبر دولہا  
 سوائے آری مصحف نہ صورت دیکھنے پائی  
 نہایت تم نے جلدی باندھی مرنے پر کمر دولہا



مجھے یاں چھوڑ کر کس پر گئے گلزارِ جنت کو  
 مرے والی، مرے وارث مرے رشکِ قمرِ دولہا  
 انیس خستہ دل حق سے دعا کر ہاتھ پھیلا کر  
 محرم سے بُلا روضے پہ اپنے پیشترِ دولہا

نوحہ  
 میرا نیس

اک رات کی بیاہی یہ بیاں کرتی تھی رو کر  
 میں لٹ گئی صاحب  
 تم رن میں پڑے سوتے ہو یاں میں ہوں کھلے سر  
 میں لٹ گئی صاحب  
 اک شور ہوا خیموں میں در آئے شکر  
 جب مر گئے سرور  
 خیمے چلے اسباب لٹا ، چھن گئی چادر  
 میں لٹ گئی صاحب  
 کنگن کی جگہ ہاتھوں میں اب دوہری رسن ہے  
 یہ رنج و محن ہے  
 افشاں کی جگہ خاک پڑی ہے مرے سر پر  
 میں لٹ گئی صاحب  
 دڑوں سے ہوئی چوتھی، رسن سے ہوئے چالے  
 دل پر چلے بھالے



جب منہ کی دکھائی میں پھرائی گئی در در  
 میں لٹ گئی صاحب  
 آیا نہ مجھے راس یہ مہندی کا رچانا  
 سہرا وہ شہانا  
 تم مر گئے ، میں لٹ گئی ، برباد ہوا گھر  
 میں لٹ گئی صاحب  
 اماں نے مجھے آن کے رٹسالا پنہایا  
 اور سہرا بڑھایا  
 جب چوڑیاں توڑیں تو خن لائی یہ لب پر  
 میں لٹ گئی صاحب  
 رکھے ہوئے ہاتھوں پہ انیس آستیں کبریٰ  
 کہتی تھی یہ دکھیا  
 لو جلد خبر ، نیزہ چبھوتے ہیں سنگر  
 میں لٹ گئی صاحب

نوحہ  
 مرزا دبیر

یتیم مجنبا قاسم شہید کر بلا قاسم  
 ہوا صد حیف تو مقتول بے جرم و خطا قاسم  
 جوانی تیری دیکھی موت دیکھی بیاہ بھی دیکھا  
 مجھے تقدیر نے کیا کیا دکھایا ماجرا قاسم

اُٹھو بیٹا اُٹھو جانی اُٹھو دلبر اُٹھو پیارے  
 چلے ہیں سید بیکس کٹانے کو گلا قاسم  
 اگر یہ جانتی تو خلعت شادی بدلتی میں  
 پنہا دیتی کفن تجکو مرے گل گوں قبا قاسم  
 ہزار افسوس یہ اعضا رگ گل سے جو نازک تھے  
 ہوئے پامال میداں میں بسان نقش پا قاسم  
 نہ چوتھی ہونے پائی کہ اجل نے اس قدر جلدی  
 مگر چوتھی کے بدلے اب سوم ہوگا ترا قاسم  
 دلہن کو یہاں سے لے جاؤ نجف میں بٹھلاؤ اس کو  
 کہ ہم سب بیکسوں کی شمر چھینے گا ردا قاسم  
 جگر میں داغ، اشک آنکھوں میں، لب پر نالہ و افغاں  
 تمہاری نوجوانی کا یہ سکھ مجھ کو ملا قاسم  
 تمہیں میں بخشی ہوں دودھ لیکن بخش دو تم بھی  
 ہوئی ہو پالنے والی سے گر کوئی خطا قاسم  
 یتیمی بیکیسی بیچارگی سب ختم ہے تم پر  
 کوئی مظلوم اب تم سا نہ ہوگا نہ ہوا قاسم  
 ترا یہ بھولا بھالا منہ اور اس پر سہرے کی لڑیاں  
 نہ بھولے گی مجھے یہ شان تا وقت قضا قاسم  
 نہ رنڈ سالہ بنی کو نہ کفن ہے تیرے لاشہ کو  
 عجب سادات پر وقت مصیبت ہے پڑا قاسم



ہوئے عمو پہ تم صدقے نبی راضی خدا راضی  
 مگر میں لٹ گئی میرا مقدر تھا برا قاسم  
 نہ کی شربت کی خواہش اور نہ مصری بیاہ کی کھائی  
 ملا ایسا تمہیں کیا آبِ خنجر میں مزا قاسم  
 جوانی پر تری روؤں کہ غربت پہ تری روؤں  
 مرے مظلوم قاسم اے مرے بے دست و پا قاسم  
 کفن تم کو گدائی کر کے پہناتی میں اے جانی  
 مگر مجبور ہوں ہے نام اس گھر کا بڑا قاسم  
 قسم تیرے جواں مرنے کی اس دم دیکھتی ہوں میں  
 پڑے لاشہ پہ صدقہ ہو رہی ہے فاطمہ قاسم  
 سدھارو تم حسن آغوش پھیلائے یہ کہتے ہیں  
 بیا قاسم بیا قاسم بیا قاسم  
 سفارش اب میں کرتی ہوں قسم حیدر کی دیتی ہوں  
 دیر خستہ کو بخشایو روز جزا قاسم

نوحہ

میرمونٹس

ماں کہتی تھی رورو کے یہ باگریہ وزاری ہے ہے بنے قاسم  
 میں رائڈ تو جیتی رہی تم مر گئے واری ہے ہے بنے قاسم  
 کچھ ماں کی ضعیفی پہ تمہیں رحم نہ آیا حلق اپنا کٹایا  
 لٹوا گئے جنگل میں کمائی کو ہماری ہے ہے بنے قاسم

کنگنا ہے کہیں ہاتھ کہیں اور کہیں سہرا مجروح ہے چہرہ  
 ٹکڑے ہے یہ پوشاک شہانی تری ساری ہے ہے بنے قاسم  
 تلواروں سے کٹ کٹ کے تے دست بلوریں خوں میں ہوئے رنگین  
 یہ بیاہ کی مہندی تجھے راس آئی نہ واری ہے ہے بنے قاسم  
 کیا سور ہے ہو آنکھیں تو صدقے گئی کھولو کچھ منہ سے تو بولو  
 لے جاؤں کہاں یہاں سے دوہن کو میں تمہاری ہے ہے بنے قاسم  
 کل دو لہا بنے بیٹھے تھے مسند پہ مری جاں ہے آج یہ ساماں  
 پامال ہے لاش اور لہو زخموں سے جاری ہے ہے بنے قاسم  
 نیزوں پہ ہیں سراونٹ پہ سر ننگے بنی ہے اور سینہ زنی ہے  
 کس دھوم سے جاتی ہے برات آج تمہاری ہے ہے بنے قاسم  
 موتس کہوں کس منہ سے میں اُس بی بی کا ماتم جیسا تھا اُسے غم  
 ہر دم یہی چلاتی تھی باگریہ وزاری ہے ہے بنے قاسم

نوحہ

نالائ لکھنوی

لاش قاسم پہ دلھن پکاری سوتے ہو کیوں بنے میرے قاسم  
 آئی دکھیا دلھن یہ تمہاری سوتے ہو کیوں بنے میرے قاسم  
 ظلم کرتے ہیں ظالم بچا لو قید ہوتے ہیں آکر چھڑا لو  
 رکھو عزت تم اپنی ہماری سوتے ہو کیوں بنے میرے قاسم  
 لاش میداں میں بے سر پڑی تھی لڑی سہرے کی کٹ کر گری تھی  
 خون میں ڈوبی ہے پوشاک ساری سوتے ہو کیوں بنے میرے قاسم



رن میں لاشہ تمھارا پڑا ہے قتل ہر اک براتی ہوا ہے  
کیا بنی شکل ہے ہے تمھاری سوتے ہو کیوں بنے میرے قاسم  
لے گئے ہائے جوڑا شہانا لے گئے وہ کلائی سے کنگنا  
کٹ گئی ہے کلائی تمھاری سوتے ہو کیوں بنے میرے قاسم  
مجھ کو اماں نے دلہن بنایا سوہا جوڑا ہے مجھ کو پنہایا  
گھر کو چلے منگادوں سواری سوتے ہو کیوں بنے میرے قاسم  
حال کبڑی کہوں کیا میں نالاں سر پٹکتی ہے ہو ہو کے گریاں  
یہی کہتی تھی وہ شہ کی پیاری سوتے ہو کیوں بنے میرے قاسم

نوحہ

رافت لکھنوی

روکے کہتی تھی یہ ماں ہائے مری جاں قاسم  
میرے ناشاد جواں مرگ پُر ارماں قاسم  
مرے محبوب مرے گلرو مرے غنچہ دہن  
مرے شہزادے مرے یوسف کنعاں قاسم  
اے مرے قوتِ دل اے مری آنکھوں کی ضیا  
مرے عاشق مرے شیدا مرے جاناں قاسم  
مری راحت مرے آرام کے خواہاں قاسم  
مرے دلدار مرے تالبع فرماں قاسم  
مر گیا دولہا دلہن روکے تڑپتی ہی رہی  
ہائے شادی میں ہوا غم کا یہ ساماں قاسم



کیا پھین سہرے کی تھی چاند سے منہ پر جانی  
 اماں اس شانِ شہانی پہ ہو قرباں قاسم  
 ہے غضبِ کس کی نظر کھا گئی دولہا کو مرے  
 تجھ کو نوشاہ بنا کر ہوں پشیمیاں قاسم  
 سو جھتا کچھ نہیں اندھیر ہے دنیا لوگو  
 ہائے آنکھوں سے مری ہو گئے پنہاں قاسم  
 مسند الٹی گئی ماتم کی صفیں بجھتی ہیں  
 نام لے لے کے ترا روتے ہیں مہماں قاسم  
 جا کے سسرال میں چوتھی کا نہ پہنا خلعت  
 رہ گیا سالیوں کو نیک کا ارماں قاسم  
 نذر دو واری حسین آئے ہیں تسلیم کرو  
 کچھ ضیافت کا چچا کی کرو ساماں قاسم  
 رکھو سر قدموں پہ منت سے چچا کو روکو  
 سنتی ہوں جاتے ہیں شہ جانبِ میداں قاسم  
 واری ماں اٹھ کے ذرا اپنی دلہن کو سمجھاؤ  
 ترے مرنے سے بہت ہے وہ پریشاں قاسم  
 رافت اس لاش پہ رورو کے وہ کہتی تھی یہی  
 خلد کو جاتے ہو اللہ نگہباں قاسم



## نوحہ میر نفیس

کبراً نے کہا تم نہ مجھے چھوڑ کے جانا ہے ہے بنے قاسم  
 اک شب کی دلہن کو نہ کہیں رائٹ بنانا ہے ہے بنے قاسم  
 کس وقت میں افسوس پیام اجل آیا پردیس میں تم کو  
 راس آیا نہ صاحب کو مرا بیاہ کے لانا ہے ہے بنے قاسم  
 اک بات میں کہتی ہوں ذرا اُس کا رہے دھیان لوٹدی ہوئی قربان  
 فردوس میں لوٹدی کو کہیں بھول نہ جانا ہے ہے بنے قاسم  
 سب خاک میں مل جائے گی یہ عزت و توقیر بعد آپ کے صاحب  
 والی نہ رہا جب تو کہاں میرا ٹھکانا ہے ہے بنے قاسم  
 کس طرح سے کٹواؤں گلا آپ کے ہمراہ ہے ہے مرے نوشاہ  
 مجھ کو ابھی زندان کی صعوبت ہے اٹھانا ہے ہے بنے قاسم  
 اللہ کو سونپا تمہیں لو جاؤ سدھارو مختار ہو صاحب  
 لوٹدی کو بھی خدمت کے لیے پاس بلانا ہے ہے بنے قاسم  
 میں شام کے بازار میں سرنگے پھروں گی کیسا یہ غضب ہے  
 تقدیر میں لکھا ہے مرے خاک اڑانا ہے ہے بنے قاسم  
 دکھلایو دیدار مجھے خواب میں آکر زندانِ ستم میں  
 دیکھو یہ وصیت نہ میری دل سے بھلانا ہے ہے بنے قاسم  
 بلواؤ نفیس جگر افکار کو اپنے اب کرب و بلا میں  
 ملتا نہیں اب ہند میں رہنے کا ٹھکانا ہے ہے بنے قاسم



نوحہ

میر وحید

لاش آئی جو خیمہ میں تو کبریا نے سنایا ہے ہے بنے قاسم  
 نوشاہ مرے تم نے یہ کیا حال بنایا ہے ہے بنے قاسم  
 شادی ہوئی کل آج تمہاری اجل آئی افسوس صد افسوس  
 صد حیف کہ یہ بیاہ تمہیں راس نہ آیا ہے ہے بنے قاسم  
 جو منہ سے کہا تھا وہ کیا آپ نے صاحب میرا نہ رہا دھیان  
 دولہ بھی بنے سر کو بھی میدان میں کٹایا ہے ہے بنے قاسم  
 تقدیر میں لکھا تھا کہ ہو جاؤں میں بیوہ مجبور تھے تم بھی  
 یوں اٹھ گیا سر پر سے میرے آپ کا سایہ ہے ہے بنے قاسم  
 کل تک تو میں پہنے ہوئے تھی بیاہ کا جوڑا اور ناک میں تھتی  
 اور آج ہے تقدیر نے رنڈ سالہ پنہایا ہے ہے بنے قاسم  
 ہے ہے مرے والی مرے مالک مرے صاحب یہ کیا کیا مجھ سے  
 کیا میں نے خطا کی جو مجھے دل سے بھلایا ہے ہے بنے قاسم  
 افسوس صد افسوس ملے خاک میں ارمان مجھ سوختہ دل کے  
 اس گردش گردوں نے عجب رنگ دکھایا ہے ہے بنے قاسم  
 یہ تو کہو پردیس میں کس پر مجھے چھوڑا کچھ منہ سے تو بولو  
 منہ موڑ کے اس لونڈی سے جنگل کو بسایا ہے ہے بنے قاسم  
 نادار ہوں محتاج ہوں کس طرح کفن دوں کچھ بن نہیں آتی  
 ہمسایہ بھی اپنا نہیں ، ہے ذلیس پرایا ہے ہے بنے قاسم



ہے آرزو صاحب کہ سدالاش کے اوپر رویا کروں دن رات  
 میں جیتی رہی تم کو پیام اجل آیا ہے ہے بنے قاسم  
 وسواس مجھے آتا ہے اب خاک سے اٹھو بس سوچکے صاحب  
 اب اٹھو کہ بازو بھی کئی بار ہلایا ہے ہے بنے قاسم  
 اماں نے خوشی سے مجھے کل بیاہ کا جوڑا پہنایا تھا ہنس کر  
 ہے آج چچی جان نے رنڈ سالہ پہنایا ہے ہے بنے قاسم  
 لکھ بین نہ کبرا کے وحید جگر افکار کر عرض بہ منت  
 بلواؤ سوئے کرب و بلا بہر خدایا ہے ہے بنے قاسم

نوحہ

علی میاں کمال

لاش قاسم پہ کہا ماں نے بہ فریاد و بکا میرے ناشاد پسر  
 رائڈ بیکس کے نشان کشتہ شمشیر جفا میرے ناشاد پسر  
 واری دیکھو تو ذرا مانگ دلہن کی دولہا کیسی ہے خون میں تر  
 جس میں صندل ابھی تھا بانو نے بیکس نے بھرا میرے ناشاد پسر  
 میرے ناشاد تری روح سے مادر ہے تجھ کیسا شرمندہ ہے دل  
 کچھ زمانہ نہ ہوا نام ہوا شادی کا میرے ناشاد پسر  
 آج کیا ہے جو نہیں کرتے ہوتم بھک کے سلام حیرت کا ہے مقام  
 آنکھ کھولو تو میں صدقے گئی بیٹھے ہیں چچا میرے ناشاد پسر  
 دل میں اک رات کے بیاہ کے نہ ہو کیسے ملال مجھ کو اس کا ہے خیال  
 منہ سے کچھ بات کرو ماں سے بڑھا کر سہرا میرے ناشاد پسر



دھوم سے شادی نہ کی ماں نے جو اے ماہِ لقا کجیو اس کا نہ گلا  
واری نادار تھی میں اور گرفتارِ بلا میرے ناشادِ پسر  
اے علی کیا کہوں ہوتا تھا جو کچھ شورِ فغاں جو وہ کرتی تھی بیاں  
میرے قاسم میرے بے کس میرے پامال جفا میرے ناشادِ پسر

### نوحہ علی میاں کامل

جاں بلب قاسم کے غم میں مادرِ ناشاد ہے  
رات کو دولہا بنا تھا صبح کو بے جاں ہوا  
وائے قسمت یہ نہ سمجھے اشقیا ہنگامِ ظلم  
قتل کا کس ناز میں کے حکم ظالم نے دیا  
کیا نہ تھا معلوم دادا اُس شہیدِ ظلم کا  
آہ اتنا کہنے والا کوئی دنیا میں نہیں  
کیوں کمر باندھی ہے خوزیری پان کے لے لیں  
کیا وصیت کی تھی پیغمبر نے اُن کے باب میں  
بجھ گئی شمع مزارِ مجتبیٰ فریاد ہے  
جانگزا میں مہ جیوں کے قتل کی روداد ہے  
راحتِ جاں ایک بیوہ کا یہ نوداماد ہے  
ابنِ سعد بے حیا ہے بُرا حملاد ہے  
مصطفیٰ کا جانشین جبریل کا اُستاد ہے  
کچھ خدا کا خوف بھی اے بانیِ عیداد ہے  
جن کے دم سے زیبِ وزینِ عالم ایجاد ہے  
کچھ تجھے ارشادِ ختم الانبیاء کا یاد ہے

### نوحہ طور لکھنوی

بیان کرتی تھی کبرِ اے مرے رشکِ قمر دولہا  
غیم ایسا نہیں ہرگز نکل جاوے کسی دل سے  
ہوا پامال گھوڑوں سے تیرا تنِ سیمبر دولہا  
تمہارا نام لے کر پیٹوں گی شام و سحر دولہا  
نہ یہ معلوم تھا مہمان ہو تم تا سحر دولہا  
حیا سے بات تک کرنے کی دل میں رہ گئی حسرت



لعین اب شام سے لے جاویں گے ہم کو اے تن قاسم کھلے سر میں تو پیچھے ہوں گی آگے ترا سر دو لھا  
تمہارے آگے میں مرتی پہ یہ قسمت میں لکھا تھا دُھن بیٹھی رہے کر جائے دنیا سے سفر دو لھا  
نہ اکبر ہیں نہ عباس دلاور ہیں نہ ہیں بابا پھر اویں گے لعین اُونٹوں پہ ہم کو در بدر دو لھا  
جگر شق ہوتا ہے اے طور جب کبریا یہ کہتی ہیں  
مرے دو لھا مرے وارث مرے رشک قمر دو لھا

سمیل سیکٹہ جیوا بادندھ پاکستان

نوحہ

غضنفر حسین عروج بھرت پوری

(شاگرد میر عارف)

ذی شاں مرے قاسم بے جاں میرے قاسم صدقے ترے یہ مادر نالاں مرے قاسم  
مجھ بیوہ کو اس پیری میں چھوڑا کہو کس پر جنگل میں مرا کون ہے پُر ساں مرے قاسم  
اب جاتے ہو جنگل میں مجھے چھوڑ کے کس پر اس عالم غربت میں پریشاں مرے قاسم  
دیکھی نہ دھن اور نہ تمہاری کوئی اولاد دل میں رہا مادر کے یہ ارماں مرے قاسم  
اک بار مجھے اور دکھا جائے صورت ڈھونڈے ہیں تجھے دیدہ حیراں مرے قاسم

بلو! لو مجھے کرب و بلا کہہ کے چچا سے

رکھتا ہے عروج اب تو یہ ارماں مرے قاسم

نوحہ

واجد لکھنوی

قاسم کی یہ ماں کہتی تھی باگریہ وزاری ہے ہے بنے قاسم  
تم مر گئے افسوس ردا لے گئے ناری ہے ہے بنے قاسم



سہرے کے ابھی پھول بھی کملائے نہیں ہیں جو مر گئے ہے ہے  
 کس منہ سے کہوں تیر لگے سینہ پہ کاری ہے ہے بنے قاسم  
 آلودہ ہے خون میں تری پوشاک شہانی اے یوسف ثانی  
 صدقے تری صورت کے تری لاش پہ واری ہے ہے بنے قاسم  
 جن ہاتھوں میں مہندی تھی لگی تمہارے وہ کٹ گئے سارے  
 اور گھوڑوں سے پامال ہوئی لاش تمہاری ہے ہے بنے قاسم  
 عموں پہ فدا ہو گئے دو روز کے پیاسے شمشیر جفا سے  
 دے صبر دلہن کو تری اب خالق باری ہے ہے بنے قاسم  
 واجد یہ چلاتی تھی وہ خاک اڑا کر اے دلبر شہر  
 فردوس کو قتل سے گئی تیری سواری ہے ہے بنے قاسم

نوحہ

واجد کھنوی

رو رو لاشے پہ بنڑی پکاری میرے قاسم بنے تم پہ واری  
 بن کے تقدیر بگڑی ہماری میرے قاسم بنے تم پہ واری  
 تم کو کیا کہہ کے روئے یہ ناشاد کیجئے کچھ تو یکس سے ارشاد  
 کیا کرے بین بیوہ تمہاری میرے قاسم بنے تم پہ واری  
 تم کو شادی نہ یہ راس آئی عقد کی صبح گردن کٹائی  
 ہے قبا خون میں آلودہ ساری میرے قاسم بنے تم پہ واری  
 چور لاشہ تمہارا ہوا ہے اور سہرا بھی خون میں بھرا ہے  
 مر گئے تم نان کھا کے کاری میرے قاسم بنے تم پہ واری



کوئی سنتا نہیں میری فریاد رہ گئی ہائے اس دن کو ناشاد  
مجھ کو درد پھراتے ہیں ناری میرے قاسم بنے تم پہ واری  
عرض واجد کی ہے تم سے رو رو میرے نوحہ پہ تم صاد کرو  
کہہ کے لایا ہے مہندی تمہاری میرے قاسم بنے تم پہ واری

نوحہ

واجد لکھنوی

لاش پر تھی یہ کبرا کی زاری میرے نوشہ بنے تم پہ واری  
بس کے اجڑی ہے بستی ہماری میرے نوشہ بنے تم پہ واری  
رخ پہ سہرے کی لڑیاں کٹی ہیں خاک میں دونوں نفیس اٹی ہیں  
نیند ہے یا ہے غش تم پہ طاری میرے قاسم بنے تم پہ واری  
سر پہ چادر ہے نہ رخ پہ برقعہ غیر بستی ہے اور ہے یہ بلوہ  
کس طرف جائے آفت کی ماری میرے نوشہ بنے تم پہ واری  
ساتھ زخموں کے کپڑے پٹھے ہیں پیچ پگڑی کے سارے کٹے ہیں  
بھر گئی خون میں صورت تمہاری میرے نوشہ بنے تم پہ واری  
کھل گیا سر ہے چادر اڑھاؤ اور قید جہاں سے چھڑاؤ  
ہے گرفتار یہ غم کی ماری میرے نوشہ بنے تم پہ واری  
کیوں نہیں بولتے غمزہ سے رن لرزتا ہے آہ و بکا سے  
کیا گئی خلد کو ہے سواری میرے نوشہ بنے تم پہ واری  
عرش ہلتا تھا واجد کہوں کیا رو کے کہتی تھی جس دم یہ کبرا  
ظلم پہ ظلم کرتے ہیں ناری میرے نوشہ بنے تم پہ واری



نوحہ

واجد لکھنوی

زینبؑ نے کہا لاشہ قاسمؑ یہ یہ رو کر پیارے بنے قاسمؑ  
 ویران ہوا ہے مرے بھائی کا بھرا گھر پیارے بنے قاسمؑ  
 کھلا گیا یہ پھول سارخ دھوپ میں جانی ہاتھ آیا نہ پانی  
 دادا سے نہ کرنا مرا شکوہ لب کوثر پیارے بنے قاسمؑ  
 کلڑے ہے قبا، جسم پہ ہیں زخم نمایاں پیاسے ہوئے بے جان  
 تم خواب اجل میں ہو پیا گھر میں ہے محشر پیارے بنے قاسمؑ  
 راس آئی نہ انوس یہ شادی تمہیں بیٹا ہے پیٹنے کی جا  
 گھونگھٹ میں دھن روتی ہے غش آتے ہیں غش پر پیارے بنے قاسمؑ  
 زخموں سے سنانوں کے کلیجہ ہے نمایاں زینبؑ ترے قربان  
 غربال ہے تیروں سے ترا سیدہ سراسر پیارے بنے قاسمؑ  
 زینبؑ کے بیان کا نہیں واجد مجھے یارا ہے قلب دوپارا  
 ہلتی تھی زمیں کہتی تھی جس وقت وہ رو کر پیارے بنے قاسمؑ

نوحہ

عاجز لکھنوی

در پہ خیمہ کے فضہ پکاری لاش آتی ہے ابنِ حسنؑ کی  
 کرتے آتے ہیں شبیرؑ زاری غیر حالت ہے شاہِ زمنؑ کی



لاشِ نوشہ کو سرور ہیں لاتے اکبر عباس ہیں روتے آتے  
 ہوئی بیوہ خوزادی ہماری کیا ہے برگشتہ قسمتِ دلہن کی  
 چل کے دلہن کو بیوہ بناؤ کالی چادرِ دلہن کو اڑھاؤ  
 لٹ گئی آج کبریا بچاری تھی یہ تقدیر اُس خستہ تن کی  
 لاشِ نوشہ سے لپٹی تھی مادرِ بین کرتی تھی روکے وہ مضطر  
 گئی جنت کو بیٹا سواری بات پوچھی نہ تم نے دلہن کی  
 کر کے دلہن کو بیوہ سدھارے ہائے قاسم بنے میرے پیارے  
 کیا یہ تقدیر اُلٹی ہماری سیر کی تم نے باغِ عدن کی  
 کیا میں سمجھاؤں دلہن کو بیٹا منہ کو آتا ہے ہر دم کلیجہ  
 غش پہ غش ہے گا کبریا کو طاری صورتِ ابتر ہے تشنہ دہن کی  
 گئے ناشاد بیٹا جہاں سے لاؤں سامانِ مدفن کہاں سے  
 ماں پریشاں ہے حد سے تمہاری غیر ممکن ہے صورتِ کفن کی  
 یاد آتے ہیں خمدار ابرو کیا مسلسل تھے پیچیدہ گیسو  
 خوں سے ترشکل ہے گی یہ ساری زلف میں بو ہے مشکِ فتن کی  
 مہندی ہاتھوں میں کیسی لگائی راس تم کو یہ شادی نہ آئی  
 بگڑی تقدیر بن کر ہماری لاش آئی ہے رشکِ چمن کی  
 یاد تیری جوانی کروں گی سوگ میں روز و شب میں رہوں گی  
 عمر بھر تم کو روؤں کی واری ہے گی درپیش صورتِ محن کی  
 سوتے ہو خاک پر میرے جانی کیا مٹی مفت میں یہ جوانی  
 لاشِ سوئی خدا کو تمہاری کون لے گا خبر بے وطن کی



روکے کہتی تھی نادان سکنہ بھائی قاسم ہوئے رن میں بے جاں  
 رائٹ ہوئی آج بہنا ہماری یہ ہے تقدیر کبرا بہن کی  
 غیر حالت تھی عاجز بنی کی لاش قاسم پہ سینہ زنی تھی  
 دل پہ لگتے تھے نشتر یہ کاری تاب کب ہے گی آگے سخن کی

نوحہ

مضطرب لکھنوی

ہوا رن میں تو جا، بے سر بنے قاسم بنے قاسم  
 ہوں میں روتی تری مادر بنے قاسم بنے قاسم  
 تجھے یوں موت ہے آئی نہ روئے کیونکر یہ دائی  
 ہے گردن تو نے کٹوائی بنے قاسم بنے قاسم  
 ترے غم نے کیا حیراں ہوں غم میں سرعریاں  
 ہوا تو خون میں غلطاں بنے قاسم بنے قاسم  
 ترے سینہ کے صدقے اور تری جرأت کے میں صدقے  
 تری ہمت کے میں صدقے بنے قاسم بنے قاسم  
 کیا تو نے جو وعدہ تھا اُسے لایا بجا بیٹا  
 نہ پیٹوں کیونکر میں دکھیا بنے قاسم بنے قاسم  
 ترا کنگنا ترا سہرا پڑا ہے خون میں ڈوبا  
 موا تو ہائے سر کٹوا بنے قاسم بنے قاسم



ترے قربان ہوں جانی ملا تجھ کو نہیں پانی  
 ترے غم سے ہوں دیوانی بنے قاسم بنے قاسم  
 چلے عباس بھی مرنے فدا جی شاہ پر کرنے  
 بڑے دکھ درد میں مرنے بنے قاسم بنے قاسم  
 نہیں ہے تاب دل کے اندر اب آگے کیا کہے مضطر  
 یہی کہتی تھی وہ مضطر بنے قاسم بنے قاسم

### نوحہ نجم لکھنوی

اے فلک ہے یہ اندھیرا کیسا مرنے جاتا ہے اک شب کا دولہا  
 غم سے شق ہے کلیجہ دولہن کا مرنے جاتا ہے اک شب کا دولہا  
 ہے بندھا سر پہ شادی کا سہرا اور دستِ حنائی میں کنگنا  
 بر میں پہنے ہے جوڑا شہانا مرنے جاتا ہے اک شب کا دولہا  
 جب سے ہے ہے دلہن نے سنا ہے ہائے سیز میں دم گھٹ رہا ہے  
 بی بیوں میں قیامت پیا ہے مرنے جاتا ہے اک شب کا دولہا  
 کوئی دیکھے دلہن کا مقدر پھٹ پڑا ہے فلک غم کا سر پر  
 کہتی ہے کیا کروں اب میں مضطر مرنے جاتا ہے اک شب کا دولہا  
 مر گئے جتنے تھے شہ کے ساتھی اب عزیزوں کی آئی ہے باری  
 مومنو دو خدا کی دوہائی مرنے جاتا ہے اک شب کا دولہا  
 اے فلک ظالموں نے یہ کیسی ہائے آلِ نبی پر جفا کی



سر کٹائے پڑے ہیں براتی مرنے جاتا ہے اک شب کا دولہا  
 اب ہوئی رائڈ اک شب کی بیاہی اب ہوئی دو گھروں کی تباہی  
 اب ہے بے وارثوں کا خدا ہی مرنے جاتا ہے اک شب کا دولہا  
 تجم اور اب میں آگے کہوں کیا حشر اہل حرم میں تھا برپا  
 کہتی تھی جب حسن کی یہ بیوا مرنے جاتا ہے اک شب کا دولہا

نوحہ

نواب زہرہ بیگم (زوجہ واجد علی شاہ، بادشاہ اودھ)

ماں یہ کہتی تھی کہ مرنے کو نہ جاؤ قاسم اپنی صورت کو نہ مٹی میں ملاؤ قاسم  
 رات کو پہلو میں اپنے میں سلاؤں گی کسے نیند کیونکر مجھے آئیگی بتاؤ قاسم  
 ہے دعا حق سے کہ دولہا تمہیں بنتے دیکھوں خاک میں میرے نہ ارمان ملاؤ قاسم  
 قصد مرنے کا مصمم ہے تو اک کام کرو ساتھ اپنے مجھے لیتے ہوئے جاؤ قاسم  
 حرف ہر بار نہ مرنے کا زباں پر لاؤ دل کو مادر کے نہ لٹہ گڑھاؤ قاسم  
 تم تو کہتے تھے کہ ہم ساتھ نہ چھوڑیں گے کبھی کرتے ہو وعدہ وفا خوب بتاؤ قاسم  
 آکے لگ جاؤ گلے سے مرے، قربان گئی آگ تم اٹھ کے مرے دل کی بجھاؤ قاسم  
 کیا کہے زہرہ وہ مادر کا ٹپ کر کہنا پاس اپنے مجھے اب جلد بلاؤ قاسم

نوحہ

نواب زہرہ بیگم (زوجہ واجد علی شاہ، بادشاہ اودھ)

ماں یہ قاسم کی رو کر پکاری رن کو جاتے ہو تم پر میں واری  
 اب جیے گی نہ دکھیا تمہاری رن کو جاتے ہو تم پر میں واری

ہے یہ لازم کہ میداں میں جاؤ جانِ عمو کے قدموں پہ وارو  
تھی وصیت حسن کی بھی واری رن کو جاتے ہو تم پر میں واری  
دودھ قاسم کو جب ماں نے بخشا ایک کھرام تھا گھر میں برپا  
تھا زباں پر یہ زنبب کے جاری رن کو جاتے ہو تم پر میں واری  
بیٹا جنت میں جس وقت جانا میری تسلیم دادا سے کہنا  
اور کہنا خبر لو ہماری رن کو جاتے ہو تم پر میں واری  
بولیں کلثوم قاسم سے رو کر کہنا وادی سے قربان جا کر  
بھائی کو میرے گھیرے ہیں ناری رن کو جاتے ہو تم پر میں واری  
اور کہنا یہ تم جا کے بیٹا آئیے اب مدد کرنے بابا  
بے خطا یہ ستاتے ہیں ناری رن کو جاتے ہو تم پر میں واری  
جب چلے رن کو قاسم تو مادر پٹی اپنا سرو سینہ کہہ کر  
پھر دکھاؤ گے صورت نہ پیاری رن کو جاتے ہو تم پر میں واری  
کیا کہے زہرہ ماں کا تڑپنا اور رو رو کے ہر بار کہنا  
لٹ رہی ہے کمائی ہماری رن کو جاتے ہو تم پر میں واری

نوحہ

شہزادہ اودھ مرزا محمد ثریا قدربہادر

ثریا لکھنوی

رو کے کہتی تھی کبریٰ کہ ہائے میرے دولہا تو جنت سدھارے  
اب یہ بیوہ کہاں اُن کو پائے میرے دولہا تو جنت سدھارے



دیکھنے بھی نہ پائی میں صورت آگئی جو یکا یک یہ آفت  
 اب دھن خاک سر پر اڑائے میرے دولہا تو جنت سدھارے  
 اپنے دولہا کے لاشے پہ جاؤں بین کرنے کو گرا ذن پاؤں  
 راہ مقتل کی کوئی بتائے میرے دولہا تو جنت سدھارے  
 پاس عمو کے تم تو سدھارے کون دکھ درد دیکھے ہمارے  
 بگڑی تقدیر اب کیا بن آئے میرے دولہا تو جنت سدھارے  
 ہائے شادی نہ یہ راس آئی ہو گئی خانماں کی صفائی  
 دست و پامیں حنا کو لگائے میرے دولہا تو جنت سدھارے  
 جب کہ خیمہ میں آئیں گے ناری کیا سنیں گے مری آہ و زاری  
 کون اُس وقت مجھ کو بچائے میرے دولہا تو جنت سدھارے  
 ہاتھ پاؤں میں مہندی لگائی خوں کے دریا میں جا کر نہائے  
 پاس میرے وہ پھر کر نہ آئے میرے دولہا تو جنت سدھارے  
 کوئی لہو مجھ کو بتائے پاس میرے سیکنہ جو آئے  
 سالی اب نیگ کس طرح پائے میرے دولہا تو جنت سدھارے  
 اے ثریا یہ کہتی تھی کبریٰ ہے قیامت پہ موقوف ملنا  
 چین اب دل کو کس طرح آئے میرے دولہا تو جنت سدھارے

نوحہ

شہزادہ اودھ مرزا محمد ثریا قادر بہادر

ثریا لکھنوی

لاشِ قاسم یہ بھی کہتے تھے شہرور و کراے میری جان برادر کی نشانی دولہا  
 کس طرح سے نہ مرا قلب حزیں ہو مضطر اے میری جان برادر کی نشانی دولہا



میں یہ کیونکر کہوں گا لاش کو پامال کیا نیزہ و تیغ سے سب جسم کے اعضا ہیں جدا  
 مجھ سے پوچھے گی اگر خیمہ میں تری مادر اے مری جان برادر کی نشانی دولہا  
 بیچ ہر ایک ہے سہرے کا جدا اے ذیشان نہیں باقی ہے کلائی میں بھی کنگن کا نشان  
 رات کو عقد ہوا دن کو ہوئے تم بے سرائے مری جان برادر کی نشانی دولہا  
 تھا مقدر میں یہی کا تب قدرت نے لکھا آج کے روز تمہارا جو ہوا یہ نقش  
 سب بدن چور ہے کھائے ہیں وہ تیر و تیراے مری جان برادر کی نشانی دولہا  
 مجھ سے پوچھے گی جو کبریٰ کہ نہ لائے بابا میرے دولہا کو کہاں چھوڑ کے آئے بابا  
 کس زباں سے میں کہوں گا جو یہ گزری تم پر اے مری جان برادر کی نشانی دولہا  
 غش سے چونکو تو ذرا آنکھ کو بیٹا کھولو تم پہ صد تے ہو چچا منھ سے تو اس دم بولو  
 آہ پیاسے ہی گئے جانب حوض کوثر اے مری جان برادر کی نشانی دولہا  
 اکبر و حضرت عباس کھڑے روتے تھے اے ثریا شدیں کہہ کے یہ جاں کھوتے تھے  
 تیرا لاشہ ہمیں قدرت نے دکھایا اے مری جان برادر کی نشانی دولہا

نوحہ

شہزادہ اودھ مرزا محمد ثریا قادر بہادر

ثریا لکھنوی

بیمار نے تحریر کیا ابن حسن کو بھیا بنے قاسم  
 کیا بھول گئے جا کے وہاں تم بھی بہن کو بھیا بنے قاسم  
 وہ کوئی ساعت تھی کہ تم گھر سے سدھارے دکھ درد کے مارے  
 پھر کر جو سفر سے نہیں پھر آئے وطن کو بھیا بنے قاسم



سنتی ہوں وہاں آپ نے ہے بیاہ رچایا ہم کو نہ بلایا  
 کیا اس کے بھی قابل نہ ذرا سمجھا بہن کو بھیا بنے قاسم  
 دولہا بنے مارے گئے تم ظلم و جفا سے کیا زور قضا سے  
 سب کہتے ہیں باندھے ہوئے سہرا چڑھے رن کو بھیا بنے قاسم  
 تن چور ہوا اور ہوئے گھوڑوں سے پامال سینہ ہوا غریب  
 اب تک تو پڑی لاش ہے محتاج کفن کو بھیا بنے قاسم  
 چوبیس پہر پیاس کی تکلیف اٹھائی صابر مرے بھائی  
 لب خشک ہوئے تر نہ کیا اپنے دہن کو بھیا بنے قاسم  
 بیوہ ہوئی بھینا مری اک رات کی بیاہی یہ آئی تباہی  
 کیا رنج ہوا ہوگا شہنشاہِ زمن کو بھیا بنے قاسم  
 ان باغیوں نے حیف کسی گل کو نہ چھوڑا چن چن کے ہے توڑا  
 مسمار کیا فاطمہ دادی کے چن کو بھیا بنے قاسم  
 مداحِ ثریا ہے تمھارا جو نہایت مشتاقِ زیارت  
 روضہ پہ بلا دیکھیں اُس زار و محن کو بھیا بنے قاسم

نوحہ

شہزادہ اودھ مرزا محمد ثریا قدر بہادر

ثریا لکھنوی

لاش پر بولی بنی مر گئے قاسم بنے  
 چہرے پہ ہے مردنی مر گئے قاسم بنے



مار کے بہتوں کو آپ جامِ شہادت پیا  
 کیسی یہ دل میں ٹھنی مر گئے قاسم بنے  
 گھوڑوں نے روند اے تن سر میں چھپی ہائے  
 نیزے کی کیسی انی مر گئے قاسم بنے  
 خنجر و تیغ و سناں تن پر پڑی اس قدر  
 خوں میں زہر ہے سنی مر گئے قاسم بنے  
 رحم نہ آیا اُسے جس نے کہ مارا تمہیں  
 کیسا تھا مردِ دنی مر گئے قاسم بنے  
 حشر میں مجھ سے ملیں دے گئے ہیں آستین  
 بات کے تو ہیں دھنی مر گئے قاسم بنے  
 لاش جو تھی بے کفن اس پر اب اللہ کی  
 چادرِ رحمت تنی مر گئے قاسم بنے

نوحہ

سچا دکھنوی (شاگردِ مرعلیٰ نس)

تھا یہ ماں کا خن قاسم گلبدن      میرے گل پیرہن قاسم گلبدن  
 مل کے ماں سے گئے پر نہ واپس ہوئے      ہو کہاں جانِ من قاسم گلبدن  
 اے مرے دلربا کیا پسند آگیا      کر بلا کا یہ بن قاسم گلبدن  
 کیسی موت آگئی کیا نظر کھا گئی      ہائے ابنِ حسن قاسم گلبدن  
 شاد تھا میرا جی تجھ سے تھی زندگی      اے مرے کم خن قاسم گلبدن  
 کچھ تو میری سنو اور اپنی کہو      مہ جیں سیم تن قاسم گلبدن



خاک منہ پر ملے آئی ہوں سر کھلے      کچھ تو کرو تم سخن قاسم گلبدن  
دیکھوں کیا مہ لقا حال ہے جو ترا      ٹکڑے ٹکڑے ہے تن قاسم گلبدن  
حال سجاد وہ تو کرے کیا رقم      تھا جو ماں کا سخن قاسم گلبدن

### نوحہ فرخ مکھنوی

ماں کہتی تھی تم خون میں نہائے ہوئے آئے ہے ہے بنے قاسم  
کیا رنگ یہ تم رن سے بنائے ہوئے آئے ہے ہے بنے قاسم  
جھڑتا ہے گریباں سے فوارہ لہو کا ترخوں سے ہے دامن  
کیا برجھی کوئی سینے پہ کھائے ہوئے آئے ہے ہے بنے قاسم  
کنگنا ہے کلائی سے جدا خون میں ڈوبا سب جوڑا شہانا  
سہرے کی لڑیوں کو کٹائے ہوئے آئے ہے ہے بنے قاسم  
کیا نیگ نہ دینے کی سکیٹ سے ہے تم کو شرمندگی پیارے  
گردن کو جو تم اپنے جھکائے ہوئے آئے ہے ہے بنے قاسم  
گھونگھٹ میں بنی ہچکیاں لے لے کے ہے روتی زانو پہ رکھے سر  
تم گھوڑے پہ گردن جو ڈھلائے ہوئے آئے ہے ہے بنے قاسم  
اتنے میں دلہن دو لہا کا سر گودی میں رکھ کر رو کے یہ بولی  
کیوں مجھ سے تم آنکھوں کو چرائے ہوئے آئے ہے ہے بنے قاسم  
پیا سے تھے بہت جا کے پیا آبِ دم تیغ دریا کے کنارے  
بھوکے گئے پھل برجھی کا کھائے ہوئے آئے ہے ہے بنے قاسم



شق ہوگا جگر دیکھ کے مرجائے گی اماں اس واسطے بیٹا  
 تم سینے کا زخم اپنے چھپائے ہوئے آئے ہے ہے بنے قاسم  
 وعدہ تھا دلہن سے کہ ابھی آتا ہوں پھر کر میدانِ ستم سے  
 اب آئے تو تم خوں میں نہائے ہوئے آئے ہے ہے بنے قاسم  
 پھر چوڑیوں کو توڑ کے اور پھینک کے نتھ کو منہ پیٹ کے بولی  
 گھونگھٹ میں مجھے رانڈ بنائے ہوئے ہے ہے بنے قاسم  
 تلوار کا ہے زخم لگا چہرے کے اوپر منہ خوں میں ہے ڈوبا  
 کیا شکل یہ اے لال بنائے ہوئے آئے ہے ہے بنے قاسم  
 فرتخ بھی کہتی تھیں بہم پیمیاں اُس دم منہ پیٹ کے ساری  
 اچھے گئے تھے برچھیاں کھائے ہوئے آئے ہے ہے بنے قاسم

نوحہ

میر بہادر حسین انجم لکھنوی (شاگرد میر موسیٰ)

بین کرتی تھیں کبرا یہ رورو ہائے دولہا بنے تم کہاں ہو  
 خوف جنگل میں آتا ہے مجھ کو ہائے دولہا بنے تم کہاں ہو  
 ہائے جنگل میں کیسی لٹی ہوں کن عزیزوں سے اپنے چھٹی ہوں  
 کیوں نہ روؤں یہ کہہ کہہ کے لوگو ہائے دولہا بنے تم کہاں ہو  
 اب کہاں جا کے بیٹھوں میں دکھیا ہیں نہ عمو نہ بھائی نہ بابا  
 کتنے ماتم ہیں اور ہاتھ ہیں دوہائے دولہا بنے تم کہاں ہو



سر برہنہ ہوں میں زار و مضطر کوئی والی نہ وارث ہے سر پر  
 جمع ہیں آل احمد کے بدگوہائے دولہا بنے تم کہاں ہو  
 چپ لگی ہے زباں کو یہ کیسی میں نے دیکھی نہیں بات ایسی  
 منہ سے بولو ذرا کچھ کہو تو ہائے دولہا بنے تم کہاں ہو  
 غم سے تنگی نفس کر رہا ہے ہم یہ ہر وقت جو رو جفا ہے  
 ظلم کرتے ہیں جلا دہیں جو ہائے ہائے دولہا بنے تم کہاں ہو  
 ہائے کیا حال لکھوں اب اتجم وہ اسیری وہ گھر کا تلاطم  
 بین کرنا دلہن کا وہ رو رو ہائے دولہا بنے تم کہاں ہو

نوحہ

زوہار حسین زار لکھنوی (خاندان انیس)

کہا کبرانے رو کر اے مرے تشنہ دہن دولہا  
 رن بستہ مجھے اعدا لیے جاتے ہیں زنداں میں  
 تمہاری لاش جھگل میں ہے بے گور و کفن دولہا  
 میرے سر پر تو چادر بھی نہیں مجھ کو چھپانے کو  
 تمہارے سامنے اے کاش مجھ کو موت آ جاتی  
 گواں کر جان پہنچے آپ تو عمو کی خدمت میں  
 تمہاری لاش پامال سُم اسپاں ہوئی ہے ہے  
 تمہارے بیاہ کا بھی رہ گیا دنیا میں افسانہ  
 بڑھا کر نتھ لی ہے خاک منہ پر بلے افشاں کے  
 ہم ہیں سہتے زنداں میں جفائیں قید اعدا کی  
 تمہاری لاش پر کیونکر ہوں آ کر سین زن دولہا  
 کفن دے تم کو کاہے کا یہ آوارہ وطن دولہا  
 نہ کہتے بد قدم مجھ کو جہاں کے مردوزن دولہا  
 دلہن کو کر گئے برباد اے ابن حسن دولہا  
 کیا اعدا نے ٹکڑے ٹکڑے یہ گل سابدن دولہا  
 یہ قصہ سن کے روئیں گے جہاں کے مردوزن دولہا  
 گلے میں سوگ کا پہنا ہے میں نے پیر بہن دولہا  
 مبارک ہو تمہیں فردوس میں سیرِ چمن دولہا



یہی کہتی تھی رو رو کر دلہن دولہا کے ماتم میں      میرے شریں سخن دولہا میرے گل پیروز دولہا  
 بلا لو پاس تم اپنے تو پردہ میرا رہ جائے      غضب ہے بچپن میں یہ رنڈا پے کا سخن دولہا  
 بندھا تھا ہاتھ میں شادی کا کنگنا شب کو قسمت      سحر کو باندھ دی اعدائے بازو میں رن دولہا  
 غم نوشاہ میں زائر یہ نوحہ تھا سرور کا      چچا کے بدلے لڑ کر مر گئے اے صف شکن دولہا

## نوحہ

### بشیر حسین بشیر بجنوری

کرتی تھیں فروہ بیاں ہائے حسن کے نشان  
 ہونے نہ پائے جواں ہائے حسن کے نشان  
 آئی اجل ناگہاں ہائے حسن کے نشان  
 جان کو عمو پہ فدا کر گئے قاسم جرار قضا کر گئے  
 بڑھ کے دلایروں سے وعا کر گئے

آہ یتیم حسن دوں میں کہاں سے کفن  
 وقت پڑا ہے کٹھن دوں میں کہاں سے کفن  
 مر گئے تشنہ دہن دوں میں کہاں سے کفن  
 فکر نہ کچھ مجھ کو بتا کر گئے قاسم جرار قضا کر گئے  
 بڑھ کے دلایروں سے وعا کر گئے

بیاہ رچاتی یہ ماں دولہا بناتی یہ ماں  
 مہندی لگاتی یہ ماں دولہا بناتی یہ ماں  
 عید مناتی یہ ماں دولہا بناتی یہ ماں



مر کے غضب آج یہ کیا کر گئے قاسم جرّار قضا کر گئے  
بڑھ کے دلیروں سے وعا کر گئے

ہائے مرے کم سخن چل بے تشنہ دہن  
لانے نہ پائی دھن چل بے تشنہ دہن  
کیا یہ کرے بے وطن چل بے تشنہ دہن  
مجھ کو نہ سہرا بھی دکھا کر گئے قاسم جرّار قضا کر گئے  
بڑھ کے دلیروں سے وعا کر گئے

ہائے یہ کیا حال ہے بارہواں ہی سال ہے  
خون سے تن لال ہے بارہواں ہی سال ہے  
لاش بھی پامال ہے بارہواں ہی سال ہے  
بیاہ نہ تم اپنا رچا کر گئے قاسم جرّار قضا کر گئے  
بڑھ کے دلیروں سے وعا کر گئے

خون سے اے لالہ فام سرخ ہیں کپڑے تمام  
ہائے مرے تشنہ کام سرخ ہیں کپڑے تمام  
موت کا آیا پیام سرخ ہیں کپڑے تمام  
نہر پہ جاں اپنی گنوا کر گئے قاسم جرّار قضا کر گئے  
بڑھ کے دلیروں سے وعا کر گئے

خون میں سرشار ہو کوچ پہ تیار ہو  
موت سے لاچار ہو کوچ پہ تیار ہو  
دائی سے بے زار ہو کوچ پہ تیار ہو



پیاں کا غم دل پہ اٹھا کر گئے قاسم جرّار قضا کر گئے  
بڑھ کے دلیروں سے دغا کر گئے

نازنین پیارے مرے راج دُلا رے مرے  
آنکھوں کے تارے مرے راج دُلا رے مرے  
دل کے سہارے مرے راج دُلا رے مرے  
دائی کا گھر آج لٹا کر گئے قاسم جرّار قضا کر گئے  
بڑھ کے دلیروں سے دغا کر گئے

ہائے مرے نامور روؤں گی آنکھوں پہر  
ہر گھڑی شام و سحر روؤں گی آنکھوں پہر  
اٹھتا ہے دردِ جگر روؤں گی آنکھوں پہر  
دل کی مرے کچھ نہ دوا کر گئے قاسم جرّار قضا کر گئے  
بڑھ کے دلیروں سے دغا کر گئے

خواب میں بھی آئی زیادہ نہ ترسائیو  
چلن جو واں پائی زیادہ نہ ترسائیو  
ماں کو بھی بلوائیو زیادہ نہ ترسائیو  
ساتھ سے کیوں مجھ کو جدا کر گئے قاسم جرّار قضا کر گئے  
بڑھ کے دلیروں سے دغا کر گئے

چھوڑ کے مجھ کو یہاں چل بے سوئے جناں  
اٹھتا ہے دل سے دھواں چل بے سوئے جناں  
ہائے مرے نواجوں چل بے سوئے جناں



ماں کو گرفتار بلا کر گئے قاسم جرار قضا کر گئے  
 بڑھ کے دلیروں سے وفا کر گئے  
 ہائے غضب اے بشیر قاسم گردوں سریر  
 وقت جو آیا اخیر قاسم گردوں سریر  
 موت کا پہنچا سفیر قاسم گردوں سریر  
 کوچ سوئے ملک بھا کر گئے قاسم جرار قضا کر گئے  
 بڑھ کے دلیروں سے وفا کر گئے

نوحہ  
 بشیر حسین بشیر بجنوری

اے عرش کے تارے قاسم اے چاند ہمارے قاسم  
 صدقے میں تمہارے قاسم اے چاند ہمارے قاسم  
 جنگل میں ماں کو چھوڑا ہے دائی سے منہ کو موڑا  
 بن بیا ہے پیارے قاسم اے چاند ہمارے قاسم  
 صدمہ ہے بھاری دل پر بے آس ہوئی اب مادر  
 مرنے سے تمہارے قاسم اے چاند ہمارے قاسم  
 ہے موت تمہیں تو آئی اس گھر میں رہی یہ دائی  
 اب کس کے سہارے قاسم اے چاند ہمارے قاسم  
 چوٹیں پہر سے جانی اک بوند نہ پایا پانی  
 اس ندی کنارے قاسم چاند ہمارے قاسم



کل تیرہ برس کے ہو کر دنیا سے گئے جان کھو کر  
تم پیاس کے مارے قاسم اے چاند ہمارے قاسم  
برپا تھا بشیر اک محشر جب کہتی تھی ماں یہ رو کر  
اے راج دُلا رے قاسم اے چاند ہمارے قاسم

نوحہ

بشیر حسین بشیر بجنوری

ماں لاش پہ کرتی تھی یہی نالہ و فریاد اے قاسم ناشاد  
تم مر کے مجھے کر چکے پردیس میں برباد اے قاسم ناشاد  
تم تیرھویں ہی سال زمانہ سے سدھارے ہے ہے مرے پیارے  
گھر چھوڑ کے دائی کا یہ جنگل کیا آباد اے قاسم ناشاد  
کیا آؤ گے میدان سے امداد کی خاطر بتلاؤ تو آخر  
جب سر سے اُتاریں گے ردا بانی بیداد اے قاسم ناشاد  
اب کس کے سہارے بسر عمر کرو گی دن غم کے بھرو گی  
وارث تھے تمہیں اور تم ہی مری اولاد اے قاسم ناشاد  
بعد آپ کے زندہ علی اصغر نہ بچے گا سرشہ کا کٹے گا  
ہو جائیں گے قیدی محن سید سجاد اے قاسم ناشاد  
سب عترت اطہار کو رسی سے جکڑ کر بچوں کو پکڑ کر  
لے جائیں گے دربار میں ہے ہے ستم ایجاد اے قاسم ناشاد  
برپا تھا بشیر عترت اطہار میں ماتم جس وقت بصدغم  
ماں کہتی تھی کیوں، کر گئے بیٹا مجھے برباد اے قاسم ناشاد



## نوحہ بشیر حسین بشیر بجنوری

کہتی تھی قاسم کی ماں راج دُلا رے مرے ڈھونڈوں میں تم کو کہاں راج دُلا رے مرے  
 لکھا تھا یہ بخت میں جاتے ہی تم دشت میں آؤ گے پھر کر نہ یاں راج دُلا رے مرے  
 سر پہ نہ سہرا بندھا بیاہ کا ارماں رہا ہونے نہ پائے جواں راج دُلا رے مرے  
 تیرہ برس سے سوا سن نہ تمہارا ہوا آئی اجل ناگہاں راج دُلا رے مرے  
 اس مری توڑ کے بن میں مجھے چھوڑ کے چل بے سوائے جنان راج دُلا رے مرے  
 گھوڑوں کی ٹاپوں سے پاش آئی تمہاری جولاش دیکھے کن آنکھوں سے ماں راج دُلا رے مرے  
 پہلے لٹا تھا سہاگ پھوٹ گیا پھر یہ بھاگ اٹھتا ہے دل سے دھواں راج دُلا رے مرے  
 توڑ کے تم میری اس پنچے جو دای کے پاس کون ہے میرا یہاں راج دُلا رے مرے  
 آگے لکھے کیا بشیر فروہ کا حال تغیر تھی یہی محو فغاں راج دُلا رے مرے

## نوحہ بشیر حسین بشیر بجنوری

سر پیٹ کے لاشہ پہ بیاں کرتی تھی مادر اے قاسم مضطر  
 مرنے سے تمہارے ہوا برباد مرا گھر اے قاسم مضطر  
 اس دشت پر آشوب میں ڈالا کہاں ڈیرا گھر چھوڑ کے میرا  
 ہے ہرے جانی مرے پیارے مرے دلبر اے قاسم مضطر  
 کس بات پہ تم روٹھ گئے مجھ سے بتا دو اتنا تو سنا دو  
 کیوں آج سر خاک لگایا ہے یہ بستر اے قاسم مضطر



کیا بہر مدد آؤ گے تم ماں کو بچانے اعدا سے چھڑانے  
 جب بعد شدہ دیں مجھے لوٹیں گے تم گراے قاسم مضطر  
 میں کرنے بھی نہ پائی ترے بیاہ کا سماں واللہ مری جاں  
 بس دل ہی میں حسرت بید رہی وائے مقدر اے قاسم مضطر  
 جینا مجھے منظور نہیں بعد تمہارے اے راج دُلا رے  
 بہتر ہے کہ پھر جائے میرے حلق پہ خنجر اے قاسم مضطر  
 کیا لکھے بشر آگے وہ احوال مصیبت برپا تھی قیامت  
 ناموس حسن لاش پہ جب روتی تھی کہہ کر اے قاسم مضطر

نوحہ

سید ابن حسن زائر لکھنوی

چلاتی تھی لاشہ پہ یہ سر پیٹ کے مادر ہے ہے بنے قاسم  
 تم مر گئے جیتی رہی میں نیکس و مضطر ہے ہے بنے قاسم  
 دل نکلے ہوا جاتا ہے بیٹا میں کروں کیا اے وائے دریغا  
 کس طرح چھاتی پہ رکھوں صبر کا پتھر ہے ہے بنے قاسم  
 یہ نیند ہے کیسی کہ نہیں اُٹھتے ہو بیٹا پھٹتا ہے کلیجہ  
 لڑیاں تو کرو سہرے کی چہرے پہ برابر ہے ہے بنے قاسم  
 اک رات کی بیاہی نہیں جینے کی مری جاں اے مرے پڑا ماں  
 دیکھو تو کہ ہے غش میں پڑی خاک کے اوپر ہے ہے بنے قاسم  
 پوشاک شہانی نہیں اب سادہ ہے جوڑا منہ تم نے جو موڑا  
 بٹھلایا ہے سب نے اُسے رنڈ سالہ پنہا کر ہے ہے بنے قاسم



کیا ہے کہ دلہن سے بھی نہیں بولتے اصلاً یہ بیاہ تھا کیسا  
 شب کو تو ہوا عقد چلے صبح بچھڑ کر ہے ہے بنے قاسم  
 کبھی میں کہ یہ نیند نہیں خواب اجل ہے تن موت سے شل ہے  
 پامال تمہیں کر دیا گھوڑوں سے سرا سر ہے ہے بنے قاسم  
 زائرِ غم و اندوہ سے تھا حشر کا عالم ماں کہتی تھی جس دم  
 اے مرے پرار ماں مرے یوسف مرے دلبر ہے ہے بنے قاسم

نوحہ

سید ابن حسن زائر لکھنوی

کبراً نے کہا صاحبو رنڈ سالہ پنہاؤ دولہا گیا مارا  
 میں رائٹ ہوئی مجھ کو عزادار بناؤ دولہا گیا مارا  
 شادی میں غمی ہو گئی گھر ہو گیا برباد فریا ہے فریاد  
 افشاں کے عوض خاک مرے منہ پہ لگاؤ دولہا گیا مارا  
 وہ دن ہے سہاگن نہ رہی وائے مقدر برباد ہوا گھر  
 ان بیاہ کے کپڑوں کو میرے آگ لگاؤ دولہا گیا مارا  
 مانگ اجڑی مری راج لٹا مر گیا نوشاہ راس آیا نہ یہ بیاہ  
 مسند کو ہٹاؤ صف ماتم کو بچھاؤ دولہا گیا مارا  
 سہرے کی ضرورت نہیں بیکار ہے کنگنا دو بھر ہے یہ کنگنا  
 لو چوڑیاں ٹھنڈی کرونتھ میری بڑھاؤ دولہا گیا مارا  
 تقدیر مری سو گئی اجڑی مری قسمت اے وائے مصیبت  
 لوگوں میں دلہن بن چکی اب بیوہ بناؤ دولہا گیا مارا



کالی کفنی چاہیے مجھ سوگ نشیں کو اور زار و حزیں کو  
ہاں شمالِ عزا دوش پر اب لا کے اڑھاؤ دولہا گیا مارا  
زائر یہی سر پیٹ کے فرماتی تھیں کبرا میں کیا کروں دکھیا  
کیا بین کروں صاحبو تم مجھ کو بتاؤ دولہا گیا مارا

نوحہ

سید ابن حسن زائر لکھنوی

ماں لاشہ قاسم پہ یہ دیتی تھی دہائی ہے ہے بنے قاسم  
پردیس میں سب لٹ گئی زہرا کی کمائی ہے ہے بنے قاسم  
مجرور کیا تجھ کو ذرا رحم نہ آیا وا حسرت و دردا  
تصورِ حسنِ خاک میں اعدا نے ملائی ہے ہے بنے قاسم  
پیارے ابھی پورے بھی جوان تم نہ ہوئے تھے آکے قضانے  
یوں لوٹ لی پردیس میں بیوہ کی کمائی ہے ہے بنے قاسم  
کبریٰ بنی لاشہ پہ ترے روتی ہے یہ کہتی ہے دکھیا  
صاحب گئے جنت میں مجھے موت نہ آئی ہے ہے بنے قاسم  
لوٹا مجھے بے رحموں نے پردیس میں آکر اے وائے مقدر  
اب جائے کہاں یاں سے یہ گردوں کی ستائی ہے ہے بنے قاسم  
زائر تھا پچا حشر کہ تھا لاش پہ ماتم ماں کہتی تھی ہر دم  
غربت میں خوش آئی تمہیں کبریٰ سے جدائی ہے ہے بنے قاسم



## نوحہ متین دہلوی

یوں لاشہ قاسم پہ بکا کرتے تھے اکبر اے جانِ برادر  
 پامال ہوا گھوڑوں سے ہے تنِ اطہر اے جانِ برادر  
 یاد آتا ہے اس سن میں جوانوں کی طرح سے اے قوتِ بازو  
 وہ جھوم کے چلنا ترا تلوار پکڑ کر اے جانِ برادر  
 کیا اُنس تھا ہم تم میں کہ سب دیکھنے والے یہ کہتے تھے اکثر  
 دو قالب و اک جان ہیں یہ قاسم و اکبر اے جانِ برادر  
 اِس اُنس پہ تنہا سوئے فردوس سدھارے بیٹھا ہوں میں تم بن  
 دم بھر کی یہاں زیست ہے اب موت سے بدتر اے جانِ برادر  
 ہم وطن بھی بھائی کبھی ایسے نہیں دیکھے جو عشق تھا ہم میں  
 میں آپکا عاشق تھا فدا آپ تھے مجھ پر اے جانِ برادر  
 اصغر بھی جواں ہوتے تو وہ تم سے زیادہ کرتے نہ اطاعت  
 جو امر کیا پوچھ کے قربان ہوں تم پر اے جانِ برادر  
 کیا اُن سے کہوں پوچھیں چچی جان جو تم کو شرم آتی ہے مجھ کو  
 رخصت کو بھی جاسکتا نہیں خیمے کے اندر اے جانِ برادر  
 اُس شخص کی بخشش کا رہے آپکو بھی دھیان دنِ حشر کے بھائی  
 سید جو ازل سے ہے غلامِ علی اکبر اے جانِ برادر



نوحہ

## سجاد حسین نگین حیدر آبادی

پامال ہو کے آیا ہے لاشہ غضب ہوا لائے عبا میں ڈال کے ہے ہے شہ بد  
ہیہات سارے عضو بدن ہیں جدا جدا نوشاہ ایسا کوئی جہاں میں نہ ہوے گا

سہرا لہو میں ڈوب گیا ہے یتیم کا

کیا نامراد ہاے جہاں سے گذر گیا

کیا ہاے خاک جبر کرے بیوہ حسن منہ رکھ کے منہ پر دتی ہے ماں ہائے بے وطن  
سکتے میں پائنتی ہے غریب الوطن دلہن اللہ رے ضبط شرم سے کرتی نہیں سخن

سہرا لہو میں ڈوب گیا ہے یتیم کا

کیا نامراد ہاے جہاں سے گذر گیا

بیوہ تھی ماں بہو کو بھی بیوہ بناتی ہے رنڈ سالا ایک شب کی دلہن کو پنہاتی ہے  
چادر سفید اڑھاتی ہے کنگنا بڑھاتی ہے سر بیٹتی ہے گاہے کبھی خاک اڑاتی ہے

سہرا لہو میں ڈوب گیا ہے یتیم کا

کیا نامراد ہاے جہاں سے گذر گیا

گل ہو گیا چراغ حسن پیٹ سر نکلیں تھرا رہا ہے فاطمہ زہرا کا نازنین  
تکتے ہیں آہ سوئے فلک اور کبھی زمیں کہتی ہے سینہ پیٹ کے یہ زینب حزیں

سہرا لہو میں ڈوب گیا ہے یتیم کا

کیا نامراد ہاے جہاں سے گذر گیا



## نوحہ سجاد حسین نگلیں حیدر آبادی

لائے مقتل سے خیمے میں سرور، لاش نوشہ  
جان باقی تھی بچے کی تن میں گھوڑے دوڑے  
ہو کے پامال آئی ہے گھر پر، لاش نوشہ  
ہو گئی ہائے شہ کے برابر، لاش نوشہ  
یوں دلہن دیکھتی ہے مقدر، لاش نوشہ  
ہاتھ تھامے ہیں عباسؑ و اکبرؑ، لاش نوشہ  
آئی کس رنگ سے پیشِ مادر لاش نوشہ  
ہائے گھیرے ہوئے آلِ اطہر، لاش نوشہ

## نوحہ واعظ لکھنوی

مچلے ہوئے ہیں جذبہ شبیرؑ کی الفت کے  
رن کی نہ رضا دوں گا شبیرؑ یہ کہتے تھے  
بوسے دیے ہاتھوں کو پاؤں کو کبھی چوما  
پلٹایا جو سینے سے شبیرؑ نے قاسمؑ کو  
ہوش آنے پہ قاسمؑ نے کی عرض چچا جاں سے  
سرورؑ نے اجازت دی مرنے کی بھیجے کو  
گھوڑے پہ بٹھایا ہے سرورؑ نے بھیجے کو  
گرتا ہے اکبرؑ اک وہ ہے بھی بس اس طرح

ہے چاک گریباں بھی اور جوتی بھی ہے ٹوٹی  
 عمامے کے دو گوشے ہیں دونوں طرف لٹکے  
 اس حال پر پشان پر اک نے نہ ترس کھایا  
 سر لاتا ہوں قاسم کا یہ کہہ کے اٹھا ظالم  
 تلوار وہ تولے ہے پشتِ سرِ قاسم پر  
 وہ تیغ ستم کھائی وہ شق ہوا سر رن میں  
 میری بھی خبر لیجئے اے میرے بچارن میں  
 فریاد سے قاسم کی شہ دوڑے سوئے مقتل  
 اب لاش ہے قاسم کی اور بین ہیں سرور کے  
 واعظ نے دعا مانگی قاسم کے ذریعہ سے  
 اس رنجِ یتیمی میں آثار ہیں غربت کے  
 اور رخ سے اثر ظاہر ہیں پیاس کی شدت کے  
 شعلے بھڑک اٹھے جواعد میں عداوت کے  
 کس طرح بچیں قاسم اب ظلم سے ضربت کے  
 کوئی تو بچالیوے داماد کو حضرت کے  
 فائز ہوئے وہ قاسم درجے پہ شہادت کے  
 میں نے بھی نفا کردی جان پاؤں پہ حضرت کے  
 شعلے جو بھڑک اٹھے دل میں غمِ فرقت کے  
 آثار نظر آئیں کیوں کر نہ قیامت کے  
 آثار نظر آئے کامل اسے صحت کے

نوحہ

واعظ لکھنوی

نوشاہ کی میت کو شبیر اٹھاتے ہیں  
 جب رن سے صدا دی تھی قاسم نے شہ دیں کو  
 غصہ میں شہ بیکس جھپٹے ہیں سوئے مقتل  
 تلوار نے مولا کی ہاتھ اس کا کیا زخمی  
 ہلچل جو پڑی رن میں گھوڑوں کے قدم اٹھے  
 آئے ہیں شہ مضطر لاشے پہ بھیتجے کے  
 افسوس مدد تیری میں کر نہ سکا بچے  
 شہر کے کلیجے کو یوں دل سے لگاتے ہیں  
 وہ منظر غم تم کو ہم آج دکھاتے ہیں  
 نوشاہ کے قاتل کو شبیر لگاتے ہیں  
 فریاد جو کی اس نے سب اس کو بچاتے ہیں  
 پامال ہوئے قاسم سب شور مچاتے ہیں  
 دل پکڑے ہیں ہاتھوں سے اور اشک بہاتے ہیں  
 رورو کے یہی سرور قاسم کو سناتے ہیں

اے مومنو یہ کہہ دودیکھئے نہ دلہن میت  
نوشاہ کے لاشے کو شہ خیمے میں لاتے ہیں  
لپٹائے ہیں لاشے کو سینے سے شہ والا  
اب گنج شہیداں میں اس طرح سے آتے ہیں  
لاشوں میں لٹاتے ہیں کب قاسم بے کس کو  
احباب کی محفل میں دولہا کو بٹھاتے ہیں  
غم حضرت قاسم کا یوں حد سے بڑھا آخر  
اب خون کے آنسو ہم آنکھوں سے بہاتے ہیں  
ڈھونڈھونڈ یہاں ان کو وہ حضرت واعظ ہیں  
شبیر کے روضہ کو آنکھوں سے لگاتے ہیں

## نوحہ

## رضاعارف رضوی

اے گلِ باغِ پختنِ قاسم تم سے تھی شوخی چن قاسم  
کیسے ملتا تمہیں کفن قاسم ماں کے بازو میں تھی رن قاسم  
ہو گیا جسم نازنین پامال آئے ہو رن سے خستہ تن قاسم  
خلوتِ قبر میں ہوے روپوش رونق افزائے انجمن قاسم  
کیوں سمجھتے نہ موت کو شیریں پائی تھی جرأت حسن قاسم  
سامنے کوہ تھے مصائب کے اور نہ ماتھے پہ تھی شکن قاسم  
ہو گئی تم پہ موت گرویدہ رن میں دیکھا وہ بانگین قاسم  
شہ پہ قربان ہو کے پوری کی آرزوئے دل حسن قاسم  
ہیں تمہاری وفاؤں کے شاہد زرد رُو سرخ پیرہن قاسم  
کر دیا ماں کو اپنی فرقت سے مبتلائے غم و محن قاسم

لکھ دو اٹھ کے جواب صغرا کو

ہو نہ جائے خفا بہن قاسم



نوحہ

رضاعارف رضوی

تڑپ کے مادرِ بیکس یہ بین کرتی تھی!

شہید کس نے کیا ہائے میرے قاسم کو مجھی سے چھین لیا ہائے میرے قاسم کو

ابھی حسن کے دلارے کی عمر ہی کیا تھی!

شہید کس نے کیا ہائے میرے قاسم کو مجھی سے چھین لیا ہائے میرے قاسم کو

یہ کس کو رحم نہ آیا مری ضعیفی پر؟

شہید کس نے کیا ہائے میرے قاسم کو مجھی سے چھین لیا ہائے میرے قاسم کو

کسی نے ہائے نہ اس کو یتیم ہی سمجھا!

شہید کس نے کیا ہائے میرے قاسم کو مجھی سے چھین لیا ہائے میرے قاسم کو

اسے تو موت بھی شیریں تھی شوقِ نصرت میں

شہید کس نے کیا ہائے میرے قاسم کو مجھی سے چھین لیا ہائے میرے قاسم کو

یہ لال تیرہ برس کی مری کمائی تھی!

شہید کس نے کیا ہائے میرے قاسم کو مجھی سے چھین لیا ہائے میرے قاسم کو

وہ جس کی موت پر کرتی ہے کسنی ماتم

شہید کس نے کیا ہائے میرے قاسم کو مجھی سے چھین لیا ہائے میرے قاسم کو

اسی کے دم سے مری زندگی تھی وابستہ

شہید کس نے کیا ہائے میرے قاسم کو مجھی سے چھین لیا ہائے میرے قاسم کو

یہ کس قصور پہ گھوڑوں سے کر دیا پامال؟

شہید کس نے کیا ہائے میرے قاسم کو مجھی سے چھین لیا ہائے میرے قاسم کو

اسی کے نور سے میری نگاہ روشن تھی



شہید کس نے کیا ہائے میرے قاسم کو مجھی سے چھین لیا ہائے میرے قاسم کو  
 وہ اٹھ گیا تو نہ کچھ لطف زندگی میں رہا  
 شہید کس نے کیا ہائے میرے قاسم کو مجھی سے چھین لیا ہائے میرے قاسم کو  
 خبر تو ہوگی کہ تھا تین روز کا پیاسا  
 شہید کس نے کیا ہائے میرے قاسم کو مجھی سے چھین لیا ہائے میرے قاسم کو  
 حسینؑ اس کو تمنائے دل سمجھتے تھے  
 شہید کس نے کیا ہائے میرے قاسم کو مجھی سے چھین لیا ہائے میرے قاسم کو  
 وہی تو جنگ میں گرتا پہن کے نکلا تھا  
 شہید کس نے کیا ہائے میرے قاسم کو مجھی سے چھین لیا ہائے میرے قاسم کو  
 کئی ہزار کے زرنے میں تھا تن تنہا  
 شہید کس نے کیا ہائے میرے قاسم کو مجھی سے چھین لیا ہائے میرے قاسم کو  
 سنا ہے رن میں گرایا گیا تھا دھوکے سے  
 شہید کس نے کیا ہائے میرے قاسم کو مجھی سے چھین لیا ہائے میرے قاسم کو

نوحہ

مضطر تاج پوری

میرے ناشاد دلربا قاسم تم چھٹے حشر ہو گیا قاسم  
 لاش قاسم پہ ماں کا نالہ تھا اپنی آواز تو سنا قاسم  
 ہائے اس بن میں لٹ گیا کنبہ چل گئی کیا بری ہوا قاسم  
 تم نے بے آس کر دیا مجھ کو بس خدا کا ہے آسرا قاسم  
 ہائے کیوں تم نے منہ کو موڑ لیا کچھ بتادو مری خطا قاسم



چھن گیا دل کا چین اے بیٹا      کچھ نہیں مجھ کو سوچتا قاسم  
 کس طرح صبر دل کو آجائے      میرا گھر ہی اُڑ گیا قاسم  
 بعد تیرے یہ ظلم رن میں ہوا      تیرے شیر کو لگا قاسم  
 لٹ گیا کارواں غریبوں کا      شہ کا سایہ بھی اُٹھ گیا قاسم  
 ظالموں نے جلا دیا گھر کو      اور سر سے چھنی ردا قاسم  
 اہل بیتِ نبیؐ کا بعد حسینؑ      عام مجمع ہے سر کھلا قاسم  
 بن ترے کس طرح سے طے ہوگا      شام و کوفہ کا راستا قاسم  
 ہر جگہ تیری یاد آئے گی      ہو مدینہ کہ کربلا قاسم  
 کوئی صورت بتادے پردے کی      تیری بیوہ ہے بے ردا قاسم  
 اپنے مضطر پہ ہو نگاہ کرم  
 آپ سے ہے یہ التجا قاسم

نوحہ

سجاد زید پوری

صد پارہ نہ کیوں شاہ کے ہوں قلب و جگر ہائے  
 دلبر حسن رن میں ہوا خون سے تر ہائے  
 ٹکڑے تن صد پاش کے شہ لائے عبا میں  
 یوں لا نہ سکے لاش شہ تشنہ جگر ہائے  
 فرماتے تھے رُو کر کہ گئے خلق سے قاسم  
 غلطاں ہوا خوں میں مرے بھائی کا پیر ہائے



رُو رُو کے بیاں کرنے لگی بیوہ شہرؔ  
 بچے کو مرے کھا گئی یہ کس کی نظر ہائے  
 عالم میں اندھیرا نہ مجھے کیوں نظر آئے  
 دنیا سے گیا سوئے جہاں رشک قمر ہائے  
 تن چُور ہے ملبوس بدن خون سے رنگیں  
 کس شان سے آیا ہے مرا لختِ جگر ہائے  
 رونے کے لئے مادرِ غم دیدہ کو چھوڑا  
 فرقت میں تری ہوں گے یہ دن کیسے بسر ہائے  
 پیغامِ قضا ہوتا ہے اولاد کا ماتم  
 یہ داغ ہے کوئی نہ عالم میں بشر ہائے  
 جب گیسوئے رُخ تیرے مجھے یاد پڑیں گے  
 کاٹوں گی میں کس طرح سے یہ شام و سحر ہائے  
 جاتے تو ہو مادر سے مگر یہ تو بتاؤ  
 پاؤں گی میں کس طرح سے اب خیر و خیر ہائے  
 سجاد بیاں کرتی تھی یہ مادرِ قاسمؔ  
 مارا گیا میداں میں مرا نورِ نظر ہائے

نوحہ

سجاد زید پوری

دل ٹکڑے ہے صدمے سے شہنشاہِ زمن کا  
 مارا گیا میدان میں دل بند حسن کا



ٹکڑے تن صد پاش کے لائے ہیں عبا میں  
 پامال جفا لاشہ ہوا غنچہ دہن کا  
 ماں کہتی ہے رو رو کے مجھے موت نہ آئی  
 دنیا سے ہوا کوچ میرے رشک چمن کا  
 ویران مرا گھر ہوا ببادشت بلا ہائے  
 اس مادر غمگین پہ گرا کوہ محن کا  
 اب یاد مجھے آرہی ہیں رات کی باتیں  
 وہ ولولہ تیغ زنی شوق وہ رن کا  
 نیند آئی نہ شب بھر تجھے مرنے کی خوشی میں  
 دل لگتا نہ تھا خیے میں یہ شوق تھا بن کا  
 زخم تیر و تیغ و سناں کھائے بدن پر  
 پانی سے ہوا حلق نہ تر تشنہ دہن کا  
 اک رات کی بیاہی کا بھی تم نے نہ رکھا دھیان  
 دیکھا نہیں جاتا ہے جو ہے حال دلہن کا  
 جائے گی مرے ساتھ وہ تا شام کھلے سر  
 تھا اس کے مقدر میں لکھا حلقہ رن کا  
 موت آئی عجب وقت میں تجھ کو مرے مہرود  
 ہے غسل کی تدبیر نہ سامان کفن کا  
 محشر تھا پنا خیمہ شبیر میں سجاد  
 لاشہ تھا رکھا فرش پہ اس سرو چمن کا



نوحہ

## سجاد زید پوری

صدپاش ہے جو قاسم گل پیر بہن کی لاش  
سرور عبا میں لائے ہیں ابنِ حسن کی لاش  
محشر پاپا ہے خیمے میں روتے ہیں اہل بیت  
غلطاں ہے خاکِ دُخون میں اُس گلبدن کی لاش  
مادرِ بد کے کہتی ہے دیکھو کن آنکھوں سے  
سرتاقدم ہے پُور مرے صفِ شکن کی لاش  
سوکھے ہوئے ہیں ہونٹ عطش سے ابھی تک  
مقتل سے آئی ہے مرے تشنہ بہن کی لاش  
فصلِ بہار میں مرا گلزار لٹ گیا  
ہے پارہ پارہ تیغوں سے سروچمن کی لاش  
ظاہر خوشی ہے مرنے کی چہرے سے اب تک  
دیکھو ذرا سب آکے مرے خستہ تن کی لاش  
غسل و کفن کی فکر کروں کیا میں غم زدہ  
ہو گی نہ دفن ہائے غریب الوطن کی لاش  
برگشتہ ہائے یوں مری تقدیر ہو گئی  
دکھلائی مجھ کو اس مرے شیریں سخن کی لاش  
ماتم میں اتنی میتوں پر کس طرح کروں  
گویا الگ الگ ہے ہر اک عضو تن کی لاش  
ماں زندہ رہ گئی تیرے لاشے پہ رونے کو  
تو نے نہ کیوں اٹھائی اسیرِ محن کی لاش

سجاد حشر خیمہ سرور میں تھا پپا  
مسند پہ تھی رکھی ہوئی اُس تیغِ زن کی لاش

نوحہ

## مرغوب نقوی

شاہ سے جب اذنِ میداں مل گیا  
تشنہ لبِ قاسم لبِ ساحل گیا  
شہد سے شیریں بنا کر موت کو  
گلشنِ فردوس کی منزل گیا  
دیکھتے تھے شاہ یوں قاسم کی جنگ  
جس طرف جھوما ادھر کو دل گیا



جب چلا ازرق پکار اُٹھی قضا پہلوان لشکرِ باطل گیا  
 حضرت قاسمؑ نے دو ٹکڑے کئے دوزخی تھا نار کے قابل گیا  
 کوکھ اُجڑی ماں کی کبریٰ کا سہاگ شاہ کا ارمان بھی شامل گیا  
 ہائے وہ شہزادہؑ محمل نشین گر کے گھوڑوں کے سموں سے مل گیا  
 لال کو دیکھا حسنؑ کے ابنِ سعد جان دے دی یا سوئے باطل گیا  
 کمسنوں تک نے نہ چھوڑا شہ کا ساتھ اقتدارِ سعیٰ لا حاصل گیا  
 سانس بھر کر رہ گئی نہرِ فرات حوصلہ مٹی میں دل کا مل گیا  
 یا علیؑ ہم نے کہا مرغوب جب دل سے احساسِ ہر اک مشکل گیا

نوحہ

سید محمد حیدر ایڈوکیٹ حیدر لکھنوی

کہا قاسمؑ نے کہ دیتے نہیں سرورِ رخصت آپ عمو سے دلا دیجئے مادرِ رخصت  
 گر کے قدموں پہ چپا کے یہ کہا قاسمؑ نے اس بات کو مل جائے مجھے بھی شہِ صفدرِ رخصت  
 دیر مرنے میں بہت میرے ہوئی جاتی ہے ڈر ہے پا جائیں نہ بھائی علی اکبرؑ رخصت  
 شہ نے فرمایا کہ ہے شاق جدائی بیٹا بھیج دوں مرنے کو کیسے تمہیں دیکر رخصت  
 بعد ملنے کے رضا خیمہ میں آئے قاسمؑ جوڑ کے ہاتھوں کو کہنے لگے مادرِ رخصت  
 بڑھ کے مادر نے بلائیں لیں، کہا رو رو کے چاند کو اپنے کروں بیویو کیونکر رخصت  
 آ کے میدان میں لڑا مثلِ علیؑ، ابنِ حسنؑ تیغِ قاسمؑ سے ہوا، ازرق بے پر، رخصت  
 گر کے گھوڑے سے زمیں پر یہ کہا قاسمؑ نے لیجئے جلد خبر ہوتا ہوں سرورِ رخصت  
 دیکھا شبیرؑ نے سب جسم ہے ٹکڑے ٹکڑے لاش سے بولے لپٹ کر مہِ انورِ رخصت  
 لے چلے لاش کو خیمہ میں جو حیدرؑ شبیرؑ روکے فرماتے تھے اے جانِ برادرِ رخصت



نوحہ

### سید محمد حیدر ایڈوکیٹ حیدر لکھنوی

جب نہ دی رن کی اجازت حضرت شبیرؑ نے  
 بیٹھ کر گوشہ میں پھر رونے لگے ابنِ حسنؑ  
 لے کے اُس تعویذ کو پینچہ شہ عالم کے پاس  
 گر پڑے قدموں پہ شہ کے قاسم گل پیر ہن  
 دیدی آخر اجازت ابنِ خیر گیر نے  
 خوب لپٹایا گلے سے مادرِ دلگیر نے  
 لے لیں حسرت سے بلائیں، مادرِ دلگیر نے  
 لاش مشکل سے اٹھائی حضرت شبیرؑ نے  
 اس قدر زخمی تھے حیدر قاسمؑ تشنہ دہن

نوحہ

### سید محمد حیدر ایڈوکیٹ حیدر لکھنوی

کرتے تھے عرض قاسمؑ سرور سے یہ خوشی سے  
 قدموں پر گر کے قاسمؑ کہنے لگے یہ شہؑ سے  
 اللہ اب تو ہم کو میدان کی دیجئے رخصت  
 آیا مقابلہ میں ازرق تو بولے قاسمؑ  
 رد کر کے وارِ ازرق، کہتے تھے ہنس کے قاسمؑ  
 قاسمؑ نے بڑھ کے سر پر تلوار جب لگائی  
 ازرق کو قتل کر کے عمو کو یہ صدا دی  
 قاسمؑ کی لاش حیدرؑ پا مال ہو رہی ہے  
 عزت کی موت بہتر ذلت کی زندگی سے  
 دل پھٹ گیا ہے میرا عمو کی بیکسی سے  
 کیوں موت آئے مجھ کو خیمہ میں بیکسی سے  
 ہم ہیں علیؑ کے پوتے ڈرتے نہیں کسی سے  
 آتی ہنسی ہے ہم کو تیری بہادری سے  
 روکا نہ وار، پہنچا دوزخ میں بزدلی سے  
 مل جائے تھوڑا پانی مرنا ہوں تشنگی سے  
 ماں سرچک رہی ہے خیمہ میں بے بسی سے



## نوحہ ضیاء جام نگری

قاسم کو مجتبیٰ کی نیابت پہ ناز ہے      شبیر کو بھیجے کی نصرت پہ ناز ہے  
تیرہ برس کے سن میں وہ تھا چودھویں کا چاند      ابن حسن کو حسن کی شہرت پہ ناز ہے  
شیریں تراپنی موت کو کہتا تھا شہد سے      قاسم کو اپنے جد کی وراثت پہ ناز ہے  
بیٹوں کے فدیہ ہونے کا سامان کر گئے      شبیر کو حسن کی محبت پہ ناز ہے  
اصغر شہید ہوں گے یہ سن کر ٹپ اٹھے      شبیر کو بھیجے کی غیرت پہ ناز ہے  
ہمت بڑھائی لال کی قربان ہونے میں      قاسم کی ماں کو دین کی نصرت پہ ناز ہے  
چادر میں جس کو لائے تھے رن سے شہ ہدا      ماں کو اُس اپنے بیٹی کی میت پہ ناز ہے  
ازرق کے چار بیٹوں کو فتار کر دیا      قاسم کو اپنے گھر کی شجاعت پہ ناز ہے  
نہیب سے نور مل گیا روشن ہوا کلام  
ہم کو ضیا اس اُن کی عنایت پہ ناز ہے

## نوحہ مکرم لکھنوی

شاہ دیں کو یہ رنج تھا قاسم      تم کو پانی نہیں ملا قاسم  
باغ زہرا اُجڑ گیا قاسم      راس آئی نہ کربلا قاسم  
دے کے رخصت حسین کہتے تھے      دل کی حالت بتائیں کیا قاسم  
تم بھی اپنے چچا کو چھوڑ چلے      کوئی اپنا نہیں رہا قاسم  
ظالموں سے تمہیں بچائے خدا      سنگدل ہیں یہ اشقیا قاسم



کیوں سوا ہو نہ پیاس کی ایذا  
 گرم ہے دشت کی ہوا قاسم  
 بھوک اور تشنگی کی شدت میں  
 خوب کی جنگ مرحبا قاسم  
 رخسار پر کس طرح سے سنبھلیں گے  
 چور زخموں سے ہیں سوا قاسم  
 ٹکڑے ٹکڑے کیا ترا لاشہ  
 ظلم کی ہے یہ انتہا قاسم  
 کیوں نہ روح حسن کو چین آئے  
 کہ چچا پر ہوئے فدا قاسم  
 تم سوئے خلد جب سدھار گئے  
 گھر میں محشر پیا ہوا قاسم  
 کہہ کے روتی تھیں مادرِ ناشاد  
 اے مرے کشتہ جفا قاسم  
 سب ہیں خونِ حسین کے پیاسے  
 کیا زمانہ بدل گیا قاسم  
 تیرے لاشے کو کر دیا پامال  
 فوجِ اعدا نے کی جفا قاسم  
 اے مکرم کہو بہ آہ و فغاں  
 ہو گئے شاہ پر فدا قاسم

### نوحہ مکرم لکھنوی

کہتے تھے شاہِ اُمم قاسم گل پیر بہن  
 کشتہ جور و ستم قاسم گل پیر بہن  
 اشکوں سے دامن ہے نم قاسم گل پیر بہن  
 روتے ہیں شیعہ بہم قاسم گل پیر بہن  
 وقت شہادت بھی آہ تم کو نہ پانی ملا  
 ابنِ حسنِ جانِ عم قاسم گل پیر بہن  
 پیاس میں لگتے رہے نیزہ و تیر و دسناں  
 سہہ گئے کیا کیا ستم قاسم گل پیر بہن  
 کہہ کے یہ رخصت کیا زینبِ ناشاد نے  
 روئیں گے سب گھر کو ہم قاسم گل پیر بہن  
 قتل ہو تیرا چچا اہلِ حرم ہوں اسیر  
 اب ہیں وہ ساماں بہم قاسم گل پیر بہن  
 گئی ماں سُوگوار کس سے کہے دل و نگار  
 تم گئے سوئے ارم قاسم گل پیر بہن



تین شب و روز سے تشنہ دہن آپ ہیں اور نہیں پانی بہم قاسم گل پیرہن  
 تم نے اٹھائی نہ تھی کوئی مصیبت کبھی اب ہوا سیر الم قاسم گل پیرہن  
 آہ شدیں ہیں دور آپ ہیں زخموں سے چور گرد ہیں اہل ستم قاسم گل پیرہن  
 حق پہ فدا ہو گئے تشنہ لب و تشنہ کام  
 دلبرِ ایرِ کرم قاسم گل پیرہن

### نوحہ مکرّم لکھنوی

قاسم تو گئے سوئے جہاں بیوہ شہرؔ ہاں کیوں نہ ہو تو نوحہ کنناں بیوہ شہرؔ  
 تیرا پسر چشمہ کوثر پہ ملے گا اے قاسم ناشاد کی ماں بیوہ شہرؔ  
 اعدا نے کیا اُس کے پسر کو بھی تہ تیغ یہ ظلم کہاں اور کہاں بیوہ شہرؔ  
 اشکوں کے تسلسل میں ہے قاسم کا تصور گریاں ہے بھد قلب تپاں بیوہ شہرؔ  
 لاکھ آنسوؤں کے روکنے میں دل کو سنبھالا بیٹھی ہیں جہاں روئیں وہاں بیوہ شہرؔ  
 چھپ چھپ کے بہاتی ہیں لہو قلب و جگر کا محزوں دل و پابندِ فغاں بیوہ شہرؔ  
 بیتاب ہے مغموم ہے دل یادِ پسر میں ڈھونڈے تو اُسے پائے کہاں بیوہ شہرؔ

جو نورِ نظر دشت میں پامال ہوا ہے  
 بیتاب ہے اُس کے لیے ہاں بیوہ شہرؔ

### نوحہ مکرّم لکھنوی

نہ کیوں اندھیر ہو دنیا نہ اکبرؔ ہیں نہ قاسمؔ ہیں  
 شہ دیں رن میں ہیں تنہا نہ اکبرؔ ہیں نہ قاسمؔ ہیں



علمدارِ دلاور بھی ہوئے رخصت شہ دیں سے  
 ہے کون اب پوچھنے والا نہ اکبر ہیں نہ قاسم ہیں  
 مصائبِ عصر تک ابنِ علیؑ پر سیڑوں ہوں گے  
 دلاسا کون اب دے گا نہ اکبر ہیں نہ قاسم ہیں  
 گئے عباسؑ کے لاشے پہ جب رن میں شہ والا  
 بہت اس غم سے دل تڑپا نہ اکبر ہیں نہ قاسم ہیں  
 کبھی بیٹے کو روتے ہیں کبھی اپنے بھتیجے کو  
 سواشہ کو یہ ہے صدمہ نہ اکبر ہیں نہ قاسم ہیں  
 بڑی رونق تھی ان کے دم سے بزمِ سرور دیں میں  
 ہوا ختم ایک افسانہ نہ اکبر ہیں نہ قاسم ہیں  
 ہر ایک اہلِ وفا نے ساتھ چھوڑا دشتِ غربت میں  
 ہیں رنجیدہ شہ والا نہ اکبر ہیں نہ قاسم ہیں  
 بھرے گھر پر تباہی آگئی تھی چند ساعت میں  
 محسرت شاہ نے دیکھا نہ اکبر ہیں نہ قاسم ہیں  
 یہی آرامِ دل اس وقت میں تھے شاہ والا کے  
 یہ کیسا انقلاب آیا نہ اکبر ہیں نہ قاسم ہیں  
 اداسیِ خیمہ سبطِ نبیؐ پر کیوں نہ چھا جائے  
 نہ ہوں کیوں گھر میں ویرانہ نہ اکبر ہیں نہ قاسم ہیں  
 حسینؑ ابنِ علیؑ بھی جان دینے پر ہیں آمادہ  
 ہو کیوں منظور اب جینا نہ اکبر ہیں نہ قاسم ہیں



مکرم کس طرح اب دل سنبھالیں دلیرِ زہرا  
کریں اب کیا مرے آقا نہ اکبر ہیں نہ قاسم ہیں

### نوحہ شوکت بلگرامی

ابنِ حسن کو نیا بیاہ کا خلعت ملا  
شہ نے کفن کیا دیا بیاہ کا خلعت ملا  
تختِ تابوت پر رات کئی تخت کی  
خوں میں ڈوبا ہوا بیاہ کا خلعت ملا  
حسنِ جوانی کہاں شانِ شہانی کہاں  
دامنِ خاکِ شفا بیاہ کا خلعت ملا  
دیکھ کے قاسم کو ماں کہتی ہے باصدِ نفاں  
کس کو یہ تیرے سوا بیاہ کا خلعت ملا  
جملہ شادی بنا ابنِ حسن کا مزار  
رائڈ کو کالی ردا بیاہ کا خلعت ملا  
قاسم گلگوں قبا آپ پہ شوکتِ فدا  
آپ کو سب سے جدا بیاہ کا خلعت ملا

### نوحہ شوکت بلگرامی

بین کرتی تھی یہ کبرا مرے نوشاہ اٹھو



دھوپ میں سوتے ہو تنہا مرے نوشاہ اٹھو  
 لاش پہ آپ کے آئی ہے دلہن دیکھو تو  
 اٹھ کے دیکھو مرا چہرا مرے نوشاہ اٹھو  
 کیسی شادی ہوئی یہ راس نہ آئی تم کو  
 کیا ہوا ہاتھ کا کنگنا مرے نوشاہ اٹھو  
 کب سے روتی ہوں میں لاش پہ تمہارے نوشاہ  
 ہوں میں ایک رات کی بیوہ مرے نوشاہ اٹھو  
 پھول سہرے کے ابھی سوکھنے پائے بھی نہ تھے  
 یوں ہی قسمت میں لکھا تھا مرے نوشاہ اٹھو  
 حشر اک خیمہ میں ہو جاتا تھا شوکت برپا  
 کہتی تھی رو کے جو کبرا مرے نوشاہ اٹھو

نوحہ

شوکت بلکرامی

کہا رو کے کبر آنے دے داد دولہا میرے کم سخن مرے ناشاد دولہا  
 دلہن ہو گئی تری برباد دولہا میرے کم سخن مرے ناشاد دولہا  
 بندہ شائب کو سہرا کھلا صبح کو سر بھری مانگ مٹی سے صندوق چھڑا کر  
 سنی ہے کہیں ایسی روداد دولہا مرے کم سخن میرے ناشاد دولہا  
 جہاں میں ٹھکانا نہیں خستہ تن کا تری پائنتی ہو سہا نا دلہن کا  
 یہاں میری مٹی ہے برباد دولہا مرے کم سخن مرے ناشاد دولہا



مزہ زندگی کا نہ مطلق اٹھایا پیام اجل عقد ہوتے ہی آیا  
 کیا ہم کو شادی نے برباد دو لھا مرے کم سخن مرے ناشاد دو لھا  
 لڑائے کو شادی کے چہرے کئے تھے میں قربان مرنے کو دو لھا بنے تھے  
 سہاگ اپنا مجھ کو نہیں یاد دو لھا مرے کم سخن مرے ناشاد دو لھا  
 مری تھ بڑھانے کو آتی ہیں اماں رنڈا پے کا پیغام لاتی ہیں اماں  
 بنی رائڈ بنتی ہے فریاد دو لھا مرے کم سخن مرے ناشاد دو لھا  
 رنڈا پے میں کچھ منھ سے بولوں نہ بولوں گندھے بال ماتم میں کھولوں نہ کھولوں  
 کرو کچھ مرے حق میں ارشاد دو لھا مرے کم سخن مرے ناشاد دو لھا  
 کرے کس طرح بین اک شب کی بیانی چھنے کس طرح ہائے ہاتھوں کی مہندی  
 عروسی نے کی مجھ پہ بیداد دو لھا مرے کم سخن مرے ناشاد دو لھا  
 نہیں تاب تحریر شوکت لکھوں کیا بیاں کرتی تھی لاش قاسم پہ کبرا  
 سُنے کون بیوہ کی فریاد دو لھا مرے قاسم مرے ناشاد دو لھا

نوحہ

شوکت بلگرامی

قاسم کی ماں پکاری روتے ہوئے نہ جاؤ	دو لھا بنے میں واری روتے ہوئے نہ جاؤ
جاں اپنی کھور ہی ہے رونے پہ رو رہی ہے	دیکھو دلہن کی زاری روتے ہوئے نہ جاؤ
حق پر جہاد کرنا ، ہے زندگی یہ مرنا	منگواؤ اب سواری روتے ہوئے نہ جاؤ
یہ جوش ہے بکا کا سب تر بہ تر ہے سہرا	نوشاہ بن کے واری روتے ہوئے نہ جاؤ
جانا کہیں سے نالاں اچھا نہیں مری جاں	تا کے یہ اشکباری روتے ہوئے نہ جاؤ



دولہاتری فغاں سے دل ہو رہا ہے ٹکڑے      ارماں بھرے ہو واری روتے ہوئے نہ جاؤ  
 ہنستے ہوئے پھر آؤ پھر اپنا گھر بساؤ      مانو ذرا ہماری روتے ہوئے نہ جاؤ  
 شوکت کھڑا ہے دولہا سر پر لپیٹے سہرا  
 کہتی ہیں رائیں ساری روتے ہوئے نہ جاؤ

### نوحہ نجم آفندی

رونق دشتِ نینوا قاسم جان زہرا کے دلربا قاسم  
 اے شہیدِ رہ وفا قاسم یہ نیا ظلم ہو گیا قاسم  
 ہائے پامالِ کربلا قاسم  
 کیا اسی وقت موت آئی تھی اُدھ کھلا پھولِ زندگانی تھی  
 کچھ لڑکپن تھا کچھ جوانی تھی اے جواں مرگ خوش ادا قاسم  
 ہائے پامالِ کربلا قاسم  
 حُسنِ صورت پہ دو جہاں صدقے      تیکھی چتون پہ بجلیاں صدقے  
 موت پر عمرِ جاوداں صدقے      جس نے دولہا بنا دیا قاسم  
 ہائے پامالِ کربلا قاسم  
 جان دینے وطن سے آئے تھے فکرِ رخصت میں سر جھکائے تھے  
 کیا سفارش پدر کی لائے تھے اذن کس طرح مل گیا قاسم  
 ہائے پامالِ کربلا قاسم  
 شہِ مسموم کے دُلا رہے ہو      مادرِ غم زدہ کے پیارے ہو



بیوگی کے تمہیں سہارے ہو ماں سے کیونکر ملی رضا قاسم  
ہائے پامالِ کربلا قاسم

جادہ شش جہات کانپ گیا کاروانِ حیات کانپ گیا  
عرصہ حیات کانپ گیا پھول سا جسم یہ جفا قاسم  
ہائے پامالِ کربلا قاسم

یوں صداقت پہ جان کھوتے ہیں آج تک حق پرست روتے ہیں  
سچ ہے شیروں کے شیر ہوتے ہیں یہ سن و سال یہ وفا قاسم  
ہائے پامالِ کربلا قاسم

سرفروشی کی شان کیا کہنا ہاشمی آن بان کیا کہنا  
اے حسینیؑ جوان کیا کہنا راحت جان مجتبیٰ قاسم  
ہائے پامالِ کربلا قاسم

طفلِ گلگوں قبا سلام علیک مردِ جنگ آزما سلام علیک  
وارثِ لافتا سلام علیک نجمِ اس شان پر فدا قاسم  
ہائے پامالِ کربلا قاسم

نوحہ

نجمِ آفندی

علیؑ کے لاڈ لے سرورِ ریاضِ مصطفیٰ قاسم سکونِ دلِ حسنؑ کے فاطمہؑ کے دلربا قاسم

حسینِ آلِ ہاشم سیدِ گلگوں قبا قاسم

شبابِ کربلا جانِ شہیدِ کربلا قاسم



نظر کرتا پہن کے جنگ کے میدان میں آجانا عیش میں آبِ تیغ و تیر سے تسکین پا جانا

یہ تیری ہمتیں یہ حوصلے یہ دلولہ قاسم

شبابِ کربلا جانِ شہیدِ کربلا قاسم

یہ کیسی خوں کی دھاریں ہیں جنہیں سہرا سجھتی ہے یہ کیسے زخم ہیں دنیا تجھے دولہا سمجھتی ہے

بھی ہے کیا تیرے تن پر شہادت کی قبا قاسم

شبابِ کربلا جانِ شہیدِ کربلا قاسم

یہ کیسا دن تری شادی کا کیسی رات ٹھہری تھی عروسِ مرگ سے کب مرنیوالے بات ٹھہری تھی

ترا عہدِ جوانی تھا، ترا عہدِ وفا قاسم

شبابِ کربلا جانِ شہیدِ کربلا قاسم

وہم کی شب کو جب لاشہ پہ تیری چاندنی پھیلی اسیرانِ بلا میں اور بھی افسردگی پھیلی

خبر ہے کس کا کس کا دل ٹپ کر رہ گیا قاسم

شبابِ کربلا جانِ شہیدِ کربلا قاسم

سنا ہے لشکرِ اعدا کی بد حالی کا افسانہ قیامت خیز ہے پر تیری پامالی کا افسانہ

نہ جانے تو نے کی تھی کس قیامت کی دعا قاسم

شبابِ کربلا جانِ شہیدِ کربلا قاسم

ترا دل جلوہ گاہِ نازِ ارمانِ شہادت کا ترا اک ایک نفس و مسازِ ارمانِ شہادت کا

ترا خونبار پیکر نقشِ تسلیم و رضا قاسم

شبابِ کربلا جانِ شہیدِ کربلا قاسم

نشاط و عیش تھی گھر بھر کی خوشبو تیرے کیسو کی سکوں ہوتی دل مادر کا خوشبو تیرے کیسو کی

گئی ہوگی نہ زنداں تک یہ مقتل کی ہوا قاسم

شبابِ کربلا جانِ شہیدِ کربلا قاسم



نگاہوں میں تری وہ منظر بیدار کیا ہوگا      کلیجہ باپ کا ٹکڑے ہوا تھا یاد کیا ہوگا  
 فلک نے آج ماں کا دل بھی ٹکڑے کر دیا قاسم  
 شبابِ کربلا جانِ شہیدِ کربلا قاسم  
 مسلمانانِ عالم کو محرم بھر رلاتی ہے      ترے شاعر کو تیرے تجم کو اکثر رلاتی ہے  
 یہ تیری کم سنی یہ جان دینے کی ادا قاسم  
 شبابِ کربلا جانِ شہیدِ کربلا قاسم

نوحہ

تجمِ آفندی

پریم نگر کا پنہتی قاسم موت سے بیاہ رچائے گیا  
 ہنسی خوشی کا جانا ٹھہرا دولہا بکر آئے گیا  
 رتھ نار لہو کی دھاریں تھیں اس گورے گورے مکھڑے پر  
 اس دھج پہ کسی کی لاگی نجر یہی سہرا بدھی کھائے گیا  
 اک باغ کھلاتا تھا کر بل بن میں یثرب والے مالی کا  
 کچھ سوکھ گیا بنِ پانی کے کچھ گھام پڑی مرجھائے گیا  
 شبیر کے تن کی بستی میں شبیر کا من کیا ہیرا تھا  
 اس دیپ کی لو بڑھتی ہی رہی آنکھوں میں اندھیرا چھائے گیا  
 اب جا کے ہمالہ پر بت سے لے ماتم کی ٹکراتی ہے  
 اس دلش کی تجھی دور بلا جس دلش پہ یہ غم چھائے گیا



نوحہ

## فضل نقوی لکھنوی

شوقِ نصرت میں یہ پوشاکِ شہانی قاسم  
جنگ میں خشک زباں کہتی تھی پانی قاسم  
کتنا گہرا حسنِ سبز قبا کا ہے اثر  
حسرتیں جنگ کی میداں میں مکمل ہوتیں  
ماں کے ارمانِ لہو بن کے بے اشکوں میں  
سر پہ تلوار لگی ہو گیا ٹکڑے لاشہ  
ڈھونڈھ لیں حشر میں دولہا کو دلہن کی نظریں  
مرتے مرتے نہ تصور سے بے حسن و جمال  
آخری دم بھی کہیں سے نہ ملا قطرہ آب  
جلتی ریتی پہ وہ فوجوں میں ترپنا تیرا  
غم میں کتنا ہے اثرِ فضل ہو اس غم پہ نثار

غرق ہے خون میں آغازِ جوانی قاسم  
اللہ اللہ اثرِ تشنہ دہانی قاسم  
پھول سہرے کے نظر آتے ہیں دہانی قاسم  
کاش مل جاتا تمہیں پیاس میں پانی قاسم  
مل گئے خاک میں اندازِ جوانی قاسم  
خون لکھتا گیا عبرت کی کہانی قاسم  
آستیں دے گئے کبریٰ کو نشانی قاسم  
ماں کی نظروں میں رہی تیری جوانی قاسم  
ہائے ہر سانس میں کہتے رہے پانی قاسم  
زخم سے سر کے لہو کی وہ روانی قاسم  
ہو گئی ساتویں تاریخِ نشانی قاسم

نوحہ

## رزم ردولوی

مصیبت کو کیا تو نے سمجھا ہے قاسم  
یہ زخموں میں بھی حسنِ نکھرا ہے قاسم  
لڑائی میں کیا لال مکھڑا ہے قاسم  
لہو کی ہیں دھاریں کہ سہرا ہے قاسم  
عروسِ شہادت کا دولہا ہے قاسم  
جو صورت ہے پیاری تو سیرت بھی پیاری  
نبی و علی کی وہی وضعداری



حسن کی جگہ جان سرور پہ واری      ہوا لب پہ دردِ محبت کے جاری  
 عروسِ شہادت کا دولہا ہے قاسم  
 غضبِ سادگی کی ہے رودادِ رنگین      یہ طفلی یہ بانعِ نگاہی کا آئین  
 کہ ہومودت اور شہد سے بڑھ کے شیریں      شہیدوں میں بانکا اک ایسا نہیں  
 عروسِ شہادت کا دولہا ہے قاسم  
 ہے دل دوز و جانسوز و پُر غم فسانا      وہ تعویذ کے بل پہ رخصت کا پانا  
 چچا سے گلے مل کے رونا رُلانا      وہ شبیر کا خود فرس پر چڑھانا  
 عروسِ شہادت کا دولہا ہے قاسم  
 یہ ہمدردی دوست دشمن کے عادی      کہیں چھپتی بھی ہے تقدسِ نہادی  
 بناتے ہیں رنگین یہ غم کی وادی      انھیں حق پہ ہے سرکٹانے کی شادی  
 عروسِ شہادت کا دولہا ہے قاسم  
 یہ دن سن یہ ہنگامہ قتل و غارت      یہ بچپن بھی ہے اک شبابِ شجاعت  
 خوشی ہے کہ مرنے کی پائی اجازت      بنا ڈالا مقتل کو صد رشکِ جنت  
 عروسِ شہادت کا دولہا ہے قاسم  
 نہ بھولے گا یہ بانکینِ خاندانی      یہ چہرہ شگفتہ یہ تشنہ دہانی  
 ہوئی کمسنی پہ تصدقِ جوانی      یہ پوشاکِ خونِ جگر سے شہانی  
 عروسِ شہادت کا دولہا ہے قاسم  
 وہ جاری ترے جسم سے خونِ شہر      دمِ نزع بھی وہ یدِ الہی تیور  
 وہ انگڑائیاں جلتی تپتی زمین پر      یہ تپتی زمیں ہے کہ پھولوں کا بستر  
 عروسِ شہادت کا دولہا ہے قاسم  
 وہ چتون کڑی شکل وہ بھولی بھالی      ملی خاک میں ہائے کیا خوشِ جمالی



رلائے گی خون حشر تک خستہ حالی کھلاتی ہے زخموں کے گل پائمالی

عروں شہادت کا دولہا ہے قاسم

وہ رہ رہ کے تیرا چچا کو بلانا وہ لڑ بھڑ کے لاشہ پہ حضرت کا آنا

وہ بالیس پہ صابر کا آنسو بہانا وہ دم توڑنا اور ترا مسکرانا

عروں شہادت کا دولہا ہے قاسم

نہ یوں غمزدہ ماں کا توڑو سہارا ذرا چل کے صورت دکھا دو خدارا

یہ کیا خاک و خون نے سنوارا نکھارا یہ سچ دھج یہ پروان چڑھنا گوارا

عروں شہادت کا دولہا ہے قاسم

ترے سر ہے ایماں کی نصرت کا سہرا ترے شایاں گلہائے رحمت کا سہرا

کھلا تجھ پہ کیسا شفاعت کا سہرا میں لایا ہوں اشکِ موذت کا سہرا

عروں شہادت کا دولہا ہے قاسم

نوحہ

آثرِ سرسوی

سب سے کہتی تھی ماں دلہن کی آج کبرا کی شادی رچی ہے

گھر میں ماتم کے ہے کیسی شادی آج کبرا کی شادی رچی ہے

ہوتے سماں جو مہندی کا دیکھا

سوچ کر دل میں انجام اس کا

کہہ کے یہ شاہ دیں نے بکا کی آج کبرا کی شادی رچی ہے

بولی زینبؓ سیکینہؓ سے آؤ

مہندی قاسم بنے کے لگاؤ



ہوتی صغرا تو خوش کیسی ہوتی آج کبرا کی شادی رچی ہے  
 آج شب کو دلہن جو بنی ہے  
 کل وہ ہے اور سینہ زنی ہے  
 ہائے چالے ہوئے اور نہ چوتھی آج کبرا کی شادی رچی ہے  
 بولی بانو یہ قسمت کا لکھا آج کنگنا بندھا جن میں دیکھا  
 کل وہ ہوگی رن میں کلائی آج کبرا کی شادی رچی ہے

نوحہ

فیض لکھنوی

قاسم کو موت عالم غربت میں آئی ہے ماں غم نصیب نے صف ماتم بچھائی ہے  
 پڑا اضطراب فاطمہ زہرا کی جاتی ہے سرور نے لاش اپنے گلے سے لگائی ہے  
 عباس نے بھیجے کی میت اٹھائی ہے  
 قاسم کو موت عالم غربت میں آئی ہے  
 قاسم کون حضرت شبر کا لال ہے بے مثل و بے عدیل خجستہ خصال ہے  
 جس میں نبی کا نور علی کا جمال ہے پوتا جناب فاطمہ کا نونہال ہے  
 تصویر نور قدرت حق نے بنائی ہے  
 قاسم کو موت عالم غربت میں آئی ہے  
 شہزادے کا ہے صرف ابھی تیرہ برس کا سن گلزار زندگی میں مٹھکھنے کے ہیں یہ دن  
 وہ بھولی بھولی شکل کہ قربان انس و جن اس بچپن میں بھی ہے مگر قلب مطمئن  
 آغوش شہ میں صبر کی تعلیم پائی ہے  
 قاسم کو موت عالم غربت میں آئی ہے



عاشور کی یہ شب کا ہے احوال درد و غم      سرور نے جب بیاں کیا افسانہ الم  
قاسم بچا سے کہتے ہیں کیوں شاہ ذی حشم      میرا بھی نام فرد شہیداں میں ہے رقم؟

اس نامراد کو بھی جتناں میں رسائی ہے

قاسم کو موت عالم غربت میں آئی ہے

سُن کر سوال بچے کا سرور نے یہ کہا      کیوں میرے لال موت ہے تیری نظر میں کیا

بولا یہ ہسکرا کے دل و جانِ مجتبا      شیریں ہے شہد سے بھی زیادہ مجھے قضا

آجائے جلد ایسی مرے دل کو بھائی ہے

قاسم کو موت عالم غربت میں آئی ہے

شہ نے گلے بھینچے کو اپنے لگا لیا      فرمایا تیری ہمت و جرأت کے میں فدا

اس پیاری پیاری شکل پہ قربان ہو چچا      تم بھی شہید ظلم و جفا ہو گے مہ لقا

تقدیر میں ہماری ، تمہاری جدائی ہے

قاسم کو موت عالم غربت میں آئی ہے

جو کچھ کہا وہی مرے شہزادے نے کیا      عاشور کو حسینؑ پہ قربان ہو گیا

گرنے لگا جو گھوڑے سے میراں میں مہ لقا      آواز دی مدد کے لئے آئیے چچا

مشکل کا وقت ہے دم مشکل کشائی ہے

قاسم کو موت عالم غربت میں آئی ہے

تھامے کلیجہ سبطِ نبی دشتِ کیس میں آئے      ڈرتھا کہ لاش گھوڑوں سے پامال ہونہ جائے

دیکھا کہ چور چور ہے تن خوں میں ہیں نہائے      اعدائے دیں نے ٹاپوں سے روندنا ہے ہائے ہائے

تقدیر کب حسینؑ کو میت پہ لائی ہے

قاسم کو موت عالم غربت میں آئی ہے

ماں نے کلیجہ تھام کے پوچھا کہ کیا ہوا      تھا دشمنوں میں دیر سے بچہ مرا گھرا



شور و بکا یہ کیسا ہے، کیا ماجرا ہوا کیا دشمنوں میں جا کے شہید جفا ہوا  
 فطہ نے آ کے کس کی سنائی سنائی ہے  
 قاسم کو موت عالم غربت میں آئی ہے  
 ناشاد نامراد کی حسرت نکل تو جائے کمن سے شاہزادے کو دولہا کوئی بنائے  
 ہاتھوں میں میرے لال کے مہندی کوئی لگائے گلگوں قبا کو مسند شاہانہ پر بٹھائے  
 ارماں بھرے کی موت وطن بن کے آئی ہے  
 قاسم کو موت عالم غربت میں آئی ہے  
 جوڑا شہانا سُرخِ خوں میں رنگا ہوا گلہائے زخم سے مرا نوشہ سجا ہوا  
 سہرا لہو کی دھاروں کا رخ پر بندھا ہوا آیا ہے میرا لاڈلا دولہا بنا ہوا  
 شادی کی یہ گھڑی مجھے حق نے دکھائی ہے  
 قاسم کو موت عالم غربت میں آئی ہے  
 زینب پکاریں بہر خدا رنج ٹالنے بھابھی حسن کا واسطہ دل کو سنبھالنے  
 دیدارِ آخری کی تو حسرت نکالنے بھائی کھڑے ہیں پاس رداسر پہ ڈالنے  
 قیصر یہ سن کے بی بی نے گردن جھکائی ہے  
 قاسم کو موت عالم غربت میں آئی ہے

نوحہ  
 ذاکرہ لکھنوی

نوشاہ کے لاشے کو شہ ہاتھوں پہ لائے ہیں قاسم بے میدان سے اس شان سے آئے ہیں  
 سب جسم ہوا ٹکڑے تیغوں سے جو سرتاسر عباسؑ جیتے کو سینے سے لگائے ہیں  
 ماں کہتی تھی میت پر کیا تم کو ہوا ہے ہے مادر سے بیاں کر دو جو ظلم اٹھائے ہیں



ماں صدقے ہوائے بیٹا بولا نہیں جاتا  
 اس چاند سے سینے پر جو نرم اٹھائے ہیں  
 اے لال تری شادی کیسی یہ ہوئی ہے ہے  
 مہماں تھے جو شادی کے وہ پُرسے کو آئے ہیں  
 تم سوتے ہوائے بیٹا مہماں ہیں جمع گھر میں  
 ہے وقت یہ خاطر کا سب کنبے کے آئے ہیں  
 داماد کے لاشے پہ بانٹو نے کہا رو کر  
 دولہا تری میت پہ ہم بیٹی کو لائے ہیں  
 میں رسم کروں کس کی اے بیٹیوں چوتھی کی  
 دو لہا بنے چوتھی کے دن خوں میں نہائے ہیں  
 یہ بالی سیکھنے نے گہرا سے کہا رو کر  
 تر خون میں سر تا پا ابنِ حسن آئے ہیں  
 کہتی تھی دلہن رو کر کچھ بات کرو صاحب  
 ہم آپ کے قدموں پر سر اپنا جھکائے ہیں  
 جاتے ہو کہاں تنہا ہمراہ مجھے بھی لو  
 رخصت کیا ماں نے گھر آپ کے آئے ہیں  
 کی میں نے خطا کیا ہے جو بات نہیں کرتے  
 ہم پوچھنے کو صاحب حال آپ کا آئے ہیں  
 چوتھی میں ملا صاحب رنڈ سالہ کا جوڑا ہے  
 افشاں کے عوض منہ پر ہم خاک لگائے ہیں  
 کیا سوتے ہو تم غافل یہ حال مرادیکھو  
 پہنے ہوئے رنڈ سالہ ہم لاش پہ آئے ہیں  
 دنیا میں کوئی شادی ایسی نہ ہوئی ہوگی  
 دن چوتھی کے اے صاحب ہم بیوہ کہلائے ہیں  
 لوٹیں جولعین آکر اُس دم میں کہاں جاؤں  
 یہ پوچھنے ہم صاحب پاس آپ کے آئے ہیں  
 روضہ پہ شہد دیں کے اے ذاکرہ جانے کی  
 مدت ہوئی ہم جب سے لؤل سے لگائے ہیں

نوحہ

مولانا عادل رضوی

اک نو نہالِ باغِ نبی پائمال ہے  
 نازک بدن کے خون سے گرتے بھی لال ہے  
 شیرانہ چوتونوں سے شجاعت ہے آشکار  
 تصویر ہے علی کی پیہر جمال ہے  
 پاسِ ادب سے چہرے پہ پڑتی نہیں نظر  
 نودس برس کا سن ہے یہ جاہ و جلال ہے  
 معلوم ہو رہا ہے کہ دولہا ہے خواب میں  
 کیا حُسنِ دلفریب ہے کیسا جمال ہے



مہندی لگی ہوئی ہے کہ ہاتھوں کا خون ہے      تلوار ہاتھ میں ہے ہتھیلی بھی لال ہے  
انداز آشکار تیشی کا رخ سے ہے      پھولوں کی طرح چہرہ پُر خوب بھی لال ہے  
دشمن سے جنگ کیلئے آیا ہے کس طرح      نیزہ نہ ہاتھ میں ہے نہ کاندھے پہ ڈھال ہے  
کس نے کیا تھا گھوڑے پہ معصوم کو سوار      اتنا تو اس صغیر کا سن ہے نہ سال ہے

نوحہ

مولانا عادل رضوی

کیونکر ہوا جنگل میں زہرا کا چمن رنگیں      ہے خون سے سب لاشِ فرزندِ حسنِ رنگیں  
دوڑے جو ہیں لاشے پر گھوڑے تو یہ حالت ہے      ہے خون کی چھینٹوں سے قاسم کا بدن رنگیں  
معلوم یہ ہوتا ہے میت ہے یہ دولہا کی      نوشاہ نہیں پھر بھی ہے جامہ تن رنگیں  
کیا ہے جو شہادت پر پوشاکِ شہانی ہے      ہوتا نہیں دنیا میں مُردے کا کفن رنگیں  
بیکس کا لہو کیسا پھیلا ہے زمانے میں      ہے خون کی سُرخ سی یہ چرخ کہن رنگیں  
قاسم کو لگایا ہے سینے سے شہ دیں نے      ہے خون سے پوشاکِ سلطانِ زمن رنگیں

نوحہ

صدرِ اجتہادی

رن میں مادر کی تھی فغاں قاسم      تم کو ڈھونڈوں کہاں کہاں قاسم  
پارہ دل پکار لو مجھ کو!      پھر رہی ہوں رواں دواں قاسم  
سُرخ پھولوں کی جس طرح لڑیاں      یوں لہو کی ہیں دھاریاں قاسم  
اب تو دل سے لبوں تک آپہنچے      نالہ ہائے شررِ فشاں قاسم  
وہ عزیزِ انِ با وفا نہ رہے      لٹ گیا رن میں کارواں قاسم



زلزلے آئے ، آندھیاں اُٹھیں      کروٹوں میں ہے یہ جہاں قاسم  
 کیا مجھے یاد کر رہے ہو کہیں      آ رہی ہیں جو ہچکیاں قاسم  
 رُخ پہ سہرا ہے خوں کی دھاروں کا      یا فلک پر ہے کہکشاں قاسم  
 میں کہوں اپنا حال بربادی      تم کہو اپنی داستاں قاسم  
 تم ابھی میرے پاس تھے بیٹا      ہائے یہ مرگِ ناگہاں قاسم  
 ڈھونڈتی پھر رہی ہوں میں تم کو      صورتِ نبضِ ناتواں قاسم  
 موت نے بارغِ کم سنی لوٹا!      گر پڑیں دل پہ بجلیاں قاسم  
 ہائے تصویر بے کسی ہے دھن!      تن میں باقی نہیں ہے جاں قاسم  
 اب تو ہو کر اسیرِ مقتل سے  
 قید میں جا رہی ہے ماں قاسم

نوحہ

شاد زید پوری

آئے یتیم حسنِ خوں میں نہائے ہوئے      لاش کو سینے سے ہیں شاہ لگائے ہوئے  
 کھینچے ہوئے جاتے ہیں خاکِ پتاقم کے پاؤں      چل نہیں سکتے حسینِ لاش اٹھائے ہوئے  
 رکھتے ہیں تھم کر قدم ہے ابھی بچے میں دم      خیمے کے در پر ہے ماں آس لگائے ہوئے  
 مادرِ قاسم سے شاہ سامنا کیونکر کریں      در پہ کھڑے ہیں حسینِ سر کو جھکائے ہوئے  
 زندہ تھا بیوہ کا لال ہو گیا تن پائمال      دوڑ رہے تھے سوار باگیں اٹھائے ہوئے  
 خیمہ میں آئی جولاش آنکھوں میں اٹکا تھا دم      تکتے تھے ماں کی طرف آنکھ اٹھائے ہوئے  
 مادرِ قاسم کے بین سن نہیں سکتے حسین      خونِ دل آنکھوں سے ہیں شاہ بہائے ہوئے  
 اے میرے گلِ بیرہن چور ہے سارا بدن      آئے ہو دو لہا بنے خوں میں نہائے ہوئے



نعل کے گہرے نشان رخ پہ ہیں اے مری جان  
چاند سے چہرے کو یوں ماں سے چھپائے ہوئے  
ٹاپوں سے سر ہے دو نیم اے میرے دُرِ یتیم  
خون میں گیسو بھرے ماں کے بنائے ہوئے  
گردنِ نازک ہے خم نکلا ہے مشکل سے دم  
گیسوئے مشکیں تیرے بل ہیں جو کھائے ہوئے  
باپ نہ پہچانیں گے شکل تری دیکھ کر  
ماں سے چلے بے خبر آنکھ پھرائے ہوئے  
باپ سے بہرِ خدا کچھ نہ شکوہ مرا  
پیار کے مارے ہوئے غم کے ستائے ہوئے  
شاد کرو یہ دعا نزدِ شہِ کربلا  
خلد میں ہاشم رہیں چھاؤنی چھائے ہوئے

نوحہ

شاد زید پوری

بیوہ کا لٹ رہا ہے چمن و امصیتا  
مٹی ہے یادگارِ حسن و امصیتا  
قاسم نے رکھ دیا ہے قدم پر چچا کے سر  
چپکے کھڑے ہیں شاہِ زمن و امصیتا  
جاتا ہے نامراد سپر رو رہی ہے، ماں  
پھرتی ہے گردِ روحِ حسن و امصیتا  
کیا جانے کیوں پہنایا ہے قاسم کو شاہ نے  
سارا لباسِ شکلِ کفن و امصیتا  
بچہ سمجھ کے ٹوٹ پڑی فوج ہائے ہائے  
سورج کو لگ گیا ہے گہن و امصیتا  
اس سمت کے سوار ادھر جا رہے، ہیں آہ  
قاسم کا پھول سا ہے بدن و امصیتا  
ٹاپوں سے چُور چُور ہوئیں نرم پسلیاں  
کچھ کر سکے نہ شاہِ زمن و امصیتا  
لاشے پہ آئے خواہرِ قاسم کے تھے یہ بین  
ہے پائمالِ چاند ساتن و امصیتا  
چہرے پہ ہائے کیسے ہیں یہ نعل کے نشان  
اس شکل پر فدا ہو بہن و امصیتا  
اے شاد ساتویں ہے چلو سوئے کربلا  
پیاپی ہے فوجِ شاہِ زمن و امصیتا

خیمہ سے اعطش کی صدائیں بلند ہیں

سب خشک ہے چمن کا چمن و امصیتا



نوحہ

شیریں بیگم لکھنوی

ماں کہتی تھیں قاسم کی یہ دے دیکے دہائی دولہا نے قضا کی  
 کوئی نہ تمنا مری افسوس برآئی دولہا نے قضا کی  
 شادی کے بدل ہو گیا غم کیا کروں لوگو بتلاؤ تو مجھ کو  
 اندھیرا ہے آنکھوں سے نہیں دیتا دکھائی دولہا نے قضا کی  
 دنیا سے مرا لال پُرمان سدھارا رن میں گیا مارا  
 افسوس کہ سسرال سے مہندی بھی نہ آئی دولہا نے قضا کی  
 دنیا میں کسی پر بھی نہ گذرے یہ الہی کیسی ہے تباہی  
 مسند کو اٹھا کر صف ماتم ہے بچھائی دولہا نے قضا کی  
 وہ بھوک میں اور پیاس میں مارا گیا جانی پیمبر کی نشانی  
 مصری کے بدل تیغ ستم رن میں ہے کھائی دولہا نے قضا کی  
 اب جوڑے شہانے کے بدل خون میں نہایا ہے ہے مرا جایا  
 کنگن کے عوض ہو گئی مجروح کلائی دولہا نے قضا کی  
 اے بیکسو ماتم کرو میں ہو گئی ناشاد گھر ہو گیا برباد  
 لاشہ لئے آئے ہیں شہ کرب و بلائی دولہا نے قضا کی  
 امید تھی لاؤں گی دلہن ابنِ حسن کی اس غنچہ دہن کی  
 اب ککھ مری لٹ گئی اللہ دوہائی دولہا نے قضا کی  
 اب منہ کو دکھانے کی نہیں مجھ کو رہی جا ہے ہے میں کروں کیا  
 شرمندہ ہوئی بانٹوئے شبیر سے بھائی دولہا نے قضا کی



برباد کیا صاحبو تقدیر نے مجھ کو پُرسا تو ذرا دو  
 میں جیتی رہی ہائے مجھے موت نہ آئی دولہا نے قضا کی  
 گل ہو گیا وہ گھر کا چراغ ہمارا ہر سُو ہے اندھیرا  
 ہے یہ خبر کس لئے لوگو ہے چھپائی دولہا نے قضا کی  
 دل مادری الفت سے ہے بیتاب ہمارا اے صاحبو للہ  
 چھاتی سے لگاؤ مری کیوں دیر لگائی دولہا نے قضا کی  
 بے جرم و خطا مارا گیا ہائے وہ پیارا یہ بیوہ کرے کیا  
 سب خاک میں ارمان ملے فریاد الہی دولہا نے قضا کی  
 شیریں یہی کرتی تھی بیاں زوجہ شہر برباد ہوا گھر  
 میں آکے یہاں لٹ گئی خالق کی دوہائی دولہا نے قضا کی

نوحہ

گو ہر لکھنوتی

ماں قاسم ناشاد کی میت پہ پکاری، ماں ہوترے داری  
 میدان سے نوشاہ کی آئی ہے سواری، ماں ہوترے داری  
 دولہا تمہیں مادر نے بنایا تھا میری جاں، نکلا میرا ارماں  
 پوشاک بھی پہنا کے تمہیں دیکھ لی بھاری، ماں ہوترے داری  
 مادر کو دیا داغ دلہن کو کیا برباد، اے قاسم ناشاد  
 بیوہ ہوئی صد حیف کہ شبیر کی پیاری، ماں ہوترے داری  
 پردیس میں تقدیر نے کیا ہم کو دکھایا، وا حسرت و دردا  
 افسوس کوئی نکلی تمنا نہ ہماری، ماں ہوترے داری



اک شب کیلئے دو لہا بنے اے میرے پیارے خلد آج سدھارے  
 برباد دلہن ہو گئی افسوس تمہاری، ماں ہو ترے واری  
 بس روک قلم کر نہ بیاں حالتِ مادر اے گوہر مضطر!  
 غش آگیا سر پیٹ کے جسم یہ پکاری، ماں ہو ترے واری

نوحہ

گوہر بیگم گوہر

دشت بلا میں کس کی لوٹی گئی کمائی کس ماں کی روشنی یہ بیدنیوں نے بجھائی  
 یہ غل ہے رن میں برپا جنگل میں کون اُجڑا جلدی خبر لو جا کے یہ کس کو موت آئی  
 اکبر ہیں کیوں پریشاں عباس بھی ہیں گریاں فوج حسینؑ میں کیوں برپا ہے ایک دہائی  
 ایک شور ہو رہا ہے خیمہ کے در پہ برپا پامال ہو کے رن سے قاسمؑ کی لاش آئی  
 سنتے ہی اس خبر سے رائدوں میں ہے تلاطم سیدانیوں نے مل کے دو لہا کی صف بجھائی  
 پھاڑے ہوئے گریاں ہیں ساتھ شاہ ذیشاں پامال لاش لا کے خیمہ میں ہے لٹائی  
 ایک تہلکہ پڑا ہے مادر کی یہ صدا ہے قاسمؑ کہاں ہے لوگو دیتا نہیں دکھائی  
 میت کے پاس آ کے لے کر کہا بلائیں پردیس کی یہ شادی تم کو نہ راس آئی  
 نوشاہ بن کے آئے دشت و عا سے بیٹا کیسی بہار تم نے مادر کو یہ دکھائی  
 سہرا کہاں ہے واری میں بھی تولوں بلائیں لڑیاں کھلیں ہیں رخ پر مہندی کہاں لگائی  
 تم کو گلے لگا لوں تم پر نثار ہو لوں واری سمجھ گئی میں تاحشر ہے جدائی  
 پالا تھا کن کھوں سے نازوں سے حسرتوں سے محنت غریب ماں کی مٹی میں کیوں ملائی  
 جنگل میں بے سہارا مادر کو تم نے چھوڑا بیٹا میری ریاضت کیوں دل سے ہے بھلائی  
 اے میرے شاہزادے گوہر ہو تم پہ صدقے نام و نشان حسنؑ کے شبیرؑ کے فدائی



نوحہ

گوہر بیگم گوہر (شاگردِ جبر لکھنوی)

جب گل ہوا چراغِ حسن قتل گاہ میں      دنیا سیاہ تھی شہ دیں کی نگاہ میں  
جاتے ہیں رن میں اکبر و عباس اور حسین      لغزش قدم قدم پر ہے سرور کو راہ میں  
مقتل میں ڈھونڈھی جا رہی ہے لاش ہر طرف      ہر سمت کو غل ہے یزیدی سپاہ میں  
پامال رن میں ہو گیا ہے دلبر حسن      سُن کے حسین غش ہوئے ہیں قتل گاہ میں  
کٹڑے ملے ہیں جسم کے کھرام رن میں ہے      اکبر اٹھا کے لارے ہیں خیمہ گاہ میں  
میت کے ساتھ مضطرب و گریاں حسین ہیں      بھائی کے بازو تھامے ہیں عباس راہ میں  
قاسم کی لاش آگئی خیمہ میں شور ہے      چھایا ہوا اندھیرا ہے ماں کی نگاہ میں  
سیدانیوں میں ایک تلاطم ہے حشر ہے      کھرام برپا ہو گیا ہے خیمہ گاہ میں  
پامال لاش دیکھ کے مادر کے بین ہیں      ارمان پورے ہو گئے سب تیرے بیاہ میں  
بچے نے میرے خون کی مہندی لگائی ہے      سہرا بڑھا کے آئے ہو کیا قتل گاہ میں  
دیکھو حسین اکبر و عباس روتے ہیں      ماتم بپا ہے تیرا حسینی سپاہ میں  
گوہر نہ حالِ مادرِ مضطر بیان کر      تاثیر کیا بتاؤں جو تھی ماں کی آہ میں

نوحہ

یوسف آرا بیگم ماہرہ لکھنوی

(بنت چھنگا صاحب حسین لکھنوی)

یہ ماں کہتی تھی رو رو کر اٹھو قاسم اٹھو قاسم

بپا ہے خیمہ میں محشر اٹھو قاسم اٹھو قاسم

کھڑی روتی ہوں میں کب سے خبر تم کو نہیں بیٹا



ترس کھاؤ بس اب مجھ پر اُٹھو قاسم اُٹھو قاسم  
 عوض سہرے کی لڑیوں کے لہو جاری ہے چہرے سے  
 ہزاروں زخم ہیں تن پر اُٹھو قاسم اُٹھو قاسم  
 کوئی مونس ہے اب شہ کا نہ یاد ہے نہ ہمد ہے  
 چلے ہیں رن کو اب سرور اُٹھو قاسم اُٹھو قاسم  
 جسے تم بیاہ لائے ہو اسے اتنا تو بتلا دو  
 کہ بہلائے وہ دل کیونکر اُٹھو قاسم اُٹھو قاسم  
 دلہن جو ہے جھکائے سر بہت ہے اس کا دل مضطر  
 ترس کھاؤ بس اُس پر اُٹھو قاسم اُٹھو قاسم  
 ذرا کچھ منہ سے تو بولو ذرا تم آنکھ تو کھولو  
 برائے خالق اکبر اُٹھو قاسم اُٹھو قاسم  
 حرم سر پیٹتے تھے اور بھی اے ماہرہ اُس دم  
 یہ ماں جب کہتی تھی رو کر اُٹھو قاسم اُٹھو قاسم

نوحہ

یوسف آرا بیگم ماہرہ لکھنوی

(بنت چھنگا صاحب حسین لکھنوی)

مقتل میں آج روح حسن آئی لاش پر      دو لہا کو رونے جبکہ دلہن بھی آئی لاش پر  
 قاسم کی ماں یہ کہتی تھی سر پیٹ پیٹ کر      بیٹا اُٹھو تمہاری دلہن آئی لاش پر  
 اس طرح منہ کو موڑنا لفت سے ہے بعید      دیکھو تو کون اسیر محن آئی لاش پر  
 قاسم دلہن کے حق میں جو کہنا ہے وہ کہو      رنڈ سالہ پہنے مثل کفن آئی لاش پر



بیٹا یہ نیند کیسی ہے سوچکے اٹھو      ناشاد نامراد دلھن آئی لاش پر  
 کیسا یہ انقلاب ہے دیکھو تو اک ذرا      سرکھولے ایک شب کی دلھن آئی لاش پر  
 پوتے علی کے ہو اُسے غم سے رہا کرو      مجروح تن اسیرِ محن آئی لاش پر  
 میں رائڈ ہو گئی میرا وارث ہوا شہید      یہ بین کرتی ہائے دلھن آئی لاش پر  
 دل کی طرح زمیں بھی ملی رن کی ماہرہ  
 جب دخترِ امامِ زمن آئی لاش پر

پنجابی نوحہ

تنویر کڑی باوا

نہ دے فروا تو صداواں قاسم آونڑاں  
 نہ دیکھیاں کرہن راہواں قاسم نیں آونڑاں  
 فروا دیاں روندیاں اکھیاں ہائے چلن ہواواں تنیاں  
 قاسم دے ہونؤں کٹڑے کیوس وکھریاں پھل دیا پیتاں  
 ایچ پتر نہ دے کھن ماواں قاسم نیں آونڑاں  
 فرمایا پاک حسین اے کرو بیبیوں رنج کے ویں اے  
 سرمایا ویر حسن دا فروا دے دل دا چین اے  
 گیا ماریا وچ صحراواں قاسم نیں آونڑاں  
 سہرے دے پھل مرجھائے خیمے میں رنگ بدلے  
 قاسم دی لاش دے کٹڑے جدوں خیمے دے وچ آئے  
 کیتیاں ماتم پھچیاں ماواں قاسم نیں آونڑاں  
 کدی ولاں نوں میں کھولاں کدی پتر دی یاد وچ روٹڑاں



میرے لال دے تھ نہیں لب دے کیوں لپیں میں مہندی گھولاں  
اُدے کیوں شکن مناواں قاسم نہیں آؤ خواں

نوحہ

سیدہ بیگم شکار پوری

ہیں لاشہ قاسم کو شہ جن و بشر لائے      خیمے میں شہادت کی عباس خبر لائے  
تھا بیبیوں میں محشر غش کھا کے گری      ترخوں میں شہ والا شہر کا پسر لائے  
دولہا بنے آئے ہو قتل سے میرے بیٹا      کیا ٹیگ میں بہنوں کو اے نور نظر لائے  
آیا نہ دھیان تم کو بچے ہیں بہت پیاسے      دریا سے نہ پانی تم اے رشک قمر لائے  
خالی ہوا جاتا ہے گھر فاطمہ زہرا کا      فدیہ کے لئے مولاً اپنا بھرا گھر لائے  
عباس بھی اکبر بھی تیار ہیں مرنے کو      مٹی میں ملانے کو یہ لعل و گہر لائے  
کیا دل پہ بنی ہوگی اے سیدہ مادر کے      جب لاشہ قاسم کو شہ خون میں تر لائے

نوحہ

ذکیہ لکھنوی

لاش قاسم پہ مادر پکاری سو چکے بس اٹھو مرے دلبر  
نہند کیسی یہ آج آئی واری سو چکے بس اٹھو مرے دلبر  
جمع شادی کے مہمان ہیں سارے ننگ لینے کھڑے ہیں گے پیارے  
ہے جو بالی سیکنہ تمہاری سو چکے بس اٹھو مرے دلبر  
سب کے دل پر تواند و غم ہے کیسا شادی میں رنج و الم ہے  
دیکھو پھوپھیاں بھی کرتی ہیں زاری سو چکے بس اٹھو مرے دلبر



سارا کنگنا لہو میں بھرا ہے سینہ نیزہ سے سارا چھدا ہے  
 کیا کرے ماں دکھ درد ماری سوچکے بس اٹھو مرے دلبر  
 ہائے کبریا نے رنڈ سالہ پہنا خاک کا ہے لگا منہ پہ چھاپا  
 کہہ رہی ہے گی بانو کی پیاری سوچکے بس اٹھو مرے دلبر  
 بدلے شربت پیا آبِ خنجر کس طرح خاک اُڑاے نہ مادر  
 بھوک میں کھایا نیزہ ہے کاری سوچکے بس اٹھو مرے دلبر  
 نیند کیسی یہ آج آئی بیٹا بے خبر ہو نہیں ہوش اصلا  
 کروٹیں بھی نہیں لیتے واری سوچکے بس اٹھو مرے دلبر  
 بات تو کچھ کرو آکے مجھ سے ماں کا دل ہوتا ہے ٹکڑے ٹکڑے  
 دل پہ چلتی ہے غم کی کٹاری سوچکے بس اٹھو مرے دلبر  
 اب نہیں تاب آگے ذکیہ جب کہ کہتی تھی رورو، وہ دکھیا  
 ماں کرے کس طرح سے نہ زاری سوچکے بس اٹھو مرے دلبر

نوحہ

حکیم مرزا محمد جعفر محمد لکھنوی

اے گل رخ اے رشک چمن اے قاسم گل پیرہن  
 محبوب خاصِ بختن اے قاسم گل پیرہن  
 تم پر درودِ مصطفیٰ تم پر سلامِ مرتضیٰ  
 تسلیم اے ضیغِ گلن اے قاسم گل پیرہن

لختِ دل پاک نبیؐ اے راحتِ روحِ علیؑ  
 جانِ بتولِ ابنِ حسنؑ اے قاسمؑ گلِ پیرہن  
 اے روحِ قلبِ محبتیؑ دلِ بندِ شاہِ کربلا  
 منظورِ آفات و محن اے قاسمؑ گلِ پیرہن  
 اے لعلِ زہرا ذی شرف اے خوش گہرِ دُرِّ نجف  
 اے غیرتِ دُرِّ عدن اے قاسمؑ گلِ پیرہن  
 کم سن تھے اور تشنہِ دہاں کب ہونے پائے تھے جواں  
 قربان اے زیبِ زمنِ قاسمؑ گلِ پیرہن  
 جب جانبِ مقتلِ چلے پھاڑا گریبانِ شاہِ نے  
 گرتا ہوا شکلِ کفن اے قاسمؑ گلِ پیرہن  
 تلوار جب تم سے چلی یاد آگئے ہوئے علیؑ  
 قربان میں اے تیغِ زن اے قاسمؑ گلِ پیرہن  
 تھی کثرتِ اہلِ جفا سیراب و سیرِ اہلِ دغا  
 تم بھوکے اور تشنہِ دہن اے قاسمؑ گلِ پیرہن  
 اس پر بھی کیا ہی جنگ کی ازرق کی کیا چورنگ کی  
 احسن اے ابنِ حسنؑ اے قاسمؑ گلِ پیرہن  
 آخر تنِ تنہا ہو جو لاکھوں پہ در کیوں کر وہ ہو  
 ٹکڑے ہوا نازک بدن اے قاسمؑ گلِ پیرہن  
 طاقت نہ لڑنے کی رہی ملکِ بھا کی راہ لی  
 پیش آیا جنت کا چمن اے قاسمؑ گلِ پیرہن



تم نے پکارا شہ کو جب تھا قلب پر از حد الم  
 روتے چلے شاہ زمن اے قاسم گل پیرہن  
 تھی فوج بھی چھائی ہوئی بدلی تھی اک آئی ہوئی  
 مملو تھا اہل کیں سے رن اے قاسم گل پیرہن  
 بھاگے جو سب ہیں زشت خود دیکھا تمہارے جسم کو  
 زخموں سے تھا رشک چمن اے قاسم گل پیرہن  
 خیمے میں آئی لاش جب کہرام برپا تھا عجب  
 تڑپیں بہت ماں اور دلہن اے قاسم گل پیرہن  
 تھے نزاع کی حالت میں تم ہوش و ہواس شہ تھے گم  
 سر پر گرا کوہ محن اے قاسم گل پیرہن  
 بہرِ تحم اب دعا فرماؤ اے بحرِ عطا  
 لطف اس پہ ہو سزا و عطا اے قاسم گل پیرہن

نوحہ

میر سید علی شائق دہلوی

کہتی تھی قاسم کی ماں، اب نہیں جینے کی میں  
 نازوں کا پالا میرا، گیسوؤں والا میرا  
 کس پہ ہمیں چھوڑ کر، چل دیئے منہ موڑ کر  
 اے مرے غنچہ دہن، راحت جانِ حسن  
 مجھ سے ہی روشن تھا گھر، تجھ سے ہی گلشن تھا گھر  
 مر گیا بیٹا جواں، اب نہیں جینے کی میں  
 غم ہوا کھا کر سناں، اب نہیں جینے کی میں  
 ماں تمہیں ڈھونڈے کہاں، اب نہیں جینے کی میں  
 قتل ہوا تشنہ دہاں، اب نہیں جینے کی میں  
 اب ہے خزاں بوستاں، اب نہیں جینے کی میں



تو ہوا اُسل اُدھر، دل ہوا ٹکڑے اُدھر  
 روتے ہیں سب طربی، پھوڑتی ہے سرچچی  
 غم میں تیرے خوش سیر، روتی ہوں شام و سحر  
 سینہ و سر پیٹ کر، بولی دُلہن نوحہ گر  
 کیسی یہ شادی رچی، غم ہے بجائے خوشی  
 پھول یہ سہرے کے بھی، رنگ نہ بدلے ابھی  
 مہندی نہ اب تک چھٹی، جان پہ جو آہنی  
 حیف کہ شب کی دُلہن، اُس پہ یہ رنج و محن  
 مر کے نہ پایا کفن، ٹکڑے ہوا ٹکڑا سا تن  
 آگئی ہونٹوں پہ جاں، اب نہیں جینے کی میں  
 حشر ہے گھر میں عیاں، اب نہیں جینے کی میں  
 کر دیئے دریا رَوّاں، اب نہیں جینے کی میں  
 چھپ گئے دو لہا کہاں، اب نہیں جینے کی میں  
 زندگی ہے رازِ گاہاں، اب نہیں جینے کی میں  
 تم گئے سوئے جٹاں، اب نہیں جینے کی میں  
 خوں میں نہائے یہاں، اب نہیں جینے کی میں  
 غم کا گرے آسماں، اب نہیں جینے کی میں  
 کیا کروں میں بے زباں اب نہیں جینے کی میں

پھٹتا تھا شائقِ جگر، آہ دُلہن نوحہ گر

کرتی تھی جب یوں بیاں، اب نہیں جینے کی میں

نوحہ

اکمل شہیدی لکھنوی

قاسم کو تصور میں ماں دو لہا بھاتی ہے  
 چین آیا نہیں جس دمِ فرقت میں کسی پہلو  
 اک شب کا جو دو لہا تھا وہ قتل ہوا ہے  
 فرقت میں تڑپتا ہے دل ماں کا جو قاسم کی  
 بیٹے کی شہادت کا یاد آتا ہے منظر جب  
 جب رات کی تاریکی چھاتی ہے زمانے پر  
 مہندی بھی لگاتی ہے پوشاک پہناتی ہے  
 پھول اشکوں کے چُن چُن کے پھر سہرا بھاتی ہے  
 رو رو کے یہی نوحہ ماں سب کو سناتی ہے  
 گھبرا کے وہ کبرا کو سینے سے لگاتی ہے  
 ماں اشکِ غمِ حسرت آنکھوں سے بھاتی ہے  
 یادِ غمِ قاسم کی ماں شمع جلاتی ہے

یاد آتی ہے قاسم کی پامالی میت جب

ماں خونِ جگر اکمل آنکھوں سے بھاتی ہے



نوحہ

فرحت کاظمی (زوجہ مولانا طاہر جرولی)

رو کے کہتی تھی ماں ہائے قاسم مرے      تم کو ڈھونڈوں کہاں ہائے قاسم مرے  
دردِ فرقت سے تیرے مرے ماہ رو      میرا دل ہے تپاں ہائے قاسم مرے  
پیاس میں تین دن کی لڑے خوب تم      میرے تشنہ دہاں ہائے قاسم مرے  
زخم اتنے ہیں گہرے لگے جسم پر      خوں ہے اب تک رواں ہائے قاسم مرے  
آنکھ تو کھول کر دیکھو ماں کی طرف      اے مرے نیم جاں ہائے قاسم مرے  
رور ہے ہیں تمہارے سر ہانے کھڑے      بادشاہ جہاں ہائے قاسم مرے  
درد ہے کس جگہ اے مرے مہ لقا      کچھ کرو تو بیاں ہائے قاسم مرے  
جسم نازک پہ ہے لگے کس قدر      زخم تیر و سناں ہائے قاسم مرے  
موت آئے گی تم کو مرے سامنے      یہ نہیں تھا گماں ہائے قاسم مرے  
تم تو بیٹا گئے سوئے خلدِ بریں      اور زندہ ہے ماں ہائے قاسم مرے  
اپنی ماں کو بھی دلبر بلا لو وہیں      تم گئے ہو جہاں ہائے قاسم مرے  
لاش بھی آہ پامال رن میں ہوئی      تم پہ قربان ماں ہائے قاسم مرے  
دل کو بھی ہوسکوں رنج و غم سے چھٹوں      جو نکل جائے جاں ہائے قاسم مرے  
دے نہیں سکتی غسل و کفن بھی تمہیں      ہے یہ نادار ماں ہائے قاسم مرے  
اُٹھو امداد کو شام جاتی ہے اب      قید ہو کر یہ ماں ہائے قاسم مرے

خیمہ میں حشر ہوتا تھا فرحت بپا

جب یہ کہتی تھی ماں ہائے قاسم مرے



نوحہ

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

پکاری یہ قاسم کی میت پہ ماں تجھے رونے کو لال جاؤں کہاں  
زمیں سخت ہے دور ہے آسمان جلے خیموں سے اٹھ رہا ہے دھواں  
مرے صف شکن اے میرے بے وطن

جناں کو گئے تم تو اے نونہال نہ سوچا کہ کیا ہوگا ماں کو ملال  
بہت سوچے اب اٹھو میرے لال ذرا دیکھ لو اٹھ کے ماں کا بھی حال  
مرے صف شکن اے میرے بے وطن

مرے کم سخن تجھ پہ ماں ہو نثار ہوا موت سے تجھ کو بچپن میں پیار  
تھے کس درجہ سبط نبی بے قرار تو یاد پدر میں تھا جب اشک بار  
مرے صف شکن اے میرے بے وطن

صدارن سے دی تو نے جب شاہ کو فلک نے سنا شاہ کی آہ کو  
بہت رنج تھا شاہ ذی جاہ کو اٹھا لائے رن سے مرے ماہ کو  
مرے صف شکن اے میرے بے وطن

گئے شاہ دیں جب تری لاش پر ترا خوں بھرا سہرا آیا نظر  
تھا ٹاپوں سے تن، چور سب سر بسر تڑپنے لگے لاش کو دیکھ کر  
مرے صف شکن اے میرے بے وطن

مرے لال ماں ہے اسیرِ محن ہے مجبور دے تجھ کو کیونکر کفن  
ہے بے گور اب تک تو جانِ حسن یہ تپتی زمیں اور یہ نازک بدن  
مرے صف شکن اے میرے بے وطن



جیئے گی ترے ہجر میں کیسے ماں سوئے شام جاتا ہے اب کارواں  
ترے غم میں آنکھیں ہوئیں خوں نشاں تھی اختر یہ قاسم کی ماں کی فغاں  
مرے صف شکن اے میرے بے وطن

نوحہ

انیس پہر سری

قاسم کی ماں پکاری، جاؤ سدھارو قاسم تیار ہے سواری، جاؤ سدھارو قاسم  
کبر اور ورہی ہے، جاں اپنی کھورہی ہے اس کی سنو نہ زاری، جاؤ سدھارو قاسم  
اک رات کی دلہن کو کم ہے جو کچھ محن ہو کرنے دو اشکباری، جاؤ سدھارو قاسم  
جاؤ جہاد کرنے، راہ خدا میں مرنے مادر ہو تم پہ واری، جاؤ سدھارو قاسم  
کر کے جہاد آؤ، اور اپنا گھر بساؤ یہ ہے دعا ہماری، جاؤ سدھارو قاسم  
ماں بھائی اور دلہن کا، کھاؤ نہ غم زمن کا سوچو نہ کچھ ہماری، جاؤ سدھارو قاسم  
خوش ہوں گی جب میں دلبر، تاحشر مثلِ خیبر یہ رن ہو یاد گاری، جاؤ سدھارو قاسم  
یا وحسن میں دلبر، ہے قلب کتنا مضطر پوچھو نہ بیقراری، جاؤ سدھارو قاسم  
ہوتی ہے دیر تم کو، سب بیبیوں میں ہم کو ہوتی ہے شرمساری، جاؤ سدھارو قاسم  
نصرت کو جاؤ، دلبر تم ہو انیس سرور دکھلاؤ جاں نثاری، جاؤ سدھارو قاسم

غیر حیدر آبادی

اے غنچہ دہن یکس دولہا اے سیم بدن یکس دولہا  
مجرے کے لیے آئی ہے اٹھو ناشاد دلہن یکس دولہا

دنیا سے نئی یہ شادی ہے دونوں کے لیے بربادی ہے  
شبیر کی بیٹی رائڈ دلہن اور ابنِ حسن یکس دولہا



جاؤ شہ دیں کے پاس اُٹھو آتے ہیں مجھے دسواں اُٹھو  
 سب روتے ہیں تم کو کہہ کہہ کر بے گور و کفن بیکس دولہا  
 ہے خوف مجھے ناراض نہ ہو مرضی ہے تمہاری کیا بولو  
 میں ہاتھ میں اب کنگنا رکھوں یا رکھوں رسن بیکس دولہا  
 سب کہتے ہیں اب مجھ کو بیوہ بتلاؤ مجھے یہ بات ہے کیا  
 یہ لوگ مجھ ہی کو کہتے تھے کل شب کی دلہن بیکس دولہا  
 ہمنام ہوں میں بھی دادی کی ہے تم کو قسم اس شادی کی  
 بنوا دو مجھے بھی رونے کو اک بیت حزن بیکس دولہا  
 تھا مجھ کو تمہارے گھر چلنا لازم تھا تمہیں مل کر چلنا  
 رستے ہی میں مجھ کو چھوڑ گئے ہے دور وطن بیکس دولہا  
 یہ بے خبری مجھ سے قاسم چھلتے ہیں میرے پہنچے قاسم  
 کھولو کہ ابھی جاتی ہے کنگن میں رسن بیکس دولہا  
 دنیا میں غیور ایسا اصلاً انسان نہیں ماتم دیکھا  
 لاشے پہ بنے کے کہتی تھی رورو کے دلہن بے کس دولہا

میر مانوٹس لکھنوی (میر انیس کے نواسے)

آ کے خیمے میں فضہ پکاری، لاش قاسم کی لاتے ہیں سرور  
 جلدی مسند بچھاؤ میں واری، لاش قاسم کی لاتے ہیں سرور  
 خون میں تر جامہ و پیر ہن ہے چور ٹاپوں سے سارا بدن ہے  
 جسم نازک پہ ہیں زخم کاری، لاش قاسم کی لاتے ہیں سرور



ساتھ چھوڑا شہ بے وطن کا، مٹ گیا نام ہے ہے حسن کا  
 بیبواب کرو آہ و زاری، لاش قاسم کی لاتے ہیں سرور  
 چھپنے والے جو ہیں کرلیں پردہ، کوئی دن میں اب آتا ہے دولہا  
 ہے قریں اب بنے کی سواری، لاش قاسم کی لاتے ہیں سرور  
 ایسے جینے سے مرنا تھا اچھا، ہائے کیوں میں نے یہ حال دیکھا  
 خاک ہے زندگی پر ہماری، لاش قاسم کی لاتے ہیں سرور  
 حق نہ دشمن کو یہ غم دکھائے، کوئی نوشاہ یوں گھر نہ آئے  
 سر کو پیٹے گی ماں غم کی ماری، لاش قاسم کی لاتے ہیں سرور  
 کس گھڑی سے یہ شادی رچائی، پھول کھلتے ہی موت اُن کو آئی  
 ٹکڑے ٹکڑے ہے سہرا بہاری، لاش قاسم کی لاتے ہیں سرور  
 ماتمی صف پہ لا کر بٹھاؤ، بال بکھرا دو افشاں چھڑاؤ  
 لاؤ جلدی دلہن کو میں واری، لاش قاسم کی لاتے ہیں سرور  
 حال مانوس اب کیا سنائے، جب تلک شاہ میت نہ لائے  
 غل رہا یہ بصد آہ و زاری، لاش قاسم کی لاتے ہیں سرور

### ارتضیٰ جو نیپوری

سہرا لکھنا تھا پہ لکھا تیرا نوحہ قاسم  
 رو کے مقتل میں پکارے شہ والا قاسم  
 کر کے رخصت بڑی حسرت سے یہ مادر نے کہا  
 جاؤ اللہ نگہبان تمھارا قاسم



تھام کے اپنی کمر بولے یہ سرورِ رن میں  
 ڈھونڈتا ہوں ترا بکھرا ہوا لاشہ قاسم  
 مرنہ جائے کہیں اک شب کی بیاہی دلہن  
 دیکھ کے خون میں ڈوبا تیرا کنگنا قاسم  
 خیمہ شاہ میں کھرام اٹھے گا اُس دم  
 نیک مہندی کا جو مانگے گی سکیئہ قاسم  
 چوڑیاں توڑ کے لاشے پہ یہ کبریٰ نے کہا  
 کاش مرجاتی تیرے ساتھ یہ دکھیا قاسم  
 چوم کر لاشہ قاسم یہ کہا مادر نے  
 سرخ رُو کر دیا تم نے مجھے بیٹا قاسم  
 اشک آنکھوں سے نہیں غم میں ترے خوں ہے رواں  
 ہر کلی سہرے کی پڑھتی ہے یہ نوحہ قاسم  
 ہاے کس دل سے کہوں ارضیٰ پھٹتا ہے جگر  
 بس یہی ہے تیرا نوحہ تیرا سہرا قاسم



باب ۹.....

## مہندی در حال حضرت قاسمؑ

شیخ قلندر بخش جرأت دہلوی

ہائے تقدیر نے یہ کیسی دکھائی مہندی  
لوہو سے ابنِ حسنؑ نے جو رچائی مہندی  
مرگ نے کر کے سلام اُس کو لگائی مہندی  
ساتھ لوہو سے براتی بھرے لائے مہندی  
بنے قاسمؑ کی عجب رنگ سے آئی مہندی  
پٹی ہیں سینہ و سر سہنیں کھڑیاں ہے ہے  
ہے کہاں عطر کہاں پھولوں کی چھڑیاں ہے ہے  
جو براتی موے لاشیں نہیں گڑیاں ہے ہے  
بوندیں سب لوہو کی کپڑوں پر ہیں پڑیاں ہے ہے  
بنے قاسمؑ کی عجب رنگ سے آئی مہندی

شمعیں روشن ہیں وہاں دل جو ہیں سب کے سوزاں  
اور شہنائی کی حالت پہ ہے فریاد و فغاں



زخم ہر ایک کے تن پر عوضِ گل ہے عیاں  
سب ملک کہتے فلک پر ہیں یہ افسوس کناں  
بنے قاسم کی عجب رنگ سے آئی مہندی

لاتے ہیں کھاٹ کھٹولوں پہ جو لاشوں کو دھرے  
وا درینا سو وہی تخت ہیں آرائش کے  
جب بنی کہتی کہ کیا تجھ پہ بنی ہائے بنے  
لال لوہو سے رنگا جوڑا ہے دولہا کے گلے  
بنے قاسم کی عجب رنگ سے آئی مہندی

نقل و شربت کو ہو پھر کیونکہ نہ واں حیرانی  
تین دن ہیں کہ جہاں بند ہوا دانہ پانی  
اشک خونی کی ہر اک چشم سے ہے طغیانی  
ہر براتی کی لہو سے ہے بھری پیشانی  
بنے قاسم کی عجب رنگ سے آئی مہندی

چاہ دولہا کو جو تھا رہ گیا من میں من کا  
اور سر زانوئے غم سے نہ اٹھا دلہن کا  
پیاس سے خشک دہن ہوئے تو ہر سدھن کا  
چشم پُر خون ہے بنے شیون کا  
بنے قاسم کی عجب رنگ سے آئی مہندی

آہ سینے سے ہر اک کھینچے ہے یوں آتش بار  
چھوٹے خانہ شادی میں ہوں جیسے کہ انار ۔



لوگ جو آئے ہیں ہمراہ سو ہیں ماتم دار  
 زخموں کی چلی آتی ہے پس و پیش قطار  
 بنے قاسم کی عجب رنگ سے آئی مہندی

نگ لینے کو جو بیٹھی ہے سکیئہ نادان  
 دیکھے ہے رو رو کے شکل اس بچی کی اماں جان  
 سر پہ دھراپے قضا موت کے لائی ہے خوان  
 اور پڑتی ہے نظر جس پہ سو ہے لوہو لہان  
 بنے قاسم کی عجب رنگ سے آئی مہندی

ابھی جوڑا نہیں دلہن کو پنھایا ہے ہے  
 کہ رنڈاپے کا پیام اُس کو بس آیا ہے ہے  
 یہ قضا نے جو اُسے رنگ دکھایا ہے ہے  
 بانٹو سر پیٹ کے کہتی ہے خدایا ہے ہے  
 بنے قاسم کی عجب رنگ سے آئی مہندی

گھر میں شادی ہے کہ ماتم نہیں معلوم اے وائے  
 پیاس ہے چاٹتے ہیں ہونٹوں کو معصوم اے وائے  
 چار سو خیمے کے خوزیزی ہے اور معصوم اے وائے  
 خاک اڑا کر کہے ہیں زنبٹ و کلثوم اے وائے  
 بنے قاسم کی عجب رنگ سے آئی مہندی

آگے جرات مجھے کہنے کی نہیں تاب و تواں  
 کیا حنا بندئی قاسم کا کروں اور بیاں

صورت رنگ ہوا خون کا دریا تھا رواں  
 ہاتھ مل مل کے سبھی کہتے ہیں یہ خُرد و کلاں  
 بنے قاسم کی عجب رنگ سے آئی مہندی  
 عرض یہ قاسم نوشہ کی ہے خدمت میں ندام  
 نورِ چشمِ حسنؑ اب پائے بصارت یہ غلام  
 اور کونین میں مقبول مرا ہوئے کلام  
 روئے اس مصرعہؑ جاں سوز کو سُن خلق دُمام  
 بنے قاسم کی عجب رنگ سے آئی مہندی

### احسان علی احسان لکھنوی

رن میں بیوہ حسنؑ کی پکاری میرے قاسم کی آتی ہے مہندی  
 آج کے دن کے میں جاؤں واری میرے قاسم کی آتی ہے مہندی  
 یہ سنا کر وہ آلِ عباؑ کو لگی تسلیم کرنے خدا کو  
 پھر کہا یوں ہر اک اقربا سے میرے قاسم کی آتی ہے مہندی  
 سوتے کیوں ہو براتی جگاؤ شادیاں شتابی بجائو  
 پردے خیمے کے جلدی اٹھاؤ میرے قاسم کی آتی ہے مہندی  
 اک منڈھا صحن میں جا لگاؤ چوکی پھر نیچے اس کے بچھاؤ  
 گھر میں صندل کے چھاپے لگاؤ میرے قاسم کی آتی ہے مہندی  
 فرش بچھو کے مہندی سنوارو میرے نوشہ اوپر پھول دارو  
 سمنیں آکے بیڑے اُتارو میرے قاسم کی آتی ہے مہندی



میں پیسبر کے پیالے بھروں گی شمعیں مشکل کشا کی دھروں گی  
 بی بی زہرا کی صحنک کروں گی میرے قاسم کی آتی ہے مہندی  
 میرے پیارے کی مہندی کو دیکھو کم سخن ہے گایہ اور کم گو  
 آج کیا نیگ لینے کھڑی ہو میرے قاسم کی آتی ہے مہندی  
 میں نے گودی تھا اس کو کھلایا میں نے تھا دودھ اس کو پلایا  
 آج قسمت نے یہ دن دکھایا میرے قاسم کی آتی ہے مہندی  
 اس کی غربت پہ سب صدقے جاؤ میرے پیارے کے کنگنا بندھاؤ  
 آج مہمان سب میرے آؤ میرے قاسم کی آتی ہے مہندی  
 بیسیو کیا ہے شادی تمہاری پہنچی آسمدھنوں کی سواری  
 جلدی شربت کی کر لو تیاری میرے قاسم کی آتی ہے مہندی  
 سن کے ہر بی بی بے حال و مضطرب بولی رورو کے قاسم کی مادر  
 شاد پچھرتی ہو کیا تم یہ گھر گھر میرے قاسم کی آتی ہے مہندی  
 بیاہ یہ اُس بنی کا رچا ہے بیٹھا شرب میں جس کا چچا ہے  
 تم نے گھر میں سبھوں سے کہا ہے میرے قاسم کی آتی ہے مہندی  
 پیاس دولہا کی پہلے بجھاؤ بیسیو تھوڑا شربت پلاؤ  
 تم ابھی یہ نہ سب کو سناؤ میرے قاسم کی آتی ہے مہندی  
 تم تو شادی کی باتیں کرو گی نیگ مہندی لگانے کا دو گی  
 بات یہ دم بدم تم کہو گی میرے قاسم کی آتی ہے مہندی  
 نیگ مانگے گی جو اس کی سالی کیا کہو گی کہ ہے بھولی بھالی  
 کہتی ہو تم کہ ہوں ہاتھ خالی میرے قاسم کی آتی ہے مہندی



بین کرتا تھا یہ کنبہ سارا مرنے اتنے میں قاسم سدھارا  
 پھر یہ اُس جا کسی نے پکارا میرے قاسم کی آتی ہے مہندی  
 آگے احسان کیا میں سناؤں رونا ان بیبیوں کا بتاؤں  
 کہتی تھی ماں یہ کیونکر سناؤں میرے قاسم کی آتی ہے مہندی

مرزا پناہ علی افسردہ

کر کے تسلیم سیکھ جوں ہی لائی مہندی  
 بولی قاسم سے لگا یہ مرے بھائی مہندی  
 بھائی شادی یہ مبارک ہو تمہیں دنیا میں  
 مجھ کو خالق نے تمہاری یہ دکھائی مہندی  
 ایک دن ہوگا کہ اکبر کی بھی مہندی آوے  
 دیکھ لے اس کی بہن گود کھلائی مہندی  
 ہاتھ اب لاؤ ادھر مہندی لگاؤں تم کو  
 تب کہوں نیگ دو میں نے ہے لگائی مہندی  
 سر جھکاؤ میں ذرا پھولوں کا سہرا باندھوں  
 دست و پا تک جو کہیں پاوے رضائی مہندی  
 نام اس دولہا نے جب سہرا و شادی کا سنا  
 پوچھا اے بہنا یہ کس کی ہے لگائی مہندی  
 کون دولہا ہے بنا کون دلہن آج بنی  
 بیاہ کس کا ہے یہ اب کس کی ہے آئی مہندی



خون کی بو مجھے اس میں سے چلی آتی ہے  
 کل جو کچھ ہوگی وہ دیکھے گی خدائی مہندی  
 باندھنا پھولوں کا سہرا یہ میری تربت پر  
 واسطے میرے قضا نے یہ منگائی مہندی  
 اے بہن آئیو کل لاش پہ میری بن میں  
 میں دکھاؤں گا یہ ہاتھوں میں رچائی مہندی  
 بیبیاں کہنے لگیں کہتا ہے کیا بات بنے  
 کر لو منظور بہن چاہ سے لائی مہندی  
 ہاتھ پھیلا کے ادھر تب وہ بنا رونے لگا  
 سب نے پھر گوند کے اشکوں سے رچائی مہندی  
 تب تو مہندی نے اسے رنگِ شہادت بخشا  
 صبح کو کر گئی ہاتھوں کی صفائی مہندی  
 سر کٹی لاش تھی اور ٹکڑے پڑا تھا سہرا  
 دست و پا ایسے ہی مارے کہ چھڑائی مہندی  
 ہاتھ مل مل کے جو اپنے پہ بنے کی وہ بنی  
 روتی تھی ہائے مجھے راس نہ آئی مہندی  
 بولی قاسم کی اماں اے مرے نوشہ فرزند  
 تو نے فردوس میں دادی کو دکھائی مہندی  
 کس کو طاقت ہے جو افسردہ کرے اُس کا بیاں  
 کر گئی دولہا دلہن میں وہ جدائی مہندی



## ناظم لکھنوی

جس گھڑی قاسم نوشاہ کی آئی مہندی  
 بی بیاں بولیں مبارک ہو تمہیں اے قاسم  
 ماہن پھوپیاں یہی کہتی تھیں خوش ہو کے بھی  
 بولی زینب کہ اے قاسم بنے تم کیوں ہو اداس  
 اور سیکنہ یہی کہتی تھی لگا لو بھائی  
 آج بن نیگ لیے تم سے میں رہنے کی نہیں  
 بولا قاسم کہ یہ مہندی نہ لگاؤں گا میں  
 یہ حنا تجھ کو لگاؤ نہ تم اے میری بہن  
 الغرض مہندی تھی اس دھوم سے آئی اس جا  
 فخر جان اپنا سمجھ اور سعادت اپنی  
 ہائے کیا خس کس گھڑی مہندی لگی تھی اس کو  
 ہے غضب آن کے اس دم یہ قضا کہنے لگی  
 تیغ کیس سے کٹیں گے کل تو یہ قاسم کے ہاتھ  
 ہے غضب مہندی کی شب دم میں قضا نے یارو  
 چھوڑ کر اپنی بنی، بڑے نے ہے ہے افسوس  
 ساتھ مہندی کے جو تھے تخت وہ آرائش کے  
 جوڑا اور سہرا ہوا دلہا کا ٹکڑے ٹکڑے  
 بہتا تھا قتل کے میداں میں جو دریا خوں کا

کر سلام اُس کو سیکنہ نے لگائی مہندی  
 ہے لگاتی تمہیں شبیر کی جانی مہندی  
 حق نے قاسم بنے کی ہم کو دکھائی مہندی  
 ہے لگانے تمہیں یہ سالی ہے آئی مہندی  
 آپ کوڑ سے یہ تھی میں نے گندھائی مہندی  
 اپنے ہاتھوں سے یہ ہے میں نے بنائی مہندی  
 لاوے گی میری تمہاری جدائی مہندی  
 کل مع ہاتھوں کٹاؤے گی کلائی مہندی  
 آئی وہاں دیکھنے کو ساری خدائی مہندی  
 اپنے سر پر تھی فرشتوں نے اٹھائی مہندی  
 جو وہ قاسم بنے کو راس نہ آئی مہندی  
 تجھ کو قاسم بنے کے ہاتھوں کی بھائی مہندی  
 آج کیوں ہاتھوں میں قاسم نے لگائی مہندی  
 اس کے ہاتھوں کی وہ سب خوں میں ڈبائی مہندی  
 رن میں تیغوں سے ہاتھوں کی چھڑائی مہندی  
 سو فضا نے مع گلزار لٹائی مہندی  
 خاک میں ہاتھوں کی سب اس کی ملائی مہندی  
 آن کر اس میں وہ قاسم نے سرائی مہندی



دست و پا مہندی کے بدلے لہو سے بھر بھر کے جا کے فردوس میں بابا کو دکھائی مہندی  
 روتی تھی مادرِ قاسم یہ بیاں کر کر کے کر گئی ہائے مرے گھر میں صفائی مہندی  
 اور دُلہن کہتی تھی سر پیٹ کے کیا ظلم ہوا ہوئے مبارک نہ مجھے حق کی دہائی مہندی  
 ایسی مہندی تو اے ناظم نہ کسی کے بھی لگی  
 جیسی قاسم نے تھی ہاتھوں میں لگائی مہندی  
 دلگیر لکھنوی

اُس کو مجرا جو کہتی تھی رو کر مہندی آتی ہے قاسم بنے کی  
 یعنی کہتی تھی دو لہا کی مادر مہندی آتی ہے قاسم بنے کی  
 مہندی لاتی ہے دو لہا کی سالی ہے وہ حضرت کے ہاتھوں کی پالی  
 ایک خیمہ کرو جلدی خالی مہندی آتی ہے قاسم بنے کی  
 صحن میں جا کے مسند بچھاؤ اور مسند پہ چوکی لگاؤ  
 میرے بیٹے کورن سے بلاؤ مہندی آتی ہے قاسم بنے کی  
 ماں کو باقر کی کوئی بلا لو کہہ دو ارمان آ کر نکالو  
 سر پہ بھائی کے آنچل تو ڈالو مہندی آتی ہے قاسم بنے کی  
 گھر میں پانی نہیں اک ذرا ہے لوگو شربت کی تدبیر کیا ہے  
 مجھ کو اندیشہ اب یہ بڑا ہے مہندی آتی ہے قاسم بنے کی  
 کیا میں اُن سب کے آگے گھروں کی کیا سیافیت میں اُن کی کروں گی  
 میں تو غیرت کے مارے مروں گی مہندی آتی ہے قاسم بنے کی  
 کوئی کہنے لگی روتی ہو کیا تم نکالو کچھ ارمان دل کا  
 حق نے ہے دن یہ تم کو دکھایا مہندی آتی ہے قاسم بنے کی



غش سے تنے میں عابد جو چوڑکا پوچھا اُن سب سے غل ہے یہ کیسا  
 ماں یہ دولہا کی بولی بیٹا مہندی آتی ہے قاسم بنے کی  
 ہائے دلگیر کیا وہ گھڑی تھی کوئی بیٹھی تھی کوئی کھڑی تھی  
 دھوم خیمہ میں شہ کے پڑی تھی مہندی آتی ہے قاسم بنے کی

## میرا نیس

خیمہ ابن حسن میں ہے جو آئی مہندی  
 پیاری دختر شہ یکس کی ہے لائی مہندی  
 رو دیئے ابن حسن سوچ کے کچھ اپنا حال  
 جس گھڑی قاسم نوشہ کے لگائی مہندی  
 ہنس کے یہ مادرِ قاسم نے کہا زینب سے  
 لال کی مجھ کو خدا نے ہے دکھائی مہندی  
 سہرا باندھے ہوئے میدان میں وہ قتل ہوا  
 بیاہ کی ہائے اُسے راس نہ آئی مہندی  
 درِ خیمہ پہ کھڑی کہتی تھی فطہ سب سے  
 دیکھ لو قاسم نوشاہ کی ہے آئی مہندی  
 بدلے شربت کے پیا دولہا نے آبِ خنجر  
 خون میں قاسم نوشہ کے نہائی مہندی  
 سبز تھی سُرخ ہوئی ہاتھ میں قاسم کے انیس  
 خوش ہوئی ایسی کہ پھولی نہ سائی مہندی



## مرزا محمد رضا برق لکھنوی (شاگردِ ناسخ)

دیکھو نیرنگی چرخ کہن کی مہندی آتی ہے ابنِ حسنؑ کی  
 شادی ہوتی ہے اک بے وطن کی مہندی آتی ہے ابنِ حسنؑ کی  
 جس کا جدِ شاہ کون و مکان ہو آج سوکھی اسی کی زبان ہو  
 دیکھو حالت تو تشنہ دہن کی مہندی آتی ہے ابنِ حسنؑ کی  
 آگ سے شہ کا خیمہ جلے گا اُم فروہ سے قاسمؑ چھٹے گا  
 ہوگی محتاج میت کفن کی مہندی آتی ہے ابنِ حسنؑ کی  
 آکے مسند پہ بیٹھا ہے دولہا عقد پڑھتے ہیں خود شاہ والا  
 کہتی ہے ماں یہ اس گلبدن کی مہندی آتی ہے ابنِ حسنؑ کی  
 غش پہ غش آ رہا ہے بہن کو شاہ دیں رو رہے ہیں حسنؑ کو  
 باقی قوت نہیں ہے سخن کی مہندی آتی ہے ابنِ حسنؑ کی  
 کہہ رہی ہے یہ ماں آؤ لوگو میرا قاسمؑ بنا دولہا دیکھو  
 آخری ہے بہار اس چمن کی مہندی آتی ہے ابنِ حسنؑ کی  
 برق کیونکر کریں ہم نہ زاری کیوں نہ ابتر ہو حالت ہماری  
 آئی گردش میں قسمتِ دلہن کی مہندی آتی ہے ابنِ حسنؑ کی  
 سید علی حسین آزاد لکھنوی (شاگردِ ناسخ)

اجل نے تھامی ہے جس کی کلائی اس کی مہندی ہے  
 جس کو شادی نہ اپنی راس آئی اس کی مہندی ہے

حسن کا لختِ دل ہے اور روح جانِ حیدرؑ ہے  
 اجل جس کو وطن سے کھینچ لائی اس کی مہندی ہے



براتی جتنے ہیں وہ قتل ہو جائیں گے سب پیاسے  
 کہ جس کے گھر کی کل ہوگی صفائی اُس کی مہندی ہے  
 بنی شب کو بنے گی صبح کو رنڈ سالہ پہنے گی  
 بندھے گی جس کی رسی میں کلائی اس کی مہندی ہے  
 حسن کا لعل ہے چودہ برس کی عمر جس کی ہے  
 جوانی جس کی پوری بھی نہ آئی اس کی مہندی ہے  
 پلاتا کون شربت دولھا تھا دو روز سے پیاسا  
 ہو جس نے بوند پانی بھی نہ پائی اس کی مہندی ہے  
 وطن سے ساتھ سر اپنا کٹانے ساتھ آیا ہے  
 دل و جان سے جو ہے شہ کا فدائی اس کی مہندی ہے  
 چچا پر صدقے ہونے ساتھ جو آیا مدینہ سے  
 یہ بستی جس نے جنگل میں بسائی اس کی مہندی ہے  
 جو کوئی دوست پوچھے گا تو اے آزاد کہہ دوں گا  
 نہ جس کی مقدر نے بھلائی اس کی مہندی ہے

### میرِ نفیس

عزیزوں آج کی شب قاسم بے سر کی مہندی ہے  
 ہوا جو قتل دولھا رن میں، اُس مضطر کی مہندی ہے  
 ملا شربت کے بدلے، جس کو اک قطرہ نہ پانی کا  
 یہ اُس پیاسے کی مہندی ہے، یہ اُس بے پر کی مہندی ہے



ہوئی پامال جس کی لاش ، صبح عقد گھوڑوں سے  
 محرم میں یہ اُس لختِ دلِ شبر کی مہندی ہے  
 ہوئی بچپن میں کبرِ راٹھ ، عاشورِ محرم کو  
 اڑاؤ خاک دامادِ شہر بے سر کی مہندی ہے  
 صدا قبرِ حسن سے آرہی ہے ، ہائے قاسم کی  
 جہاں میں سیدِ مسموم کے دلبر کی مہندی ہے  
 نہ شادی کی ملی لذت ، جسے دنیا میں اک دن بھی  
 یہ اُس مقتول کی ، اُس بے کس و مضطر کی مہندی ہے  
 کٹایا جس نے سرِ راہِ خدا میں ، صبح شادی کے  
 یہ اُس غازی کی مہندی ہے ، یہ اُس صفدر کی مہندی ہے  
 حرم میں لاش جس کی دشت سے سہرا بندھی آئی  
 یہ آج ایک ایک گھر میں ، اس مہِ انور کی مہندی ہے  
 نفیس آنکھوں سے خونِ دل بہا ، دولہا کے ماتم میں  
 شہیدِ ظلم ، ابنِ حضرتِ شبر کی مہندی ہے

### علی میاں کا تلّ

آج مہندی ہے جگر بندِ حسن کی مومنو  
 آئیں گی دولہا کے گھر بہنیں دلہن کی مومنو  
 دشمنانِ دیں کا زغہ ہے دلہن کے باپ پر  
 کس زمانے میں ہے شادی بے وطن کی مومنو



قطعہ دولہا کے لیے ہوتا ہے جوڑا بیاہ کا  
 شکل پھرتی ہے نگاہوں میں کفن کی مومنو  
 آئے گا خلعت کہاں سے جائے گی کیونکر برات  
 ماں ہے غمگین قاسم گل پیرہن کی مومنو  
 عقد تاریخ دہم کی شب کو پایا ہے قرار  
 دھوم ہے دامادی ابنِ حسن کی مومنو  
 زینب دلیگیر لڑکی کو بنائیں گی عروس  
 ماں بھریں گی مانگ صندل سے دلہن کی مومنو  
 آہ اُن آفت نصیبوں کو نہ تھی اس کی خبر  
 شمع گل ہو جائے گی اس انجن کی مومنو  
 آہ عاشورے کو کھلا جائیں گے زہرا کے پھول  
 یہ ہوا بدلے گی دنیا کے چمن کی مومنو  
 رات کو باندھیں گے سہرا جن کے سر پر بیاہ کا  
 صبح کو لاش آئے گی اُس سیمتن کی مومنو  
 چوڑیاں توڑے گی لاشے پر بنے کے بد نصیب  
 آہ یوں تقدیر پلٹے گی دولہن کی مومنو  
 رات بھر رہ کر سہاگن صبح کو بیوہ بنی  
 یہ بھی قسمت دختر شاہِ زمن کی مومنو  
 بس کہ ہے اس نظم میں دولہا کے سہرے کا بیان  
 لفظ نوے کی ہیں کلیاں یاسمیں کی مومنو

سبیلِ سیکینہ حیدر آباد بالٹیف آباد



## میر رضا علی قابل لکھنوی

(شاگرد مرزا مہدی قبول لکھنوی)

یہ خوشخبری مادرِ قاسم نے سنائی مہندی کی شب آئی

لوبی بیوں خوش ہو میری امید بر آئی مہندی کی شب آئی

دولہا بھی بنادیکھوں گی قاسم کو میں نالاں مدت سے تھا ارماں

سو وہ گھڑی خالق نے مجھے آج دکھائی مہندی کی شب آئی

صحبت کروں اللہ کی کب رات جگاؤں حیران یہی ہوں

یہ رسمیں ہونیں کس گھڑی کب شادی رچائی مہندی کی شب آئی

بے دانہ و پانی کروں کیا شادی کا سماں کیونکر نہ ہوں حیراں

اور شہ پہ جدا فوجِ عدو کی ہے چڑھائی مہندی کی شب آئی

اے لوگو بتاؤ تو میرا حال برا ہے یہ ماجرا کیا ہے

جس نے یہ کہا اشکوں سے چشم اُس کی بھر آئی مہندی کی شب آئی

کہتی تھی یہی مادرِ قاسم کہ میری جاں ماں تم پہ ہو قرباں

کیوں مہندی لگاتے نہیں کیا جی میں سنائی مہندی کی شب آئی

ارماں تھا تم باندھے ہوئے سر پہ ہو سہرا گھونگھٹ میں ہو کُبرا

مدت پہ یہ امید میری آج بر آئی مہندی کی شب آئی

شریت پیو اور آرسی مصحف بھی دیکھو کیا مرنے چلے ہو

تم نے تو حتاتیک نہیں ہاتوں میں لگائی مہندی کی شب آئی

کہتی تھی قضا مہندی کا سماں ہے اس دم اور دونوں ہیں باہم

کل صبح و لہسن دو لہاسے ہوئے کی جدائی مہندی کی شب آئی

سرپٹنے کی جا ہے یہ قابل میں کہوں کیا مرنے گیا دولہا  
اور صبح کی ہوتی ہے دلہن رائد کھائی مہندی کی شب آئی

خوب چند ذکا دہلوی (وفات ۱۸۴۲ء)

شاگرد شاہ نصیر دہلوی

دھوم سے رات کو قاسم کی جو آئی مہندی  
سالیوں نے بڑی چاہوں سے لگائی مہندی  
بیابان کی شب کے گزرتے ہی ہوا صبح کو قتل  
موت کو بھی بنے قاسم کے نہ بھائی مہندی  
عرش پر دی تھی فرشتوں نے مبارک بادی  
گھر میں سرال سے قاسم کے جو آئی مہندی  
گوندھی جس ظرف میں مہندی بنے قاسم کے لیے  
چلی وہ مہندی تو حوروں نے اٹھائی مہندی  
کٹ گئے ہاتھ وہ جن ہاتھوں میں مہندی تھی رچی  
خون دولہا کا ہوا رنگ یہ لائی مہندی  
حیف اے چرخ کہن ابنِ حسن کی تو نے  
ہائے پانی کے عوض خون سے گندھائی مہندی  
ہاتھ خون سے ہوئے رنگین عوض مہندی کے  
اے ذکا دشت میں قاسم نے یہ پائی مہندی



## امراؤ مرزا انور دہلوی (شاگردِ دقِ دہلوی)

مومنو روؤ کہ ہے ابنِ حسن کی مہندی  
 کشتہٗ تیغ جفا تشنہ دہن کی مہندی  
 ایسی شادی بھی نہ دنیا میں ہوئی ہوگی کبھی  
 دیکھ کر روتے ہیں سب ابنِ حسن کی مہندی  
 بدلے نوبت کے ہر اک سینہ زنی کرتا ہے  
 نہ ہوئی ایسی کبھی رنج و محن کی مہندی  
 صبح کو خون میں نوشاہ کا سہرا ڈوبا  
 رنگ لائی تھی عجب غنچہ دہن کی مہندی  
 کہا زینبؑ نے ارے لوگو ہے کیسی شادی  
 آنسوؤں سے بھی جاتی ہے دلہن کی مہندی  
 کیسی شادی ہے کہ خود دولہ دلہن روتے ہیں  
 کیا یوں ہی ہوتی ہے آوارہ وطن کی مہندی  
 شادی اس طرح کی کس طرح مبارک ہو بھلا  
 گوندھیں جب اشکوں سے سب دولہا دلہن کی مہندی  
 کہتی تھی سب سے سکیئہ نہ کرو بد شگنی  
 آج ہے لوگو مری پیاری بہن کی مہندی  
 رات کو عقد ہوا صبح شہادت پائی  
 کیسی ساعت میں ہوئی دولہا دلہن کی مہندی



لاش نوشاہ کی پامال ہوئی گھوڑوں سے  
 خاک میں مل گئی سب غنچہ دہن کی مہندی  
 کر بلا میں مجھے اتور ہو محرم ہر سال  
 واں پڑھوں مجلسوں میں ابنِ حسن کی مہندی

سید حسن لطافت لکھنوی (فرزند امانت لکھنوی)

رو کے کہتے تھے حرم خوب رچائی مہندی  
 خون کے ہاتھوں میں قاسم نے لگائی مہندی  
 سروڑ و اکبر و عباس ہیں روتے آتے  
 بنے قاسم کی عجب دھوم سے آئی مہندی  
 رو کے سر پیٹ کے کہتی تھی یہ قاسم کی ماں  
 راس ہے مرے بچے کو نہ آئی مہندی  
 ہاتھ نوشاہ کے ہیہات لہو میں ڈوبے  
 رنگ نیرنگ زمانہ سے یہ لائی مہندی  
 ہائے پامال ہوئی لاش اُسی کے دن کو  
 شب کو تھی جس کے سیکنہ نے لگائی مہندی  
 اے لطافت کفِ افسوس قضا ملتی تھی  
 جبکہ تھی قاسم نوشہ نے لگائی مہندی



شہزادہ اودھ مرزا محمد ثریا قدر بہادر

ثریا لکھنوی

مہندی قاسم کی نیا رنگ ہے لائی ہے ہے  
 کیسی فرقت کی گھڑی آکے دکھائی ہے ہے  
 شب کو دولہا بنے اور صبح کو مقتول ہوئے  
 پھول کھلتے ہی خزان اجل آئی ہے ہے  
 بیچ عمامہ کے کٹ کٹ کے بنے ہیں سہرا  
 اور پامال ہوئے دستِ حنائی ہے ہے  
 سُم اسپاں سے ہوا جوڑا شہانا ٹکڑے  
 ساتھ کنگنے کے ہوئی چور کلائی ہے ہے  
 شادیانے کے عوض سینہ زنی ہونے لگی  
 جبکہ شہر کی لٹی رن میں کماٹی ہے ہے  
 تم تو لے کر نہ گئے چوتھی دھن کے گھر پر  
 الٹی وہ پیٹنے لاشہ پہ ہے آئی ہے ہے  
 زخم آڑے ہیں پڑے پھولوں کی بڈھی کے عوض  
 باغیوں نے یہ مگر شکل بنائی ہے ہے  
 کھانا تھوڑا تو کجا گور و کفن تک نہ ملا  
 اور میت ہے تری خوں سے نہائی ہے ہے  
 چور تیغوں سے ہوئے بنتے ہی دولہا افسوس  
 تم کو شادی کی گھڑی راس نہ آئی ہے ہے



آبِ خنجرِ عوضِ شیرِ پیا نوشہ نے  
 بوندِ پانی کی دمِ مرگ نہ پائی ہے ہے  
 ہے ثریا کو زیارت کی نہایتِ حسرت  
 پر نہیں روضہ تلک اُس کی رسائی ہے ہے

### واعظ لکھنوی

اے مومنو یہ حضرت قاسمؑ کی ہے مہندی سرپیٹ کے روؤ  
 ایسی تو نہ دیکھی نہ سنی ہے کہیں شادی سرپیٹ کے روؤ  
 ملبوسِ حسن پہنے ہوئے بیٹھا ہے بچہ چہرہ ہے چمکتا  
 شبیرؑ کی بیٹی سے ہے اس چاند کی شادی سرپیٹ کے روؤ  
 کھانا ہے نہ پینا نہ، براتی ہیں میسر سب چل بے مرکز  
 دولہا کو بھی جاں دینے کی ہے دشت میں جلدی سرپیٹ کے روؤ  
 پوری شہ والا نے کی شبیرؑ کی وصیت اللہِ محبت  
 رائڈ ہونے کو بیٹی بھی جو مظلوم کو دیدی سرپیٹ کے روؤ  
 نوشاہ کو بھی اہل شقاوت نے نہ چھوڑا تلواروں سے مارا  
 شادی نے مصیبت میں مصیبت ہے بڑھادی سرپیٹ کے روؤ  
 سہرے کے عوضِ خون ہوا فرق سے جاری تلوار جو ماری  
 ہوتی ہے یونہی کیا کسی مظلوم کی شادی سرپیٹ کے روؤ  
 رن میں جو گیا نصرتِ شاہ دوسرا کو اے مومنو روؤ  
 نوشاہ کے ہاتھوں میں لگی خون کی مہندی سرپیٹ کے روؤ



چند لحوں کا بیاہ تھا شہ دیں کا بھتیجا، تھی رحم کی یہ جا  
 افسوس ستم گار نے تلوار لگادی، سرپیٹ کے روؤ  
 اب میری خبر لیجئے اے میرے چچا جان میں ہو گیا قربان  
 نوشاہ نے شبیر کو قتل سے صدادی، سرپیٹ کے روؤ  
 رائٹ ہو گئی کبریٰ نہ رہا کوئی سہارا وارث گیا مارا  
 اس آئی نہ بچے کو گھڑی بھر کی یہ شادی سرپیٹ کے روؤ  
 واعظ تری تحقیق میں انصاف تھی ہے شک اس میں نہیں ہے  
 ممکن ہے کہ شبیر نے کردی ہو یہ شادی، سرپیٹ کے روؤ

### سید ابن حسن زائر لکھنوی

مہندی آتی ہے جناب قاسم نوشاہ کی  
 تھی تمنا مادر مضطر کو ان کے بیاہ کی  
 قاسم نوشاہ کے حملہ سے ہل چل پڑ گئی  
 خوف سے حالت ہوئی یہ لشکر گمراہ کی  
 زرد رو ہو کر چھپایا شامیوں نے اپنا منہ  
 رن میں جب پھیلی ضیا ہر سو حسن کے ماہ کی  
 بس گیا دشت و غا پھولوں کی خوشبو سے تمام  
 آئی جب رن میں سواری قاسم نوشاہ کی  
 جب سنا قاسم کو اعدا نے کیا رن میں شہید  
 حیف کبریٰ نے دل پڑ درد سے اک آہ کی



میں بڑھاؤں لاش پر کے نتھ اور چوڑیاں  
 بولیں کبریٰ تھی یہی مرضی مرے اللہ کی  
 آرہے ہیں غش پہ غش جب سے ہوئے قاسم شہید  
 غیر حالت ہے بہت غم سے شہ ذیجاہ کی  
 ہیں بہت حیران مقتل میں شہ دلگیر آہ  
 لاش صد پارہ اٹھائیں کس طرح نوشاہ کی  
 ہو گیا کہرام برپا عترت اطہار میں  
 لائے شہ خیمہ میں رن سے لاش جب نوشاہ کی  
 مثل بوذر ہوں غنی میں دولت ایمان سے  
 ہے ہوں منصب کی اے زائر نہ مجھ کو جاہ کی

### شوکت بلگرامی

گیا دنیا سے جواک شب کا بیاہا اُس کی مہندی ہے  
 مزا شادی کا جس نے کچھ نہ پایا اُس کی مہندی ہے  
 ہوئی تیغوں کے پھل سے جس کی چوتھی اس کا غم ہے یہ  
 ہوا جنت میں جس یکس کا چالا اس کی مہندی ہے  
 سدھارا بن کے دولہا رن میں جو دسویں محرم کو  
 زمانے میں جو پُرارماں سدھارا اُس کی مہندی ہے  
 رہی بے دفن جس کی لاش اُس یکس کا ماتم ہے  
 کٹا تیغوں سے جس دولہا کا سہرا اُس کی مہندی ہے



لہو سے ہو گئے جس کے حنائی دست و پا رنگیں  
 جو تھا ماں باپ کے نازوں کا پالا اُس کی مہندی ہے  
 ملا شربت نہ جس کو بیاہ کا یہ اس کی شادی ہے  
 گیا دنیا سے جو دودن کا پیسا اس کی مہندی ہے  
 بنی جس کی بنی شب کی بیوہ سوگ ہے اُس کا  
 جنازہ جس کا صبح عقد اُٹھا اس کی مہندی ہے  
 کفن جس کا بنا جوڑا شہانا اُس کا ماتم ہے  
 بنا تھا چادرِ گل جس کا سہرا اُس کی مہندی ہے  
 براتی جس کے پیاسے مر گئے آج اُس کی شادی ہے  
 جسے کہتے ہیں سب ناشاد دولہا اُس کی مہندی ہے  
 زمانے میں سدا شادی و غم تو اُم ہیں اے شوکت  
 ہوا عقد اور ماتم ساتھ جس کا اُس کی مہندی ہے

### شوکت بلگرامی

بولی قاسم کی ماں لو وہ آئی کر بلا والے دولہا کی مہندی  
 میرے خالق نے مجھ کو دکھائی کر بلا والے دولہا کی مہندی  
 صدقے میں لطفِ شاہِ زمن کے آج ارمان نکلے حسن کے  
 لے کے آتے ہیں بھائی دلہن کے کر بلا والے دولہا کی مہندی  
 چھپنے والے چلے جائیں اندر ساتھ آئے ہیں عباس و اکبر  
 لے کے ٹھہرے ہیں خیمہ کے در پر کر بلا والے دولہا کی مہندی



فرش پر سمدھنوں کو بٹھاؤ چھاپے صندل کے سب کو لگاؤ  
 جا کے باہر سے سب لے کے آؤ کر بلا والے دولہا کی مہندی  
 لوگو اکبر کو کیوں شرم آئی کیا اکیلے دلہن کے ہیں بھائی  
 کر کے لے آئیں وہ پیشوائی کر بلا والے دولہا کی مہندی  
 نیند کی تاب آخر نہ لائے سُر ہے دونوں مسلم کے جائے  
 بھائی مسلم نہ کیوں لے کے آئے کر بلا والے دولہا کی مہندی  
 دی نہ زینب کے بچوں کو دعوت اب کریں گے وہ شہ سے شکایت  
 کر کے لے آئے سب لوگ غلت کر بلا والے دولہا کی مہندی  
 کوئی پانی کہیں سے منگائے گھول کر سب کو شربت پلائے  
 کہہ دو بانی سکین سے لائے کر بلا والے دولہا کی مہندی  
 بات آپس کی بستی پرانی دوں کہاں سے میں مہندی لگائی  
 ہائے کس وقت مقتل سے آئی کر بلا والے دولہا کی مہندی  
 واہ کیا خوب لائی حنا رنگ خون کی طرح کیسا چڑھا رنگ  
 دیکھیں دکھلائے ہم سب کو کیا رنگ کر بلا والے دولہا کی مہندی  
 خوب شادی انھیں راس آئی خون سے تر ہے کنگنا کلائی  
 دھوم سے موت خیمہ میں لائی کر بلا والے دولہا کی مہندی  
 ہاتوں پر شاہ میت ہیں ڈالے اور ہیں عباسؑ و اکبرؑ سنبھالے  
 لا رہے ہیں سب ارمان والے کر بلا والے دولہا کی مہندی  
 حال کیا آگے شوکت سنائے حق کسی کو نہ یہ دن دکھائے  
 جس طرح شاہ خیمہ میں لائے کر بلا والے دولہا کی مہندی



## مرزا محمد خفی لکھنوی

(شاگردِ ناتھ)

اے عزادارو صرف بکا ہو آج مہندی ہے ابنِ حسنؑ کی  
 آؤ پُرسا دو شاہِ زمن کو آج مہندی ہے ابنِ حسنؑ کی  
 وہ جو ناشاد بنتے ہی دولہا مر گیا اُس کا ماتم ہے برپا  
 خاک رُخ پہ ملو بال کھولو آج مہندی ہے ابنِ حسنؑ کی  
 پھاڑ کر اپنے اپنے گریباں کر کے زلفوں کو اپنی پریشاں  
 آ کے تابوتِ قاسم اٹھاؤ آج مہندی ہے ابنِ حسنؑ کی  
 مر گیا رن میں آقا کا داماد ہر قدم پر کرو داد و فریاد  
 رائے کبریٰ ہوئی سر کو پیٹو آج مہندی ہے ابنِ حسنؑ کی  
 روتے ہیں بزمِ غم میں پیسیر میں شریکِ عزِ شاہِ صفدرؑ  
 فاطمہؑ بیٹی ہیں عزیزو آج مہندی ہے ابنِ حسنؑ کی  
 غم سے تاریک ہے سارا عالم جو بدن و ملک میں ہے ماتم  
 تذکرہ کرتے ہیں سب یہ روزو آج مہندی ہے ابنِ حسنؑ کی  
 غم جہاں میں ہے قاسمؑ کا تازہ آہ و افغاں وزاری ہے ہرجا  
 ہے محرم کی ہفتمؑ محبو آج مہندی ہے ابنِ حسنؑ کی  
 ختم کر نو حہِ مقطع کو پڑھ کر خوب کر ماتم جانِ شبرؑ  
 اگلے سال ہو خفی یا نہ تو ہو آج مہندی ہے ابنِ حسنؑ کی



## میر وارث علی سیفی لکھنوی

(شاگردِ ناتج)

ہے خیمہ شہ میں غل یہ بیا آج آتی ہے مہندی قاسم کی  
 پھوہ بھیاں ہیں کدھر باندھیں کنگنا آج آتی ہے مہندی قاسم کی  
 بہنوں نے بنے سے یہ پوچھا کیا دو گے ٹنگ میں بھیا  
 ہے آج تمہارا بیاہ رچا، آج آتی ہے مہندی قاسم کی  
 میوے کے طبق شمعیں جوڑے سب حور و ملک ہیں سر پہ رکھے  
 ڈیوڑھی پہ کھڑے کہتے ہیں چچا، آج آتی ہے مہندی قاسم کی  
 بیوہ حسن کی کہتی تھیں عباس کہا ہیں سبطِ نبیؐ  
 پنہائیں وہ شادی کا جوڑا، آج آتی ہے مہندی قاسم کی  
 زینب سے بنے کی ماں نے کہا اے بی بی آؤ، ادھر تو ذرا  
 قاسم کو بناؤ دولہا، آج آتی ہے مہندی قاسم کی  
 پانی کا نہیں ہے اک قطرہ پیا سے ہیں دلہن دولہا والے  
 کل خون سے تر ہوگا سہرا، آج آتی ہے مہندی قاسم کی  
 تھی خیمے میں بیاہ کی دھوم مچی حضرت کو گر تھی چپ سی لگی  
 شہ جانتے تھے کل کیا ہوگا آج آتی ہے مہندی قاسم کی  
 شربت کے عوض تشنہ لب مسند کی جگہ جلتی ریتی  
 پردیس میں ہے ہے بیاہ رچا، آج آتی ہے مہندی قاسم کی  
 کیا دولا، کیسی چوتھی یاں، دولہا کی ہوگی قربانی  
 نہ ہو جائے گی کل کبریٰ، آج آتی ہے مہندی قاسم کی



مظلوم بنا مظلوم بٹی، دھن دولہا والوں کی  
 کل ہوگی صفِ ماتم برپا، آج آتی ہے مہندی قاسم کی  
 سرکارِ سخی کی ہے سیتی دامن پھیلا کے یہاں تم بھی  
 جو مانگو وہ مل جائے گا آج آتی ہے مہندی قاسم کی

### مولوی مظہر عابدی مچھلی شہری

آتی ہے صدا عرش بریں سے یہ برابر قاسم کی ہے مہندی  
 سر کھولے ہوئے سارے حرم روتے ہیں در پر، قاسم کی ہے مہندی  
 ناشاد پُرار مان کو دولہا جو بنایا، یہ راس نہ آیا  
 مہندی کے عوض ہاتھ بھرے خوں میں سراسر قاسم کی ہے مہندی  
 اللہ رے نوشاہ کی یہ شان سہانی ! معصوم جوانی  
 روتی ہے اجل آپ کھڑی اپنے کئے پر، قاسم کی ہے مہندی  
 کھلایا ہوا چہرہ ہے بکھری ہوئی زلفیں مغموم ہیں آنکھیں  
 سہرے کی جگہ خون کی دھاریں ہیں جہیں پر قاسم کی ہے مہندی  
 اے کرب و بلا دیکھ لے نوشاہ کی صورت، یہ چاندی مورت  
 ڈوبا ہوا خورشید لہو میں ہے زمیں پر، قاسم کی ہے مہندی  
 ماں کو کھجلی روتی ہے وہ خیمہ کے در پر، بے چین ہے خواہر  
 رومال بھگوتے ہیں کھڑے لاش پہ سر و قاسم کی ہے مہندی  
 ناشاد کی اٹھتی ہوئی مظہر وہ جوانی ہے، غم کی کہانی ہے  
 کرتا ہوں تصور تو قلق ہوتا ہے دل پر، قاسم کی ہے مہندی



## حکیم مظفر حسین طیب لکھنوی

کربلا میں بنے قاسم کی جو آئی مہندی  
 کیسا خوش ہو کے سکیں نے لگائی مہندی  
 بولیں کلثوم چلو دولہا کے آچل ڈالو  
 اے رقیہ اوٹھو بھائی کی ہے آئی مہندی  
 پانی نایاب جو تھا روئی سکیں پیاری  
 آنسوؤ سے بنے قاسم نے لگائی مہندی  
 نیک بھائی سے میں ٹوں گی یہ سکیں نے کہا  
 دن خدا نے وہ دکھایا ہے کہ آئی مہندی  
 لاش پامال ہوئی دولہا کی آخر کو طیب  
 خون میں لال ہوئی رنگ یہ لائی مہندی

## مرزا عسکری نادر لکھنوی

فضہ بولیں یہ خیمہ میں جا کر لوگو آتی ہے قاسم کی مہندی  
 کس طرف کو دھن کی ہے مادر لوگو آتی ہے قاسم کی مہندی  
 کل بنارن میں پیاسا مرے گاسر کو صدقے چچا پر کرے گا  
 سہرا ہوئے گا اب خون میں تر لوگو آتی ہے قاسم کی مہندی  
 لاؤ حجرے سے باہر دھن کو دیکھ لے وہ بھی ابن حسن کو  
 پھر ملاقات ہوئے گی کیونکر لوگو آتی ہے قاسم کی مہندی



لا کے جوڑا شہانا پنہاؤ مانگ میں اس کے صندل لگاؤ  
 پھر تو رنڈ سالہ ہو گا میٹر لوگو آتی ہے قاسم کی مہندی  
 صبح کو نو شاہ جائے گارن میں بازو اس کے بندھیں گے رسن میں  
 کل پھرے گی یہ بلوے میں دردِ لوگو آتی ہے قاسم کی مہندی  
 قید زندہ میں کبرا رہے گی رنج و دوری قاسم سہے گی  
 کوئی وارث بھی ہوگا نہ سر پر لوگو آتی ہے قاسم کی مہندی  
 نالہ کرتے ہیں مقتل میں حیدر سر کو ٹکرا رہے ہیں پیغمبر  
 لینے آتے ہیں جنت سے شہرِ لوگو آتی ہے قاسم کی مہندی  
 اب کہاں عش و عشرت کا سماں بزمِ شادی یہ ہو گئی ویراں  
 تیغِ مرحب چلے گی گلے پر لوگو آتی ہے قاسم کی مہندی  
 ناڈر اب کیا لکھوں حال ماتم، تیرِ غم دل پہ لگتا ہے ہروم  
 تھا پپا شور خیمہ کے اندر لوگو آتی ہے قاسم کی مہندی  
 عاجز لکھنوی (شاگردِ رشک لکھنوی)  
 ماں تھی قاسم کی دیتی دوہائی کیسی قاسم نے مہندی لگائی  
 خون میں تر ہے یہ رنگین کلائی کیسی قاسم نے مہندی لگائی  
 گھر یہ ماتم سرا ہے گا سارا آج کوثر پہ نوشہ سدھارا  
 لاش آئی ہے خوں میں نہائی کیسی قاسم نے مہندی لگائی  
 راس دولہا کو کنگنا نہ آیا بھاری خلعت یہ کیوں تھا پنہایا  
 سہرا باندھے ہوئے جان گنوائی کیسی قاسم نے مہندی لگائی

کہا فضہ نے آتے ہیں سرور لاش نوشہ کی لاتے ہیں در پر  
 رن سے میت ہے شہ نے اٹھائی کیسی قاسم نے مہندی لگائی  
 ایسے دولہانہ ہوں گے جہاں میں بیاہ ہوتے ہی سدھارے جہاں میں  
 گھر میں دلہن بھی آنے نہ پائی کیسی قاسم نے مہندی لگائی  
 کبرا کہتی تھی با آہ و زاری جان نکل جائے تن سے ہماری  
 کیا مقدر نے کی یہ برائی کیسی قاسم نے مہندی لگائی  
 کیسی ساعت سے دلہن بنی تھی کیا یہ تقدیر مری بڑی تھی  
 طعنہ زن ہوگی ساری خدائی کیسی قاسم نے مہندی لگائی  
 لاش نوشہ سے لپٹی تھی مادر صدقے ہوتی تھی ہر دم پسر پر  
 کہتی تھی وہ فلک کی ستائی کیسی قاسم نے مہندی لگائی  
 جسم گھوڑوں سے پامال ہوا ہے اعضا اعضا ہر ایک جا پڑا ہے  
 کیا اجل نے یہ صورت مٹائی کیسی قاسم نے مہندی لگائی  
 یاد آتا ہے نقشہ تمہارا ماں کو بے موت تم نے ہے مارا  
 تابہ محشر رہی اب جدائی کیسی قاسم نے مہندی لگائی  
 کیا وہ بے رحم تھا جس نے مارا خوں میں تر ہے گاجوڑا یہ سارا  
 رن میں لوٹی حسن کی کمائی کیسی قاسم نے مہندی لگائی  
 خاک اڑا سر پہ کہتی تھی مادر لاش لائے ہیں میداں سے سرور  
 ٹکڑے ٹکڑے ہے چادر میں آئی کیسی قاسم نے مہندی لگائی  
 خاک و خوں میں بھری ہے یہ صورت ہائے لٹ گئی مری دولت  
 اب نہ دے گی یہ صورت دکھائی کیسی قاسم نے مہندی لگائی



دیکھ بیوہ دلہن کو تمہاری دل پہ نشتر لگے گا کاری  
 رنج و غم سے نہ ہوگی رہائی کیسی قاسم نے مہندی لگائی  
 سال دسواں تھا آغاز تم کو تھی خوشی اس کی دن رات ہم کو  
 یہ گرہ سال کی کیسے آئی کیسی قاسم نے مہندی لگائی  
 کہتی تھی رن سے آتا ہے دولہا شاد تھا اس سے مرا کلیجہ  
 خوش ہو خیمے میں مسند بچھائی کیسی قاسم نے مہندی لگائی  
 آئے میداں سے بے جاں بیٹا کیا غضب مجھ پہ ایک بار ٹوٹا  
 دیکھنے دولہا تم کو نہ پائی کیسی قاسم نے مہندی لگائی  
 ماں یہ قاسم کی کہتی تھی ہر دم لاش نوشہ پہ عاجز یہ روکر  
 لٹ گئی رن میں مری کمائی کیسی قاسم نے مہندی لگائی

عاجز لکھنوی (شاگرد رشک لکھنوی)

لاش نوشہ پہ ماں کہتی آئی کیسی قاسم نے مہندی لگائی  
 ٹکڑے ٹکڑے ہے رنگیں کلائی کیسی قاسم نے مہندی لگائی  
 جان دی تم نے میداں میں جا کر مر گئے کیا کیا صدمے اٹھا کر  
 کس غضب کی یہ تلوار کھائی کیسی قاسم نے مہندی لگائی  
 روتے ہیں گے براتی تمہارے جاں بلب ہیں غم کے مارے  
 کہتے ہیں سب وہ دیکر دہائی کیسی قاسم نے مہندی لگائی  
 کچھ خبر تم کو ہے گی بنی کی کھوتی ہے آج رورو کے وہ جی  
 رائے ہوتی ہے بانو کی جانی کیسی قاسم نے مہندی لگائی



پیچ سہرے کے کٹ کر گرے جا بجا ریت پر وہ پڑے ہیں  
 کیا قضا نے یہ لوٹی کمائی کیسی قاسم نے مہندی لگائی  
 ماں کو برباد کر کے سدھارے مٹ گئے مرے ارمان سارے  
 ایک دن تم نے راحت نہ پائی کیسی قاسم نے مہندی لگائی  
 راس شادی نہ تم کو یہ آئی مری دولت قضا نے لٹائی  
 سیر جنت کی کیا تم کو بھائی کیسی قاسم نے مہندی لگائی  
 ہوش اس وقت گم ہیں ہمارے پیار سے جنت کو بیٹا سدھارے  
 غل ہے دیتا نہیں کچھ سنائی کیسی قاسم نے مہندی لگائی  
 سال تھا کیسا یہ تم کو آیا، کیوں تمہیں میں نے دولہا بنایا  
 کر بلا میں یہ دولت لٹائی کیسی قاسم نے مہندی لگائی  
 جاں کھوتی تھی دلہن کی مادر تھی وہ عاجز پریشان و مضطر  
 کہتی تھی موت مجھ کو نہ آئی کیسی قاسم نے مہندی لگائی

### انیس پہر سری

کہاں ماں نے بنے قاسم تمہاری آتی ہیں بہنیں  
 بڑے ارمان سے مہندی سجا کر لاتی ہیں بہنیں  
 خیام آل احمد میں نہیں ہے بوند پانی کی  
 جو گوندھی آنسوؤں سے وہ لگانے آتی ہیں بہنیں  
 بیاں کرتی ہیں یہ فروہ چھپے ہو تم تو شرما کر  
 مگر فرقت میں دیکھو تو پچھاڑیں کھاتی ہیں بہنیں



سیکنڈ ہے بضد میں نیک لوں گی دولہا بھائی سے  
 بہلتی ہی نہیں کتنا اسے بہلاتی ہیں بہنیں  
 خوشی کے وقت کیا جانے ملی ایسی خبر اُن کو  
 بکا کرتی ہیں خود کنبے کو بھی رُلواتی ہیں بہنیں  
 کھڑی ہیں در پہ مہندی لے کے اپنے بال بکھرائے  
 نہ جانے کیوں نہیں خیمے میں تیرے جاتی ہیں، بہنیں  
 اگر کچھ حال پوچھا کیا بتاؤ گے اسے جا کر  
 دلہن کے سامنے جاتے ہوئے شرماتی ہیں بہنیں  
 خجالت کتنی ہوگی اس طرح دلہن کے گھر جا کر  
 نہ بھائی ہیں نہ دولہا ہے اکیلی جاتی ہیں بہنیں  
 انیس آجاتی ہے کرب و بلا کی یاد وہ شادی  
 کہیں مہندی چڑھانے جب کسی کی جاتی ہیں بہنیں

### انیس پہر سہری

لوگوں جا کر کرو پیشوائی، دیکھو آئی وہ قاسم کی مہندی  
 میرے دل کی تمنا برآئی، دیکھو آئی وہ قاسم کی مہندی  
 لاؤ بالی سیکنڈ کو جا کر سب کو صندل لگائے وہ آکر  
 اشکوں سے گھول کر میں ہوں لائی دیکھو دیکھو آئی قاسم کی مہندی  
 سونے والوں کو جا کر جگاؤ مجھ کو اتنا تو کوئی بتا دو  
 رو رہے ہیں یہ کیوں سب براتی دیکھو آئی وہ قاسم کی مہندی



خاک پر ایک مسند بچھا دو، اس پہ دلہن کو لا کر بٹھا دو  
 سب نچھاو کرو باری باری دیکھو آئی وہ قاسم کی مہندی  
 جیسے آیا ہے خوں میں نہا کے، ایسی ضو پھوٹی ہے حنا سے  
 سرخ ہے کتنا کنگنا کلائی، دیکھو آئی وہ قاسم کی مہندی  
 بھائی کو یاد کیا بھائی آیا، یا کوئی اور صدمہ اٹھایا  
 روتے ہیں کیوں حسن کے یہ بھائی، دیکھو آئی وہ قاسم کی مہندی  
 خوشبو گل کی مہکتی ہے بن میں پتیاں ایسی بکھری ہیں رن میں  
 چنتے ہیں کیوں شہ کر بلائی، دیکھو آئی وہ قاسم کی مہندی  
 روک لو در پہ آکر سیکنہ، نیک لینے کا ہے یہ قرینہ  
 دوش سرور پہ معراج پائی، دیکھو آئی وہ قاسم کی مہندی  
 شاہ قاسم کا جب لائے لاشہ، انیس ہو گیا حشر برپا  
 ماں قریب آ کے لب پر یہ لائی دیکھو آئی وہ قاسم کی مہندی

### مہندی (پنجابی)

مہندی تیری نے رنگا لایا سہرا تیرا عرشوں آیا  
 گئی مہندی رنگ بدلاوے قاسماں اٹھ کے مہندی لا  
 مہندی تری پھنیاں دے پھنیاں موت عروج آگوں میں لیٹاں  
 میرا منوں دی نہ تھڑا چا دے قاسماں اٹھ کے مہندی لا  
 مہندی تیری رنگ دی گوڑی آس امڑی دی ہوئی آج پوری  
 جوڑا سکناں والا پاوے قاسماں اٹھ کے مہندی لا



مہندی تیری گھولن آئیاں لاون تینوں پھپھیاں تائیاں  
اُٹھ بچڑا لاگ دواوے قاسماں اُٹھ کے مہندی لا  
مہندی تیری رنگ وچ گھولی ظالماں پائی خودی ہولی  
دے تے لاش تے گھوڑے دُڑواوے قاسماں اُٹھ کے مہندی لا

jabir.abbas@yahoo.com



باب ﴿.....۱۰﴾

## سہرے در حالِ حضرتِ قاسمؑ

سجاد لکھنوی (شاگردِ مہر علی افس)

ماں یہ قاسمؑ کی کہتی تھی رو رو میرے قاسمؑ کے سہرا تو باندھو  
ہائے کیسا یہ ہے بیاہ لوگو میرے قاسمؑ کے سہرا تو باندھو  
عقد کا گر ارادہ ہے لاکے کیڑے پہنا دو اس کو شہانے  
کیسا دولہ بنایا ہے اس کو میرے قاسمؑ کے سہرا تو باندھو  
ماں نے کبرا کی گردیکھ پایا ہوگا وسواس اُس کو بہت سا  
ہوند امت نہ سمجھن سے مجھ کو میرے قاسمؑ کے سہرا تو باندھو  
باپ بھی اس کا زندہ نہیں ہے سر پہ بنے کے سہرا جو باندھے  
کوئی اس کے پچا سے یہ کہہ دو میرے قاسمؑ کے سہرا تو باندھو  
وہ سیکنہ جو ہے اس کی سالی ہے وہ سہرے کی خاطر تڑپتی  
اُس کا ننھا سادل مت کڑھاؤ میرے قاسمؑ کے سہرا تو باندھو  
ہوگا کبرا کو صدمہ نہایت یوں جو دیکھے گی دولہ کی صورت  
جان دے گی وہ گھونگھٹ میں رو رو کر میرے قاسمؑ کے سہرا تو باندھو



گو نہیں کوئی شادی کا سامان سب کے دل ہیں ملول و پریشان  
 اتنا غمگین و افسردہ مت ہو میرے قاسم کے سہرا تو باندھو  
 دیر کیا ہے براتی سب آئیں میرے بچے کو دولہ بنائیں  
 شہ کو باہر سے جلدی بلا لو میرے قاسم کے سہرا تو باندھو  
 آگے سجاداب ہو بیاں کیا عقد کا کچھ بھی سامان نہیں تھا  
 تھا یہی ورد دولہ کی ماں کو میرے قاسم کے سہرا تو باندھو

شہزادہ اودھ مرزا محمد ثریا قادر بہادر

ثریا لکھنوی

ہوا قاسم کو نہ افسوس میرے سہرا  
 نظم رونے کے لیے ہے یہ سراسر سہرا  
 دل میں ارمان بھرا ہوگا یہ ہر بی بی کے  
 کہ جوان ہوے یہ لگرو بندھے سر پر سہرا  
 کوئی کہتی تھی پنچھاور کو نہیں پاس مرے  
 اور یہاں آگیا اے بیبیو در پر سہرا  
 بولی نوشہ سے سکیٹہ بھی پکڑ کر دامن  
 پہلے دو نیگ تو پھر باندھو برادر سہرا  
 یہاں تو یہ دھوم تھی سب اہل حرم میں برپا  
 اتنے میں آہی گیا خیمہ کے اندر سہرا  
 بھینی بھینی وہ مہک اُس میں تھی اے صل علی  
 گل فردوس سے بھی تھا کہیں بڑھ کر سہرا



تار ہر ایک تھا مانند شعاعِ خورشید  
 چاند سے بڑھ کے سراپا تھا منور سہرا  
 دیکھ کر مادرِ نوشہ کو تبسم گو تھا  
 سر قاسم پہ مگر باندھا تو رو کر سہرا  
 مرنے جاتے ہیں دلہن سے یہ کہا قاسم نے  
 اب تو چہرے کو دکھا دیجئے اٹھا کر سہرا  
 خشک ہونٹوں پہ نہ قاسم کے ترس کچھ کھایا  
 خونِ نوشاہ سے اعدا نے کیا تر سہرا  
 لاش قاسم کی جو آئی تو یہ بولی مادر  
 بیچِ عمامہ کے بنے تیغوں سے کٹ کر سہرا  
 بعد شبیر کے غارت میں سنگمر آکر  
 لوٹ کر لے گئے سب شملہ و زیور سہرا  
 ہائے کیا حال ثریا کرے آگے تحریر  
 روتی تھی دیکھتی جب زوجہٴ شہر سہرا  
 شہزادہٴ اودھ مرزا محمد ثریا قدر بہادر  
 ثریا لکھنوی

مجرئی باندھ کے قاسم جو نہ آیا سہرا  
 ایسا عالم تھا کہوں کھل کے نہ پایا سہرا  
 غلہ کے پھولوں سے حوروں نے بنایا سہرا  
 پئے قاسم ملک الموت جو لایا سہرا



رخ پہ کٹ کٹ کے جو عمامہ کی لڑیاں لکھیں  
 ماں نے وہ نزع کے ہنگام اٹھایا سہرا  
 بدلی قسمت کی ہوا جب تو دلہن موت بنی  
 مثل بادل رُخ نوشہ پہ نہ چھایا سہرا  
 نگ نادان سیکنہ کو مقدر کے سبب  
 نقد داغ غم نوشاہ دلایا سہرا  
 گرز سر پر جو پڑا خون کی دھاریں چھوٹیں  
 سرخ پھولوں کا ہر اک کو نظر آیا سہرا  
 کٹ گیا تیغوں سے، نوشہ کے جو چہرہ پہ نہیں  
 پنچہ غم نے دلہن کا بھی بڑھایا سہرا  
 روزِ عاشور تھی وہ دھوپ کہ خالق کی پناہ  
 رُخ قاسم پہ مگر کرتا تھا سایہ سہرا  
 لڑیاں اشکوں کی دلہن کے رخِ انور پہ جو تھیں  
 موتیوں کا غم نوشاہ سے پایا سہرا  
 یہ ستارے کی نحوست تھی کہ ہے کٹڑے لاش  
 تیرہویں سال میں کچھ راس نہ آیا سہرا  
 پاگئے ہیں جو بنی عطرِ عروں مرگ آہ  
 جامہ جسم کے ہمراہ بسایا سہرا  
 باندھا جائے سر قاسم پہ یہ شہرت جو ہوئی  
 گلِ فردوس ہے بوباس میں پایا سہرا



نہی سرمہ ہے نہ مہندی ہے نہ میسر چوڑی  
 حُسن دیتا ہے انھیں سب پہ سوایا سہرا  
 اُس کے روضہ کی ثریا کو زیارت ہو نصیب  
 جس کا یہ سب سے الگ کہہ کے سنایا سہرا

### سید ابن حسن زائر لکھنوی

باغ فردوس سے رضوان ہے لایا سہرا  
 واسطے قاسمِ نوشاہ کے آیا سہرا  
 مادرِ حضرت قاسم نے کہا خوش ہو کر  
 شکر صد شکر کہ خالق نے دکھایا سہرا  
 آہ کیا مادرِ مضطر کو خبر تھی اس کی  
 لاشِ نوشاہ پہ جائے گا بڑھایا سہرا  
 جگرِ فاطمہ کبریٰ سے اُٹھی ہوک اُسدُم  
 موت نے دولہا کا جب آکے بڑھایا سہرا  
 لاشِ قاسم پہ تھا یہ مادرِ مضطر کا بیاں  
 اے مرے لال تجھے راس نہ آیا سہرا  
 دولہا مارا گیا اک شب کی دھن رائنڈ ہوئی  
 ہائے کیسا یہ مقدر نے دکھایا سہرا  
 غمِ قاسم میں بندھیں اشکوں کی لڑیاں زائیر  
 مثل گلِ زخم کھلے دل کے !! بنایا سہرا



## شوکت بلگرامی

جھکا تسلیم کو ابنِ حسنؑ جب باندھ کر سہرا  
 پکاری ماں رہے دنیا میں یہ دائم تیرے سر سہرا  
 بچائے خالق کو نین چشمِ زخم سے تجھ کو  
 کھلا ہے کیا رخِ روشن پہ اے نورِ نظر سہرا  
 کبھی گلہائے عارضِ دیکھ کر یہ لوٹ جاتا ہے  
 کبھی لیتا ہے زلفوں کی بلائیں جھوم کر سہرا  
 کہا نینبؑ نے اُس دن ہو مجھے اس بیاہ کی شادی  
 پھلیں پھولیں سدا دولہا دلہن جب باندھ کر سہرا  
 ادھر شادی رچی ہے اور ادھر تقدیر کہتی ہے  
 چڑھاؤں گی میں اس نوشاہ کے تابوت پر سہرا  
 اجل پہنائیگی دم بھر میں اُن کو ہارِ رنحوں کے  
 گھڑی بھر میں نظر آئے گا خون سے تر بہ تر سہرا  
 مدینہ کی طرف نوشاہ بن کر یہ نہ جائیں گے  
 یہیں ہو جائے گا تیغوں سے ٹکڑے سر بسر سہرا  
 بنے گی دو گھڑی میں مشکل یہ ایک شب کے دولہا کی  
 زمیں پر لاش ہوگی اور ادھر کنگنا ادھر سہرا  
 شہانے کے عوض رنڈ سالہ پہنے گی نئی بیوہ  
 بڑھائے گی دلہن اک شب کی آکر لاش پر سہرا



رن بندھوائے گی ہاتھوں میں کبریا کھول کر کنگنا  
 خدا کی راہ میں سر دے گا قاسم باندھ کر سہرا  
 دلہن دولہا براتی سب اسیر درد و غم ہوں گے  
 فلک در کر بلا برباد خواہد کرد ہر سہرا  
 نجل ہوں گے گل فردوس گلہائے مضا میں سے  
 رہے گا باغ جنت میں بھی شوکت میرے سر سہرا

### مولوی مظہر عابدی مچھلی شہری

رُخ پہ قاسم کے گیا تھا جو سجایا سہرا  
 سرخرو خون سے ہو کر نظر آیا سہرا  
 لائے جب دولہا کو قتل سے اٹھا کر شیر  
 خیمے میں بی بیوں کو روکے دکھایا سہرا  
 جانتا کون تھا یہ سہرا ہے پیغام اجل  
 ساج کر موت نے ہاتھوں سے بنایا سہرا  
 ماں یہ بولی کہ اجل نے اُسے کیوں لوٹ لیا  
 کیا اسی واسطے قاسم نے بندھایا سہرا  
 یہ تمنا تھی کہ قاسم میرا پروان چڑھے  
 ماں نے ارمانوں سے قاسم کو پہنایا سہرا  
 آنکھ میں اشک امنڈ آئے بلائیں لے لیں  
 ماں کو نوشاہ کے چہرے پہ جو بھایا سہرا



لاشہ قاسم ناشاد پہ جب آئے حسینؑ  
 خاک اور خون میں غلطاں نظر آیا سہرا  
 رُخ پہ دولہا کے نظر آتی ہے اک چادرِ نور  
 گویا ہے رحمتِ اللہ کا سایا سہرا  
 یوں بکھر اٹھا تھا کلیاں تھیں کہیں پھول کہیں  
 ہاتھ میں شاہ کے اس حال سے آیا سہرا  
 جسم کے ٹکڑے جمع کر چکے جب مقتل میں  
 شاہ نے خون میں بھیگا ہوا پایا سہرا  
 کیا خبر تھی کہ یہ ڈوبے گا لہو میں مظہر  
 کتنے ارمانوں سے بہنوں نے بنایا سہرا

۲۱ ربیع الاول ۱۲۵۵ھ / ۱۸۳۹ء کو اودھ (لکھنؤ) کے بادشاہ محمد علی شاہ نے حضرت  
 قاسمؑ کی عروسی کا سامان خواب میں دیکھا اور حضرت زینبؑ کی زبان پر یہ مصرع تھا:-

”اے قاسمؑ داماد مبارک ہو یہ شادی“

خواب دیکھ کر بادشاہ نے حمید الدولہ رضا قلی خاں کو نظم کرنے کی فرمائش کی اور  
 انھوں نے دس بند خمسے کی صورت میں کہے۔ اُس عہد کے علما سے فتوے لیے گئے،  
 اجازت ملنے پر چھوٹے امام باڑے حسین آباد لکھنؤ سے بادشاہ کی طرف سے مہندی کا  
 جلوس اٹھانے کا اہتمام کیا گیا۔ اسی خواب کی بدولت یہ مہندی اب تک اُٹھتی ہے۔  
 راقم الحروف (ضمیر اختر نقوی) نے لکھنؤ میں اس مہندی کے جلوس کی زیارت ہر سال  
 کی ہے۔ رات کو ۱۲ بجے کے قریب یہ جلوس برآمد ہوتا ہے۔ گوشتی ندی کے کنارے  
 کنارے یہ جلوس آہستہ آہستہ بڑے امام باڑے آصف الدولہ کی طرف بڑھتا ہے۔



جلوس میں بہت گریہ ہوتا ہے۔

## حمید الدولہ رضا قلی خاں بہادر

قاسم نے جو گردن پے تسلیم جھکائی      لبیک کی تب روح پیسیر نے صدادی  
اور قاسم نوشہ کے تصدیق ہوئی دادی      اس وقت یہی زینب بیکس نے دعا دی  
اے قاسم داماد مبارک ہو یہ شادی

قاسم رہے دنیا میں صدا نام حسن کا      یہ پھول شکفتہ رہے زہرا کے چمن کا  
اور حشر تلک تجھ سے ہو دل شاد دلھن کا      اس شادی سے مطلب ہے یہی شکی بہن کا  
اے قاسم داماد مبارک ہو یہ شادی

شادی کا سنا نام سکیڈنے نے جو ناگاہ      کہنے لگی بھائی سے کہ اے قاسم نوشاہ  
تم مہندی لگانے کی نہیں رسم سے آگاہ      میں مہندی لگاؤں کہ مبارک کرے اللہ  
اے قاسم داماد مبارک ہو یہ شادی

زینب نے بھیجے کو جو نوشاہ بنایا      سہرا بھی بندھا خلعت شادی بھی پہنایا  
اور لا کے اسے مسند زریں پہ بٹھایا      ہر ایک کی اس وقت زباں پر یہی آیا  
اے قاسم داماد مبارک ہو یہ شادی

کیا کیا حرم سبط پیسیر میں خوشی تھی      پر یاس سے نوشاہ کو دلھن دیکھ رہی تھی  
آنکھوں سے رواں سلک مسلسل کی لڑی تھی      اور خیمہ میں ہر سمت یہی دھوم مچی تھی  
اے قاسم داماد مبارک ہو یہ شادی

کہتی تھی سدا مجھ کو یہ شادی نہیں بھاتی      ہیں حسرت و اندوہ کے یاں ججج براتی  
تقدیر ہے اس مہندی میں کیا رنگ دکھاتی      ہے مژدہ جاں بخش اجل سب کو سناتی  
اے قاسم داماد مبارک ہو یہ شادی



کہتا تھا یہ قاسم نہ مجھے دولہا بناؤ رخصت مجھے میدان کی عمو سے دلاؤ  
وہ مجھ کو خوشی سے کہیں میدان کو جاؤ تم بہرِ خدا لب پہ نہ اس حرف کو لاؤ  
اے قاسم داماد مبارک ہو یہ شادی

ہے آج مصمّم مجھے سر اپنا کٹانا ہے خون میں رنگنا مجھے خلعت یہ شہانا  
زخمی بدن اپنا ہے پیسیر کو دکھانا جب لاش مری آئے تو تم لب پہ یہ لانا  
اے قاسم داماد مبارک ہو یہ شادی

القصہ کہ قاسم ہوئے میدان کو رخصت اور بیٹھ گئے اپنی کمر تھام کے حضرت  
نوشاہ نے میدان میں جب پائی شہادت قاسم سے یہ کہتا تھا ہر اک سا کنِ جنت  
اے قاسم داماد مبارک ہو یہ شادی

عالم میں بپا قاسم نوشہ کا ہے غم سلطان جہاں شاہِ زماں خسرو عالم  
شب عالم رویا میں نظر آیا بصد غم بیدار ہوئے جب تو یہی ورد تھا ہر دم  
اے قاسم داماد مبارک ہو یہ شادی

آیا تھا نظر خواب میں کچھ شادی کا سماں یعنی کہ بہم جمع ہیں انبوہ غریباں  
قاسم بھی ہے اکبر بھی ہے باشوکت و باشاں زینبؑ یہی فرماتی ہیں باحالی پریشاں  
اے قاسم داماد مبارک ہو یہ شادی

اکیسویں شب اور وہ مولودِ نبیؐ تھا سنہ بارہ سو پچیس میں نظر آیا یہ رویا  
تھا قرب سحر اور شب پر نور سہ شنبہ مشہور ہوا مصرعہ برجستہ یہ ہر جا  
اے قاسم داماد مبارک ہو یہ شادی

تعبیر یہ اس کی ہے وہ شاداں رہیں ہر دم اولاد کی شادی کریں شبیرؑ کا ماتم  
اور زیرِ تنگیں اُن کے ہمیشہ رہے عالم دل کو ہو خوشی اور زباں سے کہیں پیہم



اے قاسم داماد مبارک ہو یہ شادی  
حامد ہے حمید اور غلام شہدا ہے اس خسرو عادل پہ دل و جاں سے فدا ہے  
قاسم رہے سلطانِ زماں اُس کی دعا ہے اس کلمہ کو کہہ کہہ کے وہ مصروفِ بکا ہے  
اے قاسم داماد مبارک ہو یہ شادی  
اے قاسم داماد مبارک ہو یہ شادی

---

jabir.abbas@yahoo.com



باب ۱۱.....

## رباعیات درحال حضرت قاسمؑ

میرائیں

جھک جھک کے تو منہ ابنِ حسنؑ نے دیکھا  
لیکن نہ سیکنڈ کی بہن نے دیکھا  
آنسو نکل آئے مگر آنکھیں نہ کھلیں  
لاش آئی تو دولہا کو دلہن نے دیکھا

شمعوں کی طرح دلوں کو جلتے دیکھا  
آہوں کا دھواں منہ سے نکلتے دیکھا  
افسوس کہ میداں میں بنے قاسمؑ نے  
دیکھا جسے اُس کو ہاتھ ملتے دیکھا

دشمن کو بھی دے خدا نہ اولاد کا داغ  
جاتا نہیں ہر گز دلِ ناشاد کا داغ  
فرماتے تھے رو کے لاشِ قاسمؑ پہ حسینؑ  
اولاد سے کم نہیں ہے داماد کا داغ



قاسم کو عدو نے خون میں جب لال کیا  
 شبیر نے یہ کہہ کے عجب حال کیا  
 تابوت پہ جس کے باپ کے مارے تیر  
 گھوڑوں کے سٹموں سے اس کو پامال کیا

### مرزا دبیر

دولہا کا جو ماں نے رن میں لاشا دیکھا  
 افلاک کو بیکسی سے کیا کیا دیکھا  
 کہنے لگی ہائے اس پسر کا میں نے  
 چوتھی دیکھی نہ ہائے چالا دیکھا

جس وقت کہ قاسم کا ہوا حال تغیر  
 یہ کہہ کے بہت روئے جناب شبیر  
 کس طرح نہ ہوتی لاش قاسم پامال  
 تابوت حسن پر بھی لگے تھے سو تیر

آنکھوں میں عزیزو اشک بھر کے پیٹو  
 اور اپنے جگر پہ ہاتھ دھر کے پیٹو  
 دولہا جو کہیں تمہیں دکھائی دیوے  
 قاسم کی جوانی یاد کر کے پیٹو

شادی تھی نہاں اور غمی پیدا تھی



نوشاہ تھا مردہ اور دلہن بیوا تھی  
داغِ قاسم تھا آفتابِ محشر  
کبراً کے لیے قیامت کبرا تھی

جو گوہرِ اشک نذر آ کر دیں گے  
طوبیٰ کے پھل اُن کو خود پیسیر دیں گے  
جو ہونگے غمِ شادیِ قاسم میں ملول  
محشر میں خطِ برأتِ شبر دیں گے

کبراً بولی کہ خوب ارماں نکلے  
مرنے کے لیے قاسمِ ذیشاں نکلے  
دیکھے تھے جو کچھ بیاہ کے سماں شب کو  
وہ صبح کو سب خوابِ پریشاں نکلے  
صمصام علی گوہر

حسینؑ ابنِ علیؑ نوشاہ کو خیمے سے لاتے ہیں  
علمدارِ جری پشتِ فرس پر خود بٹھاتے ہیں  
دعا زینبؑ کی، شہ کی آرزو، عباسؑ کے تیور  
بڑے سامان سے قاسم سوئے میدان جاتے ہیں

شجاعتِ خاندانی ہے یہ چہرہ خود بتاتا ہے  
علیؑ کے گھر کا بچہ رن سے کب مایوس جاتا ہے  
جسے مرنا ہے مرحب کی طرح وہ سامنے آئے



حسنؑ کا لال حیدرؑ بن کے اب میاں میں آتا ہے

دنیا کے طریقوں سے ہٹ کر اس گھر کی ہدایت ہوتی ہے  
جو ان کی تمنا ہوتی ہے خالق کی مشیت ہوتی ہے  
قاسمؑ ہیں حسنؑ کے ہاتھوں پر یا رحل پہ قرآن رکھا ہے  
آیاتِ محبت کی اکثر ایسے بھی تلاوت ہوتی ہے

علیؑ تیرہ برس کے تھے شریعت کا پیام آیا  
نبوتؑ کی حفاظت کا بڑا نازک مقام آیا  
علیؑ سے خاص نسبت ہوگئی قاسمؑ کو یوں حاصل  
حسنؑ کا لال بھی تیرہ برس میں حق کے کام آیا

یوں ابنِ حسنؑ کے پیکر میں خود اپنا بچپن بھی دیکھ لیا  
اک پھول کو اس رخ سے دیکھا بس سارا گلشن دیکھ لیا  
قاسمؑ کو ملا جب اذن و عافیت فرس پر بٹھلا کر  
عباسؑ نے اپنی آنکھوں سے حیدرؑ کا لڑکپن دیکھ لیا

حسنؑ کو اور بھی احسن بنا دیا  
میدانِ کارزار کو گلشن بنا دیا  
تیرے کرم کی دھوم ہے نوشاہِ کربلا  
اپنے لہو سے موت کو دلہن بنا دیا

سوئے مقتل وہ دینِ حق کی بن کر زندگی آئے



حسنؑ کے لُختِ دلِ قاسمؑ جری ابنِ جری آئے  
یہ اٹھارہ برس والے نبیؑ نے غور سے دیکھا  
کہ اب میدان میں تیرہ برس والے علی آئے

میدانِ کربلا میں جو اک معرکہ ہوا  
وہ بھی تو ہے حسنؑ کی تمنا کا سلسلہ  
قاسمؑ جو رن میں آکے لہو میں نہا گئے  
صلحِ حسنؑ کا رنگِ صداقت نکھر گیا

کیا بعدِ صلحِ ظلم کی فطرت بدل گئی  
لڑنے کی آرزو تھی مگر بات ٹل گئی  
ابنِ حسنؑ کے قدموں میں ازرق کی لاش ہے  
کیوں اہلِ شامِ جنگ کی حسرت نکل گئی

ہوئی ہے کربلا میں اہلِ باطل کی صفِ آرائی  
نئے انداز سے صلحِ حسنؑ پھر سامنے آئی  
قلمِ شبّرؑ کا قاسمؑ کے لیے تلوار تھا گوہر  
پدر کی آرزو بن کر پسر کی تیغ لہرائی

### قمرِ جلالوی

رہِ صبر و رضا کی ہیں وہی حد بندیاں اب تک  
نہ گذرا کربلا کے بعد کوئی کارواں اب تک



کہیں ہوتی ہے جب شادی تو ایسے کان بجتے ہیں  
کہ جیسے رو رہی ہیں حضرت قاسمؑ کی ماں اب تک

ناصر علی ناصر جلالپوری

دل سے شہ پر نثار ہیں قاسمؑ دین کے تاجدار ہیں قاسمؑ  
جس پہ صدقے ہے باپ کی سیرت ایسی ایک یادگار ہیں قاسمؑ  
گلشنِ شہ کا پھول ہیں اکبرؑ روح و جانِ بتولؑ ہیں اکبرؑ  
قدر کرتے تھے اس لیے شبیرؑ کہ شبیرؑ رسولؑ ہیں اکبرؑ

باب ﴿۱۲﴾

## قصیدے در حال حضرت قاسمؑ

ساجد رضوی

قوتِ تسخیر

چہرہ ترا والفجر کی تفسیر ہے قاسمؑ  
شبرؑ کی چمکتی ہوئی تقدیر ہے قاسمؑ  
کرتی ہے جواب تک دلِ عالم پہ حکومت  
اے جانِ علیؑ، جانِ حسنؑ، جانِ محمدؑ  
عظمت، جلالت میں، شرافت میں، شرف میں  
بچپن کی ادائیں بھی ہیں پابند مشیت  
تو زینبؑ و کلثومؑ کی گودی میں پلا ہے  
نیند آئی تجھے چادرِ زینبؑ کی ہوا سے  
عباسؑ کی تصویر نظر آتی ہے جس میں  
ظاہر ہوئی جو بعدِ حسنؑ کرب و بلا میں  
قرآنِ محبت کے سوا کیا کہوں اس کو

واللیل تری زلفِ گرہ گیر ہے قاسمؑ  
آئینہ مستقبلِ شبیرؑ ہے قاسمؑ  
شبیرؑ کی وہ قوتِ تسخیر ہے قاسمؑ  
ہر سانس تری مقصدِ شبیرؑ ہے قاسمؑ  
تو بچپنِ پاک کی تصویر ہے قاسمؑ  
تو مثلِ پدرِ راضیؑ تقدیر ہے قاسمؑ  
کس حدِ شرف پر تری توقیر ہے قاسمؑ  
تو بھی بخدا وارثِ تطہیرؑ ہے قاسمؑ  
وہ آئینہ جراتِ شبیرؑ ہے قاسمؑ  
معصوم کے اُس خواب کی تعبیر ہے قاسمؑ  
تعویذ میں بازو کے جو تحریر ہے قاسمؑ



جب نام لیا دل سے تو مشکل ہوئی آساں جو ”ناد علی“ میں ہے وہ تاثیر ہے قاسم  
ہاتھوں کو ترے چوم کے کہتی ہے شہادت مہندی نہیں یہ خون کی تحریر ہے قاسم

ساجد کی زباں پر ہے ترا نام ہمیشہ  
جذباتِ مودت کی یہ تکبیر ہے قاسم

شاہِ اودھ نصیر الدین حیدر بادشاہ  
در بیان ولادت حضرت قاسم

نامِ خدا پیدا ہوئے ہیں قاسم ابنِ حسن  
ہیں شاد و خرم ہو رہے کیا ہی جنابِ پنجتن  
صلیٰ علیٰ کیا سرو قد بس ہے گا وہ رشکِ قمر  
وہ آفتابِ داد و دین ہے اور ماہِ انجمن  
ہوں جان و دل سے ملحِ خواں اس شاہ کا میں جاں نثار  
صدقے سے ہو اس شاہ کے مقبول یہ میرا سخن  
بارغِ رسالت میں کھلا آج گلِ یاسمن  
گلبنِ بارغِ وفا قاسم ابنِ حسن  
حضرتِ شبیرؑ کا ہے گا بھتیجا وہ شاہ  
حیدرِ کزار کے اس میں ہیں سارے چلن  
دشمنوں اور کافروں کو کرے یکدم میں قتل  
ہاتھ رکھے جس گھڑی قبضے پہ وہ صفِ شکن  
حضرتِ حسنؑ کے تئیں حور و ملک کہتے ہیں



ہووے مبارک سدا تم کو یہ شاہِ زمن  
اس علی حیدر کو آپ رکھیے سدا سرخرو  
آپ کا مداح ہے یا شہِ ابنِ حسن

### حبیب حسن حبیب

### منقبتِ شہزادہ قاسم ابنِ حسنؑ

منقبتِ بسلسلہ ولادت حضرت قاسمؑ ۷/رشعیان ۱۳۰۲ھ  
کو یہ منقبت ”یومِ قاسم“ میں پڑھی گئی

کعبہ عشق بے خطا قاسمؑ	قبلہ حسنؑ پارسا قاسمؑ
حسنؑ کوثر کا آئینہ قاسمؑ	رواقِ آلِ محبتی قاسمؑ
حسنؑ پر ناز کی ہی سجتی تھی	کیا سجایا ہے حوصلہ قاسمؑ
آپ کے حسنؑ کی زیارت کو	انبیاء آئے کربلا قاسمؑ
حسنؑ نے خود تراش لی صورت	جب بھی ہونٹوں پہ آگیا قاسمؑ
نوجوانی رسولؐ کی اکبرؑ	ابوطالبؑ کا بچپنا قاسمؑ
جیسے عباسؑ ہیں دعائے علیؑ	تم ہو شبّرؑ کا مدعا قاسمؑ
شادیوں میں تمہارا نوحہ ہے	ذکرِ خوشیوں میں ہے تیرا قاسمؑ
دستِ نازک میں ذوالفقار سی تیغ	کیوں نہ ہو ابنِ لافقا قاسمؑ
یہ شجاعت کے داد دیں شبّرؑ	کہیں عباسؑ مرجا قاسمؑ
تیری ہیبت سے بیٹے ازرق کے	کر رہے تھے خدا خدا قاسمؑ
رن میں سارا بھرم شجاعوں کا	تم نے پامال کردیا قاسمؑ



خضرؑ کہتے ہیں کہ حسنؑ کے بعد اب ہمارے ہیں رہنما قاسمؑ  
 تین شعبان کو لکھی یہ ثنا خوش ہوئے آپؑ کے چچا قاسمؑ  
 تم کہیں مصر میں جو آجاتے کون یوسفؑ کو پوچھتا قاسمؑ  
 میں دعائے حسنؑ میں شامل ہوں لکھ رہا ہوں تیری ثنا قاسمؑ

ڈاکٹر سید ظلِ ثقلین زیدی

قاسمؑ نوشاہ

گلشنِ فاطمہؑ میں رشکِ چمن ہیں قاسمؑ نور احمدؑ کی ضیا بار، کرن ہیں قاسمؑ  
 بچپن ہی میں جوانی کے حسنؑ ہیں قاسمؑ گل بدن ہوتے ہوئے قلعہ شکن ہیں قاسمؑ

مشکلیں ٹالتا ہے عقدہ کشا کا پوتا

ایسا ہوتا ہے نصیری کے خدا کا پوتا

قاف سے قامتِ تطہیر کا ہیں قد قاسمؑ اور الف نے کہا الحمد کی ابجد قاسمؑ  
 سین سے سورۃ النور کی سرحد قاسمؑ میم کہتا ہے کہ ہیں مثلِ محمدؑ قاسمؑ

ساتھ ہیں قاسمؑ و اکبرؑ یہ زبر جد دو ہیں

بیتِ شبیرؑ میں ہم شکلِ محمدؑ دو ہیں

حسنؑ، قاسمؑ بھی حسنؑ جیسا حسیں رکھتے تھے اُن کو خود سے جدا شبیرؑ نہیں رکھتے تھے  
 جس گھڑی پاؤں زمیں پر وہ کہیں رکھتے تھے اُن کی راہوں میں ملک آکے جیں رکھتے تھے

پہنے رہتے تھے کلائی میں جو کنگنا قاسمؑ

بچپن ہی سے نظر آتے تھے دولہا قاسمؑ

جس گھڑی خیر سے قاسمؑ پہ جوانی آئی منتظر جس کے تھے وہ شامِ سہانی آئی



اُمّ فروہ کی دعاؤں میں روانی آئی      پھپھی زینبؓ لیے پوشاک شہانی آئی  
 نوری دریاؤں کے ملنے کا عمل جاری ہے  
 شادی قاسمؓ نوشاہ کی تیاری ہے  
 بنتِ شیرِ دلہن ، دولہا حسنؓ کا دلدار      ایک زہراؓ کی ہے زینؓ ، ایک ہے حیدرؓ کا وقار  
 یہ بھی سردارِ جناں وہ بھی جناں کے سردار      گھر میں پھر شہر و شیر کے آئی ہے بہار  
 وہ خوشی پائی بیاں جس کا نہیں ہے بس میں  
 دونوں سردارِ جناں سمدھی بنے آپس میں  
 جانتے تھے یہ سنّ بیاہ کے جب آئیں گے دن      ہوگی تب ساری رسومات ادا میرے بن  
 کردی اک رسم تھی جبکہ تھے قاسمؓ کم سن      باپ نے باندھا تھا بچپن میں امامِ ضامن  
 خیمہ قاسمؓ کا سرِ کرب و بلا سجنے لگا  
 صحنِ خانہ میں پھریرے کا منڈھا بندھنے لگا  
 یک بیک صلّ علی ثانی زہراؓ نے کہا      کیا مبارک ہے گھڑی بڑھ کے رقیہؓ نے کہا  
 کوئی صفراؓ کو بلا لاؤ یہ لیلیٰ نے کہا      بات مہندی کی جو آئی تو سیکنہؓ نے کہا  
 رنگ سے مہندی کے بانٹ جلی لکھوں گی  
 بھائی کے ہاتھ پہ میں ناؤ علیؓ لکھوں گی  
 مل کے پھر بہنوں نے جنت سے منگائی مہندی      طشت میں شمع کے ہمراہ سجائی مہندی  
 فخر سے مریمؓ و حواؓ نے اٹھائی مہندی      دستِ قاسمؓ پہ سیکنہؓ نے لگائی مہندی  
 سر پہ نوشاہ کے زینبؓ نے جو آنجل ڈالا  
 آنکھوں میں سورہ واللیل نے کا جل ڈالا  
 اُمّ فروہ کی دعا بن کے جو چمکی مہندی      دستِ قاسمؓ پہ بھی اور بھی مہندی



ایسی لوگوں نے سُنی اور نہ دیکھی مہندی عرش پر حورو ملائک نے ہے گوندھی مہندی

سبز توحید کی کھیتی ہے اسی مہندی سے

سُرخ و دینِ الہی ہے اسی مہندی سے

اسی مہندی میں ہے اسلام کا تصویری رنگ اسی مہندی میں ہے قرآن کا تحریری رنگ

اسی مہندی میں تو ہے آیہ تطہیری رنگ اور اسی مہندی میں ہے شہر و شہیری رنگ

رنگِ حسنین سے رنگین ہے ساری مہندی

اس لیے لگتی ہے اللہ کو پیاری مہندی

نیگ مہندی کا جو قاسم نے سیکڑہ کو دیا بڑھ کے عباسؑ نے نوشاہ کو پہنائی عبا

اور پیشانی پہ سرورؑ نے عمامہ باندھا دیکھ کر اصغرؑ مہ روکو یہ غازیؑ نے کہا

سن میں چھوٹے ہیں مگر اعلیٰ علی اصغرؑ ہیں

دولہا قاسمؑ ہیں تو شہ بالا علی اصغرؑ ہیں

خرمنِ فاطمہؑ زہراؑ پہ عجب آئی گھڑی لیلیۃ القدرؑ کی مانند ہے یہ رات بڑی

دل کو تھامے ہوئے ہے پیاسوں کی بارات کھڑی اور دلہن کی بھی تھمتی نہیں اشکوں کی چھڑی

بولے عباسؑ چلو جلدی کہ جاں دینی ہے

عقد پڑھ کر علی اکبرؑ کو ازاں دینی ہے

رسم جب آرسی مصحف کی ادا ہونے لگی آئینہ ساتھ میں قرآن کے لایا کوئی

دیکھا دولہا نے جو دلہن کو تو صلوات پڑھی اور انگشت سے ماتھے پہ لکھی نادِ علیؑ

قدر نے سورہٴ رحمن کا چہرہ دیکھا

گویا قرآن نے قرآن کا چہرہ دیکھا

حق نے رحمتِ سرِ بارات نچھاور کر دیں بڑھ کے قرآن نے آیات نچھاور کر دیں



بخت نے ان پہ فتوحات نہچا اور کر دیں      پیاسوں نے اشکوں کی سوغات نہچا اور کر دیں  
بن گئے دولہا تو قاسم نے شہادت پائی  
اور سلامی میں محبوبوں کی شفاعت پائی  
ساکن عرشِ الہی نے سجائی شادی      قلبِ مادر کو تخیل نے دکھائی شادی  
ظلمِ ثقلین نے جب سب کو سنائی شادی      مل کے محفل میں محبوبوں نے منائی شادی  
جب تلک شیرِ الہی کا اسدِ غیب میں ہے  
شادیِ حضرتِ قاسم کی سندِ غیب میں ہے



۳۹۶

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی کی معرکتہ الآرا کتاب شائع ہوگئی ہے

# اُردو غزل اور کربلا



..... ترتیب و تدوین ..... ❦ .....

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی



علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی کی معرکتہ الآرا کتاب شائع ہوگئی ہے

ایران کی شہزادی

حضرت شہر بانو سلام اللہ علیہا

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی کی تقاریر کا مجموعہ شائع ہو گیا ہے

حضرت علیؑ کی آسمانی تلوار

# ذوالفقار

قرآن، حدیث اور تاریخ کی روشنی میں

... انیس خطابت ...

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی کی معرکتہ الآرا کتب شائع ہو گئی ہیں

سوانح

شہزادہ قاسم ابن حسنؑ

عربی، فارسی، اردو تاریخ میں شہزادہ پر پہلی کتاب

سبیل سیکٹہ حیدر آباد سندھ پاکستان

جلد اول، دوم

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی



علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی کی معرکتہ الآرا کتاب شائع ہوگئی ہے

# معصوموں کی سستارہ

شہزادہ بر علی اصغر کی شہادت پر  
فرانسیسی شاعر الیکزینڈر گنیل کا خراج عقیدت

French Poet  
MONSIEUR ALEXANDRE GUINLE

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی